قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ

مصداق آیت بالا

مجموعہ رسائل مفیدہ

یعنی

اَلْحِیْلَۃُ النَّاجِزَۃُ لِلْحَلِیْلَۃِ الْعَاجِزَۃِ

جس میں نکاح کے وقت تفویض طلاق کا مفصل حکم اور زوجۂ مفقود و مجنون وغیرہ کی رہائی کی شرعی صورتیں مذکور ہیں۔

اور

اَلْمُخْتَارُ فِیْ مُهِمَّاتِ التَّفْرِیْقِ وَالْخِیَارَاتِ

جس میں خیار بلوغ و خیار کفاءت و حرمت مصاہرت کے احکام شرعیہ مفصل درج ہیں

اور

حُکْمُ الْاَزْوَاجِ مَعَ اخْتِلَافِ دِیْنِ الْاَزْوَاجِ ۱۳۵۲ھ

جس میں زوجین کے اختلافِ مذہب کی سب صورتوں کا مفصل حکم اور فسخ نکاح ہونے نہ ہونے کی تفصیل ہے

اور

اَلْمَرْقُوْمَاتُ لِلْمَظْلُوْمَاتِ

جو ہر سہ رسائل مذکورہ کا عام فہم خلاصہ اور تمام صورتوں کا مختصر دستور العمل ہے

باہتمام

احقر محمد شفیع عفی عنہ

دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوا

(مطبوعہ خواجہ برقی پریس دہلی)

بیت مجمع عنہ ہذا

التصویر لاحکام التصویر

مصنفہ جناب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند

اسکا اشتہار مدت سے شائع ہو رہا تھا۔ اب الحمد للہ نہایت عمدہ طبع ہو کر تیار ہو گیا ہے اسکے حِصّہ اوّل میں تصاویر کے مفصل احکام عقلی دلائل اور قرآن و حدیث کے مفصل ارشادات کیساتھ لکھے گئے ہیں اور موجودہ زمانہ کے ابتلائے عام پر نظر کر کے اون تمام سہولتوں کو جمع کر دیا گیا ہے جو تصویر کے استعمال میں شرعی قواعد کے ماتحت دیجا سکتی ہیں۔ فوٹو گرافی۔ نصف دھڑ کی تصویر۔ تصاویر کی تجارت۔ تصویر سازی کی اُجرت۔ مصوّر مکان میں داخل ہونا۔ پاسپورٹ کے لئے تصویر لینا۔ بچّوں کے مصوّر کھلونے بیچنا اور خریدنا۔ ڈاکٹری تشریحات وغیرہ کے لئے اعضاء انسانی کی تصویر بنانا۔ سینما کی تصاویر سے کام لینا اور اونکا دیکھنا وغیرہ وغیرہ تمام احکام متعلقہ تصاویر کو اسقدر تفصیل سے لکھا ہے کہ ہر مسئلہ ایک مستقل رسالہ بن گیا ہے۔ اور دوسرے حِصّہ میں اون شبہات کے محققانہ جوابات ہیں جو نئی روشنی کے اثر یا بعض روایات اسلامیہ کے اجمال سے پیدا ہو گئے تھے۔ قیمت حِصّہ اوّل آٹھ آنہ (۸/) قیمت حصّہ دوم چار آنہ (۴/)

ختم نبوّت اُردو

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق ایک عظیم الشان تقریباً ۔ ۱۸۰ صفحہ کا مجموعہ ہے اس تفصیل و تنقیح کیساتھ آجتک کوئی رسالہ اس صورت میں نظر سے نہیں گذرا حضرات اکابر دار العلوم دیوبند کے ارشاد پر مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند نے تالیف فرمایا ہے اسمیں پہلے قرآن مجید کی صحیح تفسیر معلوم کرنیکا معیار نہایت مدلّل لکھا گیا ہے اور ایک سو آیات قرآنیہ اور دو سو احادیث نبویہ اور سیکڑوں اقوال سلف اور اجماع امت سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ تشریعی اور نہ غیر تشریعی اور نہ بقول مرزا جی ظلی و بروزی بلکہ آپ کے بعد ہر مدعی نبوت باجماع صحابہ و ائمہ دین کافر و مرتد ہے۔ نیز ہر آیت اور حدیث کے متعلق جو کچھ قادیان کی طرف سے جوابات دیئے جاتے ہیں ساتھ ساتھ انکی بھی قلعی کھولدی گئی۔ آخر میں کتب قدیمہ تورات انجیل اور دیگر صحف آسمانی سے اور پھر عقلی دلائل و حکم سے اس مضمون کو ثابت کیا گیا ہے۔ بغرض افادہ نہایت سلیس عام فہم اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے تین حصّہ کئے گئے تاکہ خریدنے اور دیکھنے میں آسانی ہو۔

حِصّہ اوّل (ختم النبوت فی القرآن) جس میں ۱۰۰ سو آیات قرآنیہ سے ختم نبوت کا ثبوت اور مرزائیوں کے شبہات کا ازالہ ہے۔ قیمت بارہ آنہ (۱۲/)

حِصّہ دوم (ختم النبوت فی الاحادیث) جسمیں دو سو دس ۲۱۰ احادیث پیش کی گئی ہیں۔ قیمت (۱۰/)

حِصّہ سوم (ختم النبوت فی الآثار) جسمیں سیکڑوں اقوال صحابہ و تابعین اور اجماع اور عقلی دلائل اور تورات و انجیل کی تقریرات پیش کی گئی ہیں۔ قیمت (۶/) مکمّل ہر سہ حِصّہ۔ قیمت۔ (۲ /عہ)

حِصّہ چہارم۔ مرزائیوں نے اجراء نبوت کے بارہ میں جو اپنے استدلال پیش کئے ہیں انکا منصفانہ جواب جسمیں مرزائی منطق کے آنکھوں کے براہین کی قلعی کھولدی گئی ہے۔ (زیر طبع)

فتاوی محمدی مع شرح دیوبندی

صحابہ رضی اللہ عنہم کے استفتاء کے جوابات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما کر انکی تسلی و تشفی فرما دیا کرتے تھے اس قسم کے ایک سو بیس ۱۲۰ فتاوی کو نہایت معتبر و مستند کتب اسلامیہ سے انتخاب کر کے حضرت مولانا شیخ الہند کے امر و ارشاد سے اردو میں ترجمہ کر کے جمع کر دیا ہے ہر استفتاء کے جواب کے ان متبرک کتب کا نام بھی لکھدیا ہے جن سے وہ فتوی نقل کئے ہیں۔ م

حِصّہ دوم میں وہ بیس استفتاء ہیں جن کے جوابات صحابہ و تابعین سے منقول ہیں۔ ہر دو حصّہ کے ہر ایک استفتاء و جواب کی شرح نہایت عام فہم اسلوب میں کی گئی ہے۔ قیمت ہر دو حصّہ دس آنہ (۱۰/)

قال اللہ تعالیٰ

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

چوں آیت بعموم عسر شامل ست بر آلام حسیۂ منکوحات از جور بعال

وبعموم یسر بر احکام شرعیہ مستخلصۂ ایشاں ازاں نکال

وایں رسالہ مرتبہ حضرات علماء تھانہ بھون و دیوبند و سہارنپور مع تصدیقات دیگر علماء ہند

متع اللہ المسلمین بفیوضہم

مسمّٰی بہ

الحیلۃ الناجزۃ

للحلیلۃ العاجزۃ

کہ مشتمل بر دو جزو ست

یعنی تفویض طلاق بوقت نکاح و فسخ نکاح بحکم حاکم بوقت ضرورت کافل

بود چنیں فتاویٰ را از فحول رجال من العلماء الحنفیۃ والمالکیۃ اولی الفضل والکمال

اعانۃ لاہل الحاجۃ خدام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اہتمام اشاعتش نمودند

فرزقہم اللہ تعالیٰ احسن الحال

واز دار الاشاعۃ دیوبند شائع گردیدہ اند

بار اول ۱۰۰۰ قیمت عہ

فہرست مضامین الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

بقیہ فہرست مضامین
الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

فہرست مضامین تتمہ مسمّٰی المختارات فی مہمات التفریق والخیارات

فہرست مضامین ضمیمہ مسمی بہ حکم الازدواج مع اختلاف دین الزوج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ رسالہ مجموعہ ہے چند فتاوی کا جن میں تفویض طلاق منکوحہ کا مسئلہ تو جو رسالہ کا جزو اوّل ہے فقہ حنفی کا فتوی ہے اور جزو دوم علماء مالکیہ اہل مدینہ کے فتاوی ہیں جن میں سے بعض اجزاء فقہ حنفی میں بھی پائے جاتے ہیں اور بعض اجزاء فقہ مالکی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ وجہ ان کے جمع کرنے کی دو امر ہیں ایک تو جواب دینا ہے اوس اعتراض کا جو بعض واقعات کے متعلق ہے اور وہ واقعات عورتوں کی کلفت کے ہیں جن کا تعلق شوہر سے ہے جس کے اسباب یہ ہیں۔ شوہر کا مفقود ہو جانا۔ شوہر کا مجنون ہو جانا۔ شوہر کا عورت کے قابل نہ ہونا۔ شوہر کا باوجود وسعت کے بی بی کو خرچ نہ دینا۔ ومثل ذلک اور وہ اعتراض یہ ہے کہ اسلام نے بلا واسطہ قاضی شرعی کے جو کہ ہندوستان میں نایاب یا کمیاب ہے براہ راست ان مصائب سے عورتوں کو نجات حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں بتلایا جس سے مجبور اور پریشان ہو کر بہت عورتیں اسلام سے مرتد ہو رہی ہیں (چنانچہ تھوڑے ہی روز ہوئے سنا تھا کہ بعض علاقوں میں بہت قلیل مدت میں کثیر تعداد میں عورتیں مرتد ہو چکی ہیں) اگرچہ اس کا جواب بالکل ظاہر ہے کہ اسلام کا کام صرف تدبیر بتلانا ہے پھر اگر اہل اسلام اُس پر عمل نہ کریں تو مورد الزام اسلام ہے یا اہل اسلام جن میں یہ معترضین بھی داخل ہیں اور وہ تدبیر یہی ہے جو معترضین کے اعتراض کلام میں مذکور ہے کہ ایسے حاکم اور قاضی مقرر کئے جاویں جو بزور حکومت ان قضایا کو فیصل کر سکیں اور اگر اس کی قوت نہ ہو تو حکومت موجودہ سے مطالبہ اور کوشش کریں کہ وہ ایسے حاکم مقرر کر دے جن میں وہ سب صفات ہوں جو قاضی شرعی میں ہونا چاہئیں یا کم از کم ہر ضلع میں ایک ایسا حاکم

عہ یہ بات واضح رہے کہ اس بیہودہ کارروائی سے بھی شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوتا گو تجدید اسلام و تجدید نکاح سے قبل موجودہ خاوند کے لئے ہمبستری وغیرہ حرام ہو جاتی ہے اس مسئلہ کو رسالہ ہذا کا ضمیمہ بنا کر آخر میں ملحق کر دیا گیا ہے ونیز ضمیمہ میں یہ بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے کرنا ہرگز جائز نہیں قطعاً حرام ہے اور اسی طرح کتابیہ کے سوا کسی کافر عورت سے مسلمان کا نکاح بھی بالکل باطل۔ اور حرام قطعی ہے۔ ۱۲ منہ

عہ قاضی کے لئے شرعاً جو صفات ضروری ہیں اون کی تفصیل کتب فقہ ہدایہ عالمگیری ردالمحتار وغیرہ میں موجود ہے بوقت ضرورت مراجعت کر لی جاوے یہاں چند ضروری صفات کو ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک شرط یہ ہے کہ قاضی مسلمان ہو غیر مسلم قاضی نہیں ہو سکتا اسی طرح مکلف ہونا بھی شرط ہے بچہ یا مجنون قاضی نہیں بن سکتے یہ بھی شرط ہے کہ آنکھ کان زبان صحیح سالم ہوں اندھا یا بہرا یا گونگا نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ رشوت دیکر قاضی نہ بنا ہو اگر رشوت دیکر قاضی ہو گیا تو وہ شرعاً قاضی نہ ہوگا اور اوسکا حکم بھی نافذ نہ ہوگا (کذا فی البحر وغیرہ) اور یہ بھی ضروری ہے کہ علم دین میں مہارت تامہ رکھتا ہو جاہل کو قاضی بنانا جائز نہیں یہ دوسری بات ہے کہ اگر کہیں جاہل قاضی بن گیا

اور اوسنے اہل علم سے فتوی لیکر شریعت کے موافق فیصلہ کر دیا تو اوسکا حکم نافذ ہو جائیگا۔ اسی طرح فاسق کو بھی قاضی بنانا جائز نہیں اگرچہ

مسلمان مقرر کردے جو ایسے معاملات میں حکم شد کا اختیار رکھے اور اگر وہ عالم نہ ہو تو قانوناً اوس کے ذمہ لازم کیا جاوے کہ ہر معاملہ میں علماء سے فتویٰ حاصل کرکے حکم دیا کرے اور اگر مسلمان اس کا انتظام نہ کریں یا انکی ایسی درخواست اور کوشش کامیاب نہ ہو تو انصاف کرنا چاہیئے کہ پھر اسلام پر اعتراض کرنا بالکل نص لاتزر وازرۃ وزر اخری کی جو کہ مسئلہ عقلیہ بھی ہے مخالفت اور بالکل مولانا رح کے اس شعر کا مصداق ہے

ہیچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد	حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد

اور یہ جواب معترضانہ اور ظالمانہ سوال کے حل کے لئے تو بالکل کافی ہے لیکن ایک مستفیدانہ اور مظلومانہ سوال پھر بھی باقی رہجاتا ہے وہ یہ کہ اگر اسلام میں ایسے مسائل موجود ہوں کہ بدون طلاق یا وفات شوہر کے بھی مقصود حاصل ہوسکے تو اونکے بتلانے سے ان مظلومات کی نجات کی سبیل بھی معلوم ہوجاویگی ہر چند کہ اصول عقلیہ سے ایک جواب کے بعد دوسرے جواب کا مطالبہ سائل کا حق نہیں مگر چونکہ اس دوسرے جواب میں اون مظلومات کی بھی مصلحت ہے اس لئے تبرعاً اوس جواب کا بھی انتظام کیا گیا وہ یہ کہ جن عورتوں کا ابھی نکاح نہیں ہوا اونکی کلفتوں کے انسداد کے لئے تو فقہ حنفی سے ایک مسئلہ لکھا گیا جو اس مجموعہ کا جزو اوّل ہے اور جن عورتوں کا نکاح ہوچکا ہے اونکی کلفتوں کے رفع کے لئے چونکہ فقہ حنفی میں ایسے مسائل کم ہیں اس لئے ایسے واقعات کے متعلق مدینہ طیبہ سے چند بار مراسلت کے بعد علمائے مالکیہ سے فتاویٰ حاصل کئے گئے جو جزو دوم میں مذکور ہیں پس اب اسکے بعد یہ سوال بھی باقی نہیں رہا کہ اسلام میں کوئی ایسی تدبیر نہیں جس میں قاضی شرط نہ ہو۔

رہا یہ کہ فقہ حنفی پر کسی کو عدم کفایت کا سوال ہو تو اوس کا جواب یہ ہے کہ خود فقہ حنفی میں بھی خاص شرائط کے ساتھ کہ اون کی رعایت اس رسالہ میں کرلی گئی ہے ایسی ضرورت شدیدہ میں دوسرے مجتہد کے

عہ چنانچہ شرط اولین تو یہی ہے کہ مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی بناء پر ہو اتباع ہوا کے لئے نہ ہو اور اس شرط پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے۔ حیث قال فمن نکح عند شہود فسقۃ ثم طلقہا ثلاثا فاراد التخلص من الحرمۃ المغلظۃ بان النکاح کان فاسدا فی الاصل علی مذہب الشافعی رح فلم یقع الطلاق ما نصہ وھذا القول یخالف اجماع المسلمین فانہم متفقون علی ان من اعتقد حل الشیٔ کان علیہ ان یعتقد ذلک سواء وافق غرضہ او خالفہ ومن اعتقد تحریمہ کان علیہ ان یعتقد ذلک فی الحالین وھؤلاء المطلقون لا یفکرون فی فساد النکاح بفسق الولی الا عند الطلاق الثلاث لا عند الاستمتاع والتوارث یکونون فی وقت یقلدون من یفسدہ وفی وقت یقلدون من یصححہ بحسب الغرض والھوی ومثل ھذا لا یجوز باتفاق الامۃ (ثم قال بعد ثلاثۃ اسطر) ونظیر ھذا ان یعتقد الرجل ثبوت شفعۃ الجوار اذا کان طالبا لہا وعدم ثبوتہا اذا کان مشتریا فان ھذا لا یجوز بالاجماع (بقیہ بر صفحہ)

قول پر عمل کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے جیسا کہ علامہ شامی کے رسالہ عقود رسم المفتی صنہ۵ میں بحث مفید کے بعد مرقوم ہے۔ ویہ علوان المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا وان المفتى له الافتاء به للمضطر فما مر من انه ليس له العمل بالضعيف ولا الافتاء به محمول على غير موضع الضرورة كما علمته من مجموع ما قررناه اھ ونیز شامی نے درمختار کے قول ان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جہل کے تحت میں لکھا ہے قلت لكن هذا فی غیر موضع الضرورة الخ (صـ۷۲ جلد ۱) اور اس مسئلہ پر مکمل بحث جزو دوم کے مقدمہ میں آتی ہے فلینظر ثمہ اب بحمد اللہ جواب ہر پہلو سے مکمل ہوگیا۔

اور دوسری وجہ تصنیف رسالہ کی رفع جہالت ہے کیونکہ جہالت کے سبب بعض لوگ مذہب مالکیہ کی آڑ میں تمام قیود و شروط سے آزاد ہو کر بعض اوقات ایسی کارروائی کر گذرتے ہیں جو کسی مذہب میں بھی صحیح نہیں ہوتی اور مالکیہ کے مذہب سے عام طور پر کما حقہا واقفیت نہ ہونے کے سبب اکثر اہل علم کو

فائدہ: تصنیف رسالہ کی دوسری وجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴) وكذا من بنى صحة ولاية الفاسق فی حال نكاحه وبنى على فساد ولايته حال طلاقه لم يجز ذلك باجماع المسلمين ولو قال المستفتى المعين انا لم اكن اعرف ذلك وانا اليوم التزم ذلك لم يكن من ذلك لان ذلك يفتح باب التلاعب بالدين ويفتح الذريعة الى ان يكون التحليل والتحريم بحسب الاهواء (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ثانی صـ۲۲ و صـ۲۳) ؛

وفی باب قبول الشهادة من رد المحتار عن القنية وقيل لمن انتقل الى مذهب الشافعیؒ ليزوج له اخاف ان يكون مسلوب الايمان لاهانته الدين بجيفة قذرة الى آخر هذا الباب من المنح وان انتقل اليه لقلة مبالاته فی الاعتقاد والجرأة على الانتقال من مذهب الى مذهب كما يتفق له و يميل طبعه اليه لغرض يحصل له فانه لا تقبل شهادته (شامی صـ۴۲ جلد ۴) واوضح منه ما فی تحرير رد المحتار فراجعه۔ وبه صرح العلامة محمد بن على البيضاوى فی الرواية الثامنة والثلاثين من الفتاوى المالكية الملحقة بآخر الرسالة۔

ہم نے اس رسالہ میں اسی شرط (یعنی عدم اتباع ہوی) کی بنا پر صرف اون مواضع میں مذہب مالکیہ پر عمل کی اجازت دی ہے جہاں ضرورت شدیدہ یقینی طور پر مشاہد و متیقن ہوگئی اور جہاں شدت ضرورت کا تیقن نہیں ہوا وہاں مذہب مالکیہ کی تسہیلات سے کام نہیں لیا۔

اور ایک شرط مذہب غیر پر عمل کرنے کی جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی ہے کہ تلفیق خارق اجماع نہ ہو حتی کہ صاحب درمختار نے اس پر اجماع بایں الفاظ بیان کیا ہے ان الحكم الملفق باطل بالاجماع۔ اور اس شرط کی تفاصیل و قیود میں کلام طویل اور اختلاف کثیر ہے جس کو ایک مستقل رسالہ التحقیق فی التلفیق میں ضبط کر کے اعلاء السنن کی کتاب البیوع کے مقدمہ کا جزو بنا دیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک ان اقوال مختلفہ میں سے یہ قول اعدل الاقوال ہے کہ عمل واحد میں تلفیق خارق للاجماع کی اجازت نہ ہو اور دو عمل جداگانہ ہوں تو اون میں تلفیق کی اجازت دیجائے گو ظاہر اختلاف اجماع لازم آتا ہو مثلاً کوئی شخص بے ترتیب وضو کرے تو شافعیہ کے نزدیک وضو صحیح نہیں اور کوئی شخص ربع راس سے کم کا مسح کرے تو حنفیہ کے نزدیک وضو نہیں ہوتا پس اگر کوئی شخص اس طرح وضو کرے کہ ترتیب کی رعایت نہ ہو اور مسح کرے ربع راس سے کم کا تو کسی کے نزدیک بھی وضو نہیں ہوا۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۶) ؛

بھی اس میں مغالطہ ہوجاتا ہے حتی کہ بعض اسلامی ریاستوں میں تفریق بین الزوجین کے لئے ایسا ضابطہ جاری کیا گیا ہے جو شرائط ضروریہ فوت ہونے کے سبب کسی طرح بھی شریعت مقدسہ کی روسے درست نہیں اس لئے بھی سخت ضرورت تھی کہ ان مسائل ضروریہ کے متعلق جسقدر شرائط ہوں اون سب کو تفصیل کے ساتھ جمع کردیا جاوے تاکہ جو لوگ اوس وسعت پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہوں جو مذہب مالکیہ نے مواقع مذکورہ بالا میں دی ہے وہ اون شرائط کا لحاظ رکھیں ورنہ معصیت شدیدہ بلکہ تحلیل حرام یا تحریم حلال کا وبال عظیم بھگتنا پڑیگا پس مسئلہ مفقود وغیرہ میں جو حضرات مذہب مالکیہ کو اختیار کریں اون کو لازم ہے کہ رسالۂ ہذا کسی محقق عالم سے خوب سمجھ لیں اور اہل علم بھی اس کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

ترتیب رسالہ

اور ترتیب اس رسالہ کی یہ ہے کہ جزو اوّل میں تفویض طلاق کا فتویٰ ہے اور جزو دوم میں زوجۂ عنین ومجنون ومفقود وحاضر متعنت اور غائب غیر مفقود کے احکام مفصل مذکور ہیں۔ اس کے بعد حضرات علمائے دیوبند وسہارنپور کی تصدیق درج ہے اور سب کے آخر میں اون تمام عربی فتاویٰ کو جو مدینہ طیبہ کے مالکی المذہب مفتیوں سے حاصل کیئے گئے تھے ملحق کردیا گیا ہے تاکہ اہل علم حضرات اصل عبارت بھی ملاحظہ فرماسکیں۔ اور ان فتاوی مالکیہ میں سے جس جس عبارت سے رسالہ ہذا میں استدلال کیا گیا ہے اوسکو روایت اولی وثانیہ وغیرہ سے موسوم کردیا اور اصل رسالہ میں اوس روایت مستدل بہا کا اسی عنوان سے حوالہ بھی دیدیا ہے۔ اور نام اس مجموعہ کا الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ تجویز کیا گیا ہے جس کی مناسبت ہر دو اجزاء کے ساتھ ظاہر ہے۔

مگر چونکہ یہ سب علمی رنگ میں تھا اس لئے ان سب کا خلاصہ نہایت عام فہم عبارت میں لکھدیا گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵) اور یہ تلفیق خارق اجماع ہے اور اگر کسی نے وضو میں چوتھائی سر سے کم کا مسح کیا اور نماز میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھی تو ظاہراً اس صورت میں بھی خرق اجماع لازم آتا ہے کہ وضو شافعیہ کے مذہب پر ہے اور نماز حنفیہ کے مذہب پر مگر وضو جدا عمل ہے اور نماز جدا۔ اسواسطے یہ تلفیق منع نہیں مگر تاہم احتیاط مد نظر رکھکر اصل رسالہ ہذا میں تلفیق کی دوسری قسم سے بھی بچاؤ رکھا ہے ۱۲ منہ

تصنیف رسالہ میں علمائے دیوبند و سہارنپور کی شرکت

(حاشیہ صفحۂ ہذا) عہ دار العلوم دیوبند سے گیارہ حضرات نے اور مظاہر علوم سہارنپور سے چار حضرات نے رسالہ کے اصل مسودہ کو نہایت غور وخوض سے ملاحظہ فرمایا ہے اور جا بجا مفید مشورے بھی دینے اور اپنے قیمتی وقت کا بہت بڑا حصہ صرف کرکے اسقدر اہتمام سے اصلاحی نظر فرمائی ہے کہ اونکو تصنیف رسالہ میں شریک کہنا بجا ہے فجزاہم اللہ تعالی خیراً اس بنا پر ان پندرہ حضرات کی تصدیق کو سب سے مقدم اصل رسالہ کے متصل درج کیا گیا اور انکے علاوہ دیگر علماء کرام کی تصدیقات رسالہ چھپنے کے بعد حاصل کیجاویںگی اس لئے اونکو جداگانہ تمام مجموعہ کے اخیر میں درج کیا جائیگا ۱۲ منہ عہ ان تمام فتاویٰ کی اصل بعینہٖ نیز رسالہ ہذا کا مسودہ مع جمیع تصدیقات علماء کرام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے کتبخانہ میں محفوظ ہے۔ ۱۲ منہ

اس رسالہ پر عمل کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایت

اب عوام اہل حاجت کو تمام رسالہ دیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اسی خلاصہ کو دیکھ لینا اور کسی عالم سے سمجھ لینا کافی ہے مگر اون عالم صاحب کو مناسب ہے کہ اوس خلاصہ کو اصل رسالہ سے ملالیں۔ سہولت دستیابی کے لئے خیال ہے کہ اس خلاصہ کو مستقلاً بھی عنقریب شائع کردیا جائیگا اور اس مستقل صورت کے اقتضا پر اس کا ایک نام بھی رکھدیا گیا **المرقومات للمظلومات** بس اس معاملہ میں **جو کام ہمارے کرنے کا تھا** یعنی اعتراض کا جواب دینا بھی جو ہمارے ذمہ تھا اور خاص تدبیریں مع قیود و شروط مفصلہ بتلادینا بھی جو ہمارے ذمہ نہ تھا وہ ہم کرچکے۔

اب آگے ان میں سے کسی مسئلہ پر عمل کا ارادہ کرنے کے وقت **دو کام عمل کرنے والوں کے ذمہ ہیں ایک یہ کہ عمل سے پہلے** کسی ذی استعداد عالم سے جو کہ فتوی میں اہل علم کے نزدیک مشہور و مسلم ہو وہ مسئلہ بھی اچھی طرح سمجھ لیں محض اپنی قوت مطالعہ کے بھروسہ اپنی رائے سے کسی واقعہ کو اوس مسئلہ پر منطبق نہ کرلیں اور اخیر کارروائی کی تکمیل تک اون عالم کو اپنے ساتھ اس طرح شریک بھی رکھیں کہ ہر ہر جزئی کی اونکو اطلاع بھی دیتے رہیں اور حکم شرعی بھی پوچھتے رہیں اور اون عالم کو بھی چاہئے کہ بہت بصیرت و توجہ و تیقظ سے کام لیں اور جہاں ذرا بھی شبہ ہو اول فقہ مالکی کی اِن کتابوں سے حل کریں۔ مختصر الخلیل۔ و شرحہ للعلامۃ الدردیر۔ و منتقی شرح موطا۔ و مدونہ۔ و صاوی حاشیہ اقرب المسالک وغیرہ جو کتب اونکے ہاں فتاوی کے لئے معتبر ہیں اور اگر ان کتابوں سے اطمینان کے ساتھ حل نہ ہو تو کارروائی کو مؤخر کرکے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ خط بھیجکر خود علمائے مالکیہ سے استفتا کرلیں جس کا طریقہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مہتمم صاحب سے۔ یا مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ کے مہتمم صاحب سے بذریعہ خط دریافت ہوسکتا ہے۔

تنبیہ چونکہ اس زمانہ میں فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے اور ہر شخص علم و لیاقت کا مدعی ہے اس لئے علماء کے انتخاب میں نہایت احتیاط اور کامل غور و خوض کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو محض کہیں سرکاری اسکول کے سند یافتہ ہوکر مولوی یا مولوی فاضل وغیرہ کہلاتے ہیں یا اردو فارسی کے رسائل دیکھکر عوام میں مولوی مشہور ہوجاتے ہیں وہ اس کام کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا کام یہ ہے کہ عمل سے پہلے وکلاء وغیرہم سے اوس کارروائی کے موافق قانون یا مخالف قانون ہونے کی تحقیق کرلیں کیونکہ نہ ہم کو قانون معلوم ہے نہ ہم کسی کو عمل کرنے کی رائے دیتے ہیں ہم نے **صرف مسئلے بتلادیئے** تاکہ دین و مذہب پر جو اعتراض ہوتا تھا وہ مرتفع ہوجائے اور رفع کلفت کی سبیل شرعی مفصل معلوم ہوجاوے **آگے جس کو عمل کرنا ہو وہ اپنی واقفیت**

وہمت کے بھروسہ کرے ہم اوس کے ذمہ دار نہیں۔

البتہ

اگر اس کا کوئی حصہ قانون پر منطبق نہ ہوتا ہو تو اہلِ اثر کوشش کرکے اوسکو قانون میں منظور کرادیں تو بہت ثواب ہوگا۔

اخیر میں بغرض طلب دعا عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند دامت فیوضہم نے علماء مالکیہ سے فتاوی حاصل ہونے میں بہت مدد فرمائی ہے بلکہ مسئلہ مفقود کے علاوہ دیگر مواقع میں تحقیق احکام کے اصل محرک بھی وہی ہیں۔ نیز مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد صاحب مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ نے علمائے مالکیہ سے حصول فتاوی میں ہر بار سعی بلیغ فرمائی اور ہمیشہ نہایت اہتمام سے روانہ فرماتے رہے اور پھر اس رسالہ کا اجمالی مسودہ عزیزم مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی سلمہ نے تیار کیا اور بعد ازاں اونکے رنگون چلے جانے پر اس رسالہ کی تفصیلی ترتیب میں مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند و مولوی عبد الکریم صاحب گمتھلی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون نے بہت مدد دی ہے بلکہ واقع میں قریب قریب سب رسالہ کی ترتیب اون ہی کا کام ہے گو برائے نام یہ ناکارہ بھی شریک رہا اس لئے ناظرین سے اپنے ساتھ اون کے لئے بھی دعا کی استدعا کرتا ہوں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

کتبہ

اشرف علی

اوائل ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ ہجری

معاونین تصنیف اور اونکے لئے درخواست دعا

جزو اوّل

تفویض طلاق بوقت نکاح

از فقہ حنفی

سوال - آجکل عورتوں کو نکاح کے بعد جس قدر پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے محتاج بیان نہیں کبھی مرد ظلم اور بے رخی سے پیش آتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے کبھی بال بچوں سے بیفکر ہوکر پردیس چلاجاتا اور لاپتہ ہوجاتا ہے کبھی نامرد نکلتا ہے۔ بعض دفعہ یتیم لڑکی کا نکاح چچا وغیرہ نامناسب جگہ کردیتا ہے اور لڑکی ناپسند کرتی ہے بعض دفعہ مرد کو جنون کا مرض ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ

اگر ہندوستان میں قاضی شرعی کا وجود ہوتا تو اس قسم کی سب پریشانیوں کا علاج سہل تھا مگر اب بلکہ قاضی شرع موجود نہیں عورتوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے وہ نکاح کو فسخ کرنے کے لئے اگر عدالت میں دعوی دائر کریں تو بعض دفعہ حاکم غیر مسلم اس کا فیصلہ کرتا ہے جو شرعاً نافذ نہیں ہوتا اور بعض دفعہ حاکم مسلم ہی فیصلہ کرتا ہے مگر وہ بوجہ احکام سے ناواقفیت وغیرہ کے قاعدہ شرعیہ کی پابندی سے فیصلہ نہیں کرتا اس لئے وہ فیصلہ بھی قابل اطمینان نہیں ہوتا پس علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ۔

(۱) بعض جگہ ان مشکلات کا جو یہ علاج تجویز کیا ہے کہ بوقت نکاح کابین نامہ میں مرد سے ایسی شرطیں لکھوالی جاویں جنکی وجہ سے عورتوں کو بوقت ضرورت اپنے اوپر خود طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل ہوجاوے یہ شرعاً صحیح و معتبر ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو ایسے کابین نامہ کے معتبر ہونے کی شرط کیا ہے۔

(۲) کیا اس کابین نامہ کو قبل از نکاح اور بعد از نکاح لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرطوں کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے۔

الجواب

(۱) اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہو اور بوقت ضرورت اوس سے کام لینا شرعاً جائز ہے (اور اس اختیار دیدینے کو تفویض طلاق کہتے ہیں) اور شرطوں کا بیان نمبر (۲) میں آتا ہے۔

(۴) اس کی تینوں صورتیں جائز ہیں چاہے نکاح سے پیشتر لکھوالیا جاوے چاہے عین وقت عقد میں زبان سے کہلوا لیا جائے چاہے بعد میں لکھوایا جائے مگر پہلی اور دوسری صورت کے صحیح و معتبر ہونے کی ایک ایک شرط ہے۔

تفویض کی پہلی صورت

پہلی صورت کہ یہ کابین نامہ نکاح سے پہلے لکھا جاوے اوس کے معتبر و مفید ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اوس میں نکاح کی طرف اضافت ونسبت موجود ہو مثلاً یہ لکھا جائے کہ اگر میں فلاں بنت فلاں کے ساتھ نکاح کروں اور پھر شرائط مندرجہ اقرار نامہ ہذا میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اوسیوقت یا پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے اگر اس میں اضافت الی النکاح نہ لکھی گئی تو یہ اقرار نامہ محض بیکار ہوگا اس کی روسے عورت کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہ ہوگا لما فی تنویر الابصار باب التعلیق و شرطہ الملک کقولہ لمنکوحتہ ان ذھبت فانت طالق او الاضافۃ الیہ کان نکحتک فانت طالق فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق الخ (شامی صفحہ ۴۱۳ جلد ۲) وفی الفصل الثالث من کتاب الشروط للعالمگیریۃ ما نصہ والثانی تعلیق التفویض بالشرط وانہ اقسام (الی ان قال) القسم الثانی تعلیق التفویض بترک نقد المعجل الی وقت کذا صورۃ کتابۃ ھذا القسم جعل امرھا بیدھا فی تطلیقۃ واحدۃ بائنۃ مطلقا بشرط انہ اذا مضی شھر اولہ کذا وآخرہ کذا ولم یؤد الیھا جمیع ما قبل تعجیلہ لھا من صداقھا وھو کذا فانھا تطلق نفسھا بعد ذلک متی شاءت ابدا واحدۃ بائنۃ وفوض الامر فی ذلک الیھا وانھا قبلت منہ ھذا الامر فی مجلس التفویض القسم الثالث تعلیق التفویض بشرط

عہ پہلی اور تیسری صورت میں لکھنے کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ لکھوانے کا عموماً معمول ہے اور قرین مصلحت بھی یہی ہے اس واسطے اس قید کا ذکر کیا گیا ورنہ زبانی کہنا اور لکھنا ان دونوں صورتوں میں برابر ہے البتہ دوسری صورت میں زبانی کہنے کی قید احترازی ہے کیونکہ ایجاب وقبول غائب کے لئے تو کتابت سے بچند شرائط درست ہے مگر حاضر کے لئے کسی حال میں بھی محض کتابت سے ایجاب وقبول درست نہیں ہاں اگر شرائط تحریر کر کے ایجاب یا قبول کے ساتھ یوں کہدیا جائے کہ ان شرائط محررہ میں سے کسی کے خلاف ہو تو عورت کو طلاق کا حق ہوگا تب بھی تفویض کی تعلیق صحیح ہو جاویگی تمام شرائط کو زبانی بیان کرنا ضروری نہیں ۱۲ منہ ؁

عہ البتہ بعض جگہ جو یہ دستور ہے کہ تحریر تو پیشتر تیار ہو جاتی ہے اور دستخط دولہا اور گواہان کے بعد میں ہوتے ہیں اس صورت میں اضافت الی النکاح ضروری نہیں کیونکہ یہ دراصل اس پہلی صورت میں داخل ہی نہیں بلکہ تیسری میں شمار ہے ۱۲ منہ ؁

قمارہ او لشربہ الخمر او ضربہ ضربا موجعا یظہر اثرہ علی بدنہا وصورۃ کتابتہ علی نحو ما بینا (عالمگیری مصری صفحہ ۲۶۱ جلد ۲) قلنا قولہ وانہا قبلت فی مجلس التفویض قد خرج مخرج عادۃ المحاضر والسجلات والا فقبولہا فی مجلس التکلم لیس بشرط بل الشرط استعمال الخیار فی مجلس وقوع الشرط کما سیأتی وقد صرح بذلک فی الفصل الاول من الباب الثالث لطلاق الہندیہ -

تفویض طلاق کی دوسری صورت

اور دوسری صورت کہ عین ایجاب وقبول ہی میں زبانی شرائط مذکور ہوں اس کے صحیح ومعتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایجاب عورت کی جانب سے ہو یعنی اولاً خود عورت (یا اوس کا ولی یا وکیل یعنے قاضی نکاح خواں) عقد نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو (یا سماۃ فلاں بنت فلاں کو) تیرے نکاح میں اس شرط پر دیدیا کہ اگر تم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا (جتنی شرطیں لگانا مقصود ہوں سب کو ذکر کردیا جاوے) تو اپنے معاملہ کا اختیار میرے (یا سماۃ موصوفہ کے) ہاتھ میں ہوگا یعنی شرائط مذکورہ میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی پر بھی اختیار ہوگا کہ اوسی وقت یا پھر کسی وقت چاہوں (یا چاہے) تو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن بغیر دیگر نکاح سے الگ کرسکونگی (یا کرسکے گی) اس کے جواب میں مرد ناکح یوں کہے کہ میں نے قبول کرلیا اس پر عورت کو اختیار ہوگا کہ وہ جب اپنے اوپر شرائط کے خلاف ظلم ومصیبت دیکھے اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دیکر اس شوہر کے نکاح سے نکل جائے یعنی اس طرح کہدے کہ میں اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرتی ہوں -

اور اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ ابتدائے کلام (یعنی ایجاب) مرد کی جانب سے ہو اور لڑکی والے قبول کے ساتھ تفویض طلاق کی شرط لگادیں تو نکاح بلا کسی شرط کے صحیح ہوجاویگا اور شرط بالکل بیکار جائیگی خوب سمجھ لو- فی الدر المختار قبیل فصل المشیۃ من کتاب الطلاق نکحہا علی ان امرہا بیدہا صح اھ وفی حاشیۃ رد المحتار قولہ صح مقید بما اذا ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منک علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصیر الامر بیدہا کما فی البحر عن الخلاصۃ والبزازیۃ انتہی (شامی صفحہ ۷۹۶ جلد ۲) وبمثلہ صرح فی حیل العالمگیریۃ (صفحہ ۲۶۳ جلد ۷) وبین الفقیہ ابو اللیث

ف چاہے صرف اتنا ہی کہے کہ میں نے قبول کرلیا اور چاہے یوں کہے کہ میں نے شرائط سمیت قبول کرلیا دونوں کا ایک ہی حکم ہے لما سیأتی من الفقیہ ابی اللیث من ان الجواب یتضمن اعادۃ ما فی السوال ۱۲ منہ ؛

وجہ الفرق بین الصورتین فقال لان البداءۃ اذا کانت من الزوج کان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلا یصح اما اذا کانت من المرأۃ یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأۃ قبلت والجواب یتضمن اعادۃ ما فی السوال صار کانہ قال قبلت علی انک طالق او علی ان یکون الامر بیدک فیصیر مفوضاً بعد النکاح اھ رشامی کتاب الطلاق تحت قول الدر لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ الا اذا قال الخ صفحہ ۶۹۹ جلد ۲) ؛

تنبیہ اور اگر ایجاب عورت ہی کی طرف سے ہوا مگر شرط تفویض ذکر نہ کی گئی اور مرد نے قبول میں شرط تفویض کا اضافہ کر دیا تب بھی تفویض صحیح ہو گئی لیکن چونکہ اس صورت میں صرف مرد کو اختیار ہے خواہ وہ شرط بڑھائے یا نہ بڑھائے عورت کی جانب سے جب ایجاب بلا کسی شرط کے ہو چکا تو اوسکے ہاتھ سے بات نکل چکی اس لئے جس عورت کا مقصد یہ ہو کہ اوس کو طلاق لینے کا اختیار ملجاوے اوس کے واسطے یہ صورت کافی نہیں بلکہ ایجاب میں شرط لگانا ضروری ہے تاکہ مرد کو بلا شرط قبول کرنے کا حق ہی نہ رہے۔

اور تیسری صورت کہ نکاح کے بعد کوئی اقرار نامہ اس قسم کا شوہر سے لکھوایا جاوے یہ صورت بھی صحیح اور بالکل درست ہے۔

مشورہ یہ صورت اوس عورت کے کارآمد ہے جس کے نکاح میں کابین نامہ نہیں لکھوایا گیا تھا لیکن جو عورت نکاح کے وقت احتیاط کی طالب ہے اوس کے واسطے اس میں بھی وہی کمی ہے جو ابھی تنبیہ بالا کے ذیل میں مذکور ہوئی یعنی جبکہ عقد نکاح تمام ہو چکا تو عورت کے قبضہ میں نہ رہا کہ خاوند کو اس اقرار نامہ کے لکھنے پر مجبور کرے بلکہ صرف اوس کی مرضی پر معاملہ رہجاتا ہے۔

اس لئے مصائب کے وقت خلاصی کی اصل تدبیر پہلی یا دوسری ہی صورت اختیار کرنا ہے۔ اور ان میں بھی آسان صورت جس میں عوام کے مغالطہ میں پڑنے کا اندیشہ نہیں وہ صرف پہلی ہی صورت ہے کہ عقد سے پہلے ہی کابین نامہ لکھوالیا جاوے مگر اوس میں اضافت الی النکاح ضرور ہونا چاہئے یعنی یہ لفظ ضرور لکھوائے جائیں کہ اگر میں فلاں دختر فلاں سے نکاح کروں اور

تفویض کی تیسری صورت

لہ گو یہ صورت نادر الوقوع ہے مگر استیعاب صور کے لئے لکھدی گئی ۱۲ منہ۔

لہ ہاں اگر قبول زوج سے پہلے پہلے عورت یا اوس کے ولی وغیرہ کو خیال آگیا اور شرط تفویض کا اضافہ کر دیا تب بھی مرد کو بلا شرط کے قبول کرنے کا حق نہ ہوگا ۱۲ منہ ؛

پھر فلاں فلاں شرط کے خلاف کروں الخ اور اگر اضافت الی النکاح نہ لکھی گئی تو کابین نامہ کالعدم ہوگا جیسا کہ پیشتر گذرچکا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

فائدہ نکاح مذکور[1] جس میں کچھ شرائط نماوند سے منظور کرالی گئی ہیں اس کے جواز میں حنفیہ کو کلام نہیں ہے بعض لوگوں نے اس صورت کو نکاح معلق میں داخل کرکے شبہ کیا ہے مگر درحقیقت یہ نکاح معلق نہیں بلکہ نکاح منجز ہے جو تفویض معلق کے ساتھ مشروط ہے. نکاح معلق وہ ہے کہ اوس وقت نکاح ہی نہ ہو جیسے عورت یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں دیدیا اگر میرا باپ راضی ہو یا مرد یوں کہے کہ میں نے قبول کرلیا اگر میرا باپ راضی ہو اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا اور اگر اصل نکاح معلق نہ کیا جاوے بلکہ اس کے ساتھ کوئی شرط زائد لگادی جائے[2] تو اس طرح نکاح ہوجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مجلس عقد میں نکاح اسی وقت ہورہا ہے مگر اس کے ساتھ ایک شرط ہے جس کو شوہر سے منوایا جاتا ہے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم ؛

ضروری مشورہ

چونکہ عورت ناقص العقل ہے اسلئے طلاق کو مطلقاً اوس کے ہاتھ میں دیدینا خطرہ سے خالی نہیں پس مناسب یہ ہے کہ تفویض میں کوئی قید مناسب بھی لگادی جائے جس میں وہ خطرہ نہ رہے مثلاً یہ کہ نکاح کے وقت عورت کی طرف سے وہ خود یا اوس کا ولی یا وکیل (یعنی قاضی نکاح خواں) یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو یا مسماۃ فلاں بنت فلاں کو تمہارے نکاح میں بمعاوضہ مہر . . . . روپیہ سکہ رائج الوقت کے اس شرط پر دیدیا کہ جس وقت اوس کو تم سے کوئی تکلیف شدید پہونچیگی جس کو فلاں فلاں اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم کریں (اس جگہ مناسب ہے کہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کردیئے جائیں) تو اوس کے بعد ہر وقت معاملہ میرے یا اوس کے اختیار میں ہوگا کہ اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دیکر اس نکاح سے علیحدگی اختیار کرلی جاوے[3] اس صورت میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں اوسوقت آیگا جبکہ تسلیم کردہ اشخاص میں سے کم از کم دو

---

[1] قد صرح فی الدر المختار والشامی (فی آخر فصل المحرمات صـ۲۸۳ ج ۲) بالفرق بین النکاح المعلق وبین النکاح المشروط ۱۲ منہ ؛

[2] نکاح مشروط میں دیگر شروط تو فاسد وغیر معتبر ہوتی ہیں لیکن تعلیق وتفویض طلاق کی شرط معتبر اور صحیح ہوتی ہے کما علم مما مر ۱۲ منہ ؛

[3] اور اگر اس سے بھی زیادہ احتیاط مطلوب ہو تو یہ جملہ بھی بڑھالیں (اور وہ دونوں آدمی طلاق کو مناسب بھی کہیں) ۱۲ منہ

آدمی تسلیم کریں کہ تکلیف شدید ہے۔
لیکن عورت کو اس کے بعد بھی چاہیئے کہ طلاق واقع کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ اطمینان کے ساتھ سوچ سمجھ کر کام کرے اور تین باتوں کا ضرور التزام کرے۔
اوّل یہ کہ فوراً غصہ کے وقت اپنے اس اختیار سے کام نہ لے بلکہ ایک معتد بہ مدت تک غور و خوض کرے جس کی میعاد ایک ہفتہ سے کم نہ ہو۔
دوسرے یہ کہ اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کرے۔
تیسرے یہ کہ سنت کے موافق استخارہ کرے اور ویسے بھی دعا کرے کہ اللہ تعالےٰ میرا دل ایسے کام کی طرف پھیر دے جو میرے لئے دین و دنیا میں بہتر ہو اس تمام کوشش کے بعد جو کچھ دل میں آئے اوس پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ اس طرح پر وہ خطرہ نہ ہوگا جو تفویض مطلق کی صورت میں ہوتا ہے فقط واللہ اعلم۔

تنبیہ ضروری

تعلیق مذکور میں اگرچہ چاہے کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہیئے ورنہ یہ تفویض خاص اوس مجلس[عہ] کے ساتھ مقید ہو جاویگی جس میں وہ شرط واقع ہو اور اوس مجلس کے ختم ہو جانے کے بعد عورت کو اختیار طلاق کا باقی نہ رہیگا اور اختیار کو اس قدر محدود کر دینا مناسب نہیں اسی طرح لفظ جب کبھی چاہے بھی شرط میں استعمال نہ کیا جاوے۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے (حتی کہ اعادہ نکاح کے بعد بھی) اوس کو

ف کیونکہ طلاق میں جلدی کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک مباح چیزوں میں مبغوض ترین طلاق ہے (رواہ ابوداؤد) ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت بلاضرورت اپنے خاوند سے طلاق مانگے اوس پر جنت کی بو حرام ہے (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی) ۱۲ منہ ؒ

عہ یہ جب ہے کہ اوس شرط کے تحقق کو عورت نے خود دیکھا ہو اور اگر خود نہیں دیکھا تو پھر اوس مجلس کا اعتبار ہوگا جس میں اس کو خبر ہوئی ہو قال صاحب الدر المختار فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا ب[مشافہۃ] او اخبارا (داوائل تفویض الطلاق) پس اگر خبر ملنے کے بعد اتنی تاخیر کی کہ مجلس بدل گئی تو اب اختیار باقی نہیں رہا۔ اور اگر عورت یہ عذر کرے کہ مجھ کو اوس خبر پر اطمینان نہ ہوا تھا تو اوس میں تفصیل ہے بوقت ضرورت شامی جلد چہارم مسائل شتی کتاب القضا میں ملاحظہ فرماویں ۱۲ منہ

سہ اس کو تنبیہ کا جزو اس واسطے بنایا گیا ہے کہ جب کبھی کا لفظ استعمال کرنے سے اعادۂ نکاح کے بعد بھی النکاح شرائط کی پابندی ضروری رہے گی اگر تجربہ کی بنا پر زوجین شرائط میں سے کسی شرط کو موقوف کرنا چاہیں تو یہ نہ ہو سکے گا ۱۲ منہ ؒ

اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار رہے گا جب تک کہ تین طلاق پوری نہ ہوجاویں اور ایسا اختیار عورت کو دینا ضرورت سے زائد اور مصلحت کے خلاف ہے بلکہ ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن سے نہ تو ایسی تنگی لازم آئے کہ تفویض مقید بالمجلس ہوجائے اور نہ اتنی وسعت ہو کہ عورت کو تینوں طلاقیں واقع کرلینے کا اختیار ملجائے اسی لئے ہم نے کابین ناموں میں اور گذشتہ مثالوں میں ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو باتفاق محاورات فریقین کی رعایت اور مصلحت پر مشتمل ہیں اون الفاظ سے صرف ایک ہی مرتبہ طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگا مگر وجود شرط کی مجلس کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ اور اردو کے محاورات مختلف ہونے کی وجہ سے تمام الفاظ شرط کا حکم منضبط نہ ہوسکا اس واسطے الفاظ عربیہ کی تفصیل نقل کرتے ہیں تاکہ اہل علم بوقت ضرورت اس تفصیل میں اور متکلم کے محاورہ میں بغور تطابق کرکے بقیہ الفاظ شرط کا حکم متعین کرسکیں اور عوام کو لازم ہے کہ جو الفاظ ہم نے تجویز کئے ہیں اون کی رعایت رکھیں اور اگر ان کے سوا کسی لفظ کا حکم معلوم ہونے کی ضرورت پیش آجاوے تو علمائے کرام سے دریافت کریں صرف اپنی زبان دانی پر بھروسہ کرکے خود فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

والتفصیل ما فی العالمگیریۃ من الجوھرۃ النیرۃ اذا قال لہا طلقی نفسك سواء قال لہا ان شئت اولا فلہا ان تطلق نفسہا فی ذلك المجلس خاصۃ (صفحہ ۸۶ جلد ۲)

وفیہ ایضا ان قال لہا طلقی متی شئت فلہا ان تطلقہا فی المجلس وبعدہ ولہا المشیتہ مرۃ واحدۃ وکذا قولہ متی ما شئت واذا ما شئت ولو قال کلما شئت کان ذلك لہا ابدًا حتی یقع ثلاث کذا فی السراج الوہاج (الباب الثالث فی تفویض الطلاق فصل المشیتہ ص ۸۸ ج ۲)

وفی البحر الرائق فصل الامر بالید (صفحہ ۳۱۸ جلد ۳) واطلق الامر بالید فشمل المنجز والمعلق اذا وجد شرطہ ومنہ ما فی المحیط لو قال ان دخلت الدار فامرك بیدك فان طلقت نفسہا کما وضعت القدم فیہا طلقت لان الامر فی یدھا وان طلقت بعد ما مشت خطوتین لم تطلق لانہا طلقت بعد ما خرج الامر من یدھا۔

تنبیہ دوم

شوہر کو تفویض طلاق کے بعد اوس تفویض سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا بلکہ تفویض طلاق کے بعد عورت طلاق کی مالک ہوجاتی ہے اس لئے شرائط میں مرد کو غور و خوض اور اہلِ علم و فہم سے مشورہ کرلینا ضروری ہے ورنہ بعد میں پریشانی و پشیمانی ہوگی۔

لما فی العالمگیریۃ ولیس للزوج ان یرجع فی ذلک ولا ینہاھا عما جعل الیہا ولا یفسخ کذا فی الجوہرۃ (عالمگیری ص۵۳ ج۲)۔

وفی الدر المختار من فصل المشیۃ کتاب الطلاق ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلاثۃ لما فیہ من معنی التعلیق قال الشامی قولہ الثلاثۃ ای التخییر والامر بالید والمشیۃ اھ۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

تکملہ

عوام کی سہولت کے لئے ہم نے تمام امور گذشتہ کی رعایت کرکے تفویض طلاق کے متعلق کابین نامہ کا ایک مضمون بھی لکھدیا ہے جس پر نکاح سے قبل دستخط ہوجانا شرعاً معتبر ہے یہ مضمون تو بعینہ رکھا جاوے اور شرائط جو فریقین میں طے ہوجائیں وہ اس کے بعد درج کرلیں۔

ف مرد کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط لگائے۔ اگر یہ شرط طے ہوجائے تو اس کو بڑھانے کا موقع یہ ہے کہ کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے۔

"اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرلے" اس سے پیشتر یہ لفظ لکھے جاویں "مہر معاف کرکے اپنے اوپر الخ"

فی البحر الرائق (ص۳۱۹ ج۳) قال لہا امر ثلاث تطلیقات بیدک ان ابرأتنی عن مہرک (الی قولہ) ان قدمت الابراء وقع وان لم تبرئہ عن المہر لا یقع لان التوکیل کان بشرط الابراء اھ ۱۲ منہ۔

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد منکہ   پسر   قوم   ساکن

ضلع   کا ہوں میرا نکاح سماۃ   دختر   قوم

ساکن   ضلع   کیساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر   روپیہ

سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے لہذا میں بدرستی ہوش و حواس بلا کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل اقرارنامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور درصورت عدم پابندی سماۃ موصوفہ بالا کے لئے رہائی کی صورت ہوسکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط مندرجہ ذیل کا پابند رہونگا اور بغرض اطمینان لکھتا ہوں کہ اگر میں سماۃ مذکورہ سے نکاح کروں اور نکاح کرنے کے بعد شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو اوسکے بعد سماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اوسی وقت یا پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائنہ واقع کرکے اس نکاح سے الگ ہوجاوے شرائط یہ ہیں۔

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھواکر دیکھنے / سننے کے بعد آج بتاریخ   ماہ   سنہ

دستخط / نشان انگشت کرتا ہوں ؂

العبد   گواہ شد   گواہ شد

اس کابین نامہ میں تو محض اس کی رعایت کی گئی ہے کہ شرعاً جائز اور معتبر ہوجاوے لیکن اس کی روسے ایک مرتبہ شرط کے خلاف ورزی ہونے کے بعد عورت کو ایک طلاق کا مطلق اختیار ملجاویگا اور ضروری مشورہ کے عنوان سے ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ عورت کو مطلقاً اختیار دیدینا مناسب نہیں ہے اس واسطے ایک دوسرا مضمون بھی لکھا جاتا ہے تاکہ جو شخص اوس ضروری مشورہ پر عمل کرنا چاہے وہ اس طرح کابین نامہ لکھوا

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد منکہ .... پسر .... قوم .... ساکن .... ضلع ....

کا ہوں میرا نکاح سماۃ .... دختر .... قوم .... ساکن .... ضلع ....

کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر .... روپیئے سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے لہٰذا میں

بدرستی ہوش وحواس بلا کسی جبر واکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں

اور در صورت عدم پابندی سماۃ مذکورہ کے لیئے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب

تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط مندرجہ ذیل کا پابند رہونگا اور بغرض اطمینان لکھے دیتا

ہوں کہ اگر میں سماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو نکاح کرنے کے بعد جب کبھی اوس کو اس نکاح میں

رکھتے ہوئے شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں اور اوس خلاف شرط ہونے کو عہ

. . . .

. . . .

اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم عتہ کرلیں تو اسکے بعد سماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اوسیوقت یا خلاف شرط تسلیم ہوجانے سے ایک ماہ تک کسیوقت سعہ اگر چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرکے اس نکاح سے الگ ہوجاوے اور جب کبھی کسی شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو ہر بار ایک ایک ماہ کے لئے اختیار حاصل ہوتا رہیگا مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے اگر کسی طرح فرقت اور علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اوسکے بعد یہ اختیار اور شرائط نہیں بلکہ اوسوقت جو کچھ دوبارہ طے ہوجاوے اوسکے موافق عملدرآمد ہوگا۔

شرائط یہ ہیں للعہ۔

. . . .

. . . .

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر دیکھنے کے بعد آج بتاریخ .... ماہ .... سنہ .... دستخط / نشان انگشت کرتا ہوں۔

العبد .... گواہ شد .... گواہ شد ....

دونوں کابین ناموں میں فرق

یہ ہے کہ پہلے کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ کسی شرط کے خلاف عملدرآمد کرنیسے عورت کو ہمیشہ کیلئے اختیار ملجاویگا جسکا خلاف مصلحت ہونا ضروری مشورہ میں گذر چکا۔ اور دوسرا کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ خلاف ورزی سے صرف ایک ماہ کیلئے اختیار رہیگا اور پھر اگر کبھی کسی شرط کی خلاف ورزی ہوئی تو پھر مکرر اختیار ایک ماہ کیلئے ملجاویگا اور ہر مرتبہ خلاف کرنیسے اسیطرح اختیار ملتا رہیگا مگر اس امر میں ہر دو کابین نامہ مشترک ہیں کہ ایک مرتبہ عورت بائنہ ہوجاوے تو اوس کے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلاف شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

عہ مناسب ہے کہ اس جگہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کرکے لکھدیئے جائیں کیونکہ دو چار کا نام لکھنے میں ممکن ہے کہ بوقت ضرورت اون میں سے کوئی بھی موجود نہ رہے اور زیادہ آدمیوں میں یہ احتمال بعید ہے ۱۲ منہ

عتہ زیادہ احتیاط درکار ہو تو تسلیم کرلیں کے بعد یہ جملہ بھی لکھدیا جاوے (اور وہ دونوں صاحب عورت کیلئے علیحدگی کو مناسب بھی قرار دیں) ۱۲ منہ

سعہ اس صورت میں ہر مرتبہ خلاف شرط کرنیسے عورت کو مکرر اختیار حاصل ہوتا رہیگا مگر ہر مرتبہ صرف ایک ماہ تک باقی رہیگا ۱۲ منہ

للعہ } جو شرائط طے ہوں اون میں اہل فہم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا مناسب ہے و نیز وکلاء سے بھی کہ یہ شرائط قانون میں معتبر ہیں یا نہیں اور کابین نامہ کی رجسٹری ہوجائے تو بہتر ہے ۱۲ منہ

جزو دوم

تفریق بین الزوجین بحکم حاکم

مشتمل بر چند مسائل ضروریہ

حکم زوجۂ عنین[1] - و زوجۂ مجنون[2] - و زوجۂ مفقود[3] - و زوجۂ حاضر متعنت[4] و زوجۂ غائب غیر مفقود[5]

(اول[6] از فقہ حنفی وبقیہ از فقہ مالکی)

مُقدمہ

دربیان حکم قضائے قاضی درہندوستان ودیگر ممالک غیر اسلامیہ

اس جزو دوم کے تمام مسائل میں قضائے قاضی شرط ہے یعنی عورت یا اوس کے اولیا طلاق یا فسخ نکاح میں خود مختار نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور قاضی باضابطہ تحقیق شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ کرنے کے بعد حکم کرے اس کے بغیر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں بھی فسخ و تفریق[2] نہیں ہوسکتی۔

فائدۃ دافعۃ لشبھۃ فی اشتراط القضاء

اعلموا انہ قد استدل بعض اھل العلم من اقراننا بما ورد فی قضاء تنقیح الحامدیۃ (ص۳۰۲ جلد ۱) من قولہ لان فتوی الفقیہ للجاھل بمنزلۃ حکم القاضی المولی او حکم المحکم الخ علی ان المسائل

---

[1] زوجۂ عنین کے متعلق اصل حکم تفریق کا اور اوسکی تمام شرائط وتفاصیل فقہ حنفی کے مسائل ہیں۔ اور جس جگہ قاضی شرعی موجود نہ ہو وہاں تفریق کرنے کے لیے جماعت مسلمین کو قاضی کے قائم مقام کرنا یہ حکم فقہ مالکی سے لیا گیا ہے مگر اس حکم کی رعایت سے مجموعہ کو فقہ حنفی کا مسئلہ قرار دیدیا گیا اور مجنون وغیرہ کے مسائل ہیں بھی بعض جزئیات فقہ حنفی کے مطابق ہیں لیکن اکثر مسائل فقہ مالکی سے ماخوذ ہونے کے سبب کل کو فقہ مالکی کی طرف منسوب کردیا گیا ہے ۱۲ منہ

[2] ان کے علاوہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جو قضائے قاضی کی محتاج نہیں بلکہ اون ہیں خود بخود نکاح سے علیحدگی ہوجاتی ہے اون میں سے دو صورتیں تو رسالہ ہذا کے ضمیمہ حکم الازدواج میں مفصل لکھی گئی ہیں ایک ارتداد شوہر۔ دوسرے اسلام احد الزوجین لہذا ضمیمۂ موصوفہ کو ضرور ملاحظہ کیا جاوے اور فرقت کی سب صورتیں ایک نظم میں صاحب مہر نے جمع کردی ہیں وہ نظم اس رسالہ حیلۂ ناجزہ کے تتمہ میں درج ہے ۱۲ منہ

التی یشترط فیہا القضاء من خیار الفسخ بالبلوغ وعدم الکفاءۃ وغیرہا یکفی فیہا فتوی المفتی ویقوم مقام القضاء۔ فانہ یستفاد من ظاہرہ ان فتوی الفقیہ یقوم مقام قضاء القاضی فی عامۃ القضایا۔ وانت تعلم انہ لوکان کذلک لتعطلت ابواب القضاء قاطبۃ ولم یبق لاشتراط القضاء فی کثیر من الاحکام معنیً ولم یتحقق فی احکام القضاء والدیانۃ فرق فان حکم الدیانۃ ہو الفتوی کما لایخفی علی من لہ ادنی مسکۃ بالفر.

فتبین ان اجراء ہذا القول علی العموم ہدم لشطر من ابواب الفقہ وحینئذ فلا یُظنُّ بمن لہ ادنی مناسبۃ بالفقہ ان یتخذ ہذہ المقالۃ عقبۃ یلجأ الیہا للتخلص عن مضایق القضاء فالحق الحقیق الذی لایجوز المحید عنہ ان الفتوی درجتہا درجۃ الرأی والاجتہاد فیلزم الجاہل العمل بالفتوی فیما یلزم صاحب الرأی والاجتہاد العمل برأیہ واجتہادہ فیہ ولیست الفتوی بمنزلۃ القضاء لان القضاء لہ ارکان منہا الحاکم وقد صرح الفقہاء بحصرہ فی الوالی والقاضی والمحکم فلا یجوز للجاہل العمل بالفتوی فیما لایجوز لصاحب الرأی العمل برأیہ بدون القضاء فافہم۔

وحینئذ یجب تاویل القول المذکور المروی بصیغۃ التمریض وتوجیہہ بما لایخالف القواعد وان لم یسمع التاویل وجب ردّہ **فنقول** فی توجیہ العبارۃ وعلی اللّٰہ التوکل وبہ الثقۃ ان المغلطۃ انما نشأت من عدم النظر الی السیاق والسیاق ومن راجع اصل الکتاب وامعن النظر فی سیاقہا وسباقہا لم یشک فی ان غرضہم منہا بیان مسئلۃ جزئیۃ لاعموم لہا ولہذا رأینا ان نجمع بعض عبارات الکتب الفقہیۃ التی وردت فیہا امثال ہذہ العبارات لیتجلی لک جلیۃ الامر وحقیقتہ۔

(۱) ففی کتاب الدعوی من الخانیۃ (فصل فیما یقضی فی المجتہدات صلا جلد۳)۔ وقد روی عن اصحابنا ماہو اوسع من ہذا وذلک لما روی عنہم انہ لو استفتی صاحب الحادثۃ عن ہذا فقیہا عدلا من اہل الفتوی فافتاہ ببطلان الیمین وسعہ ان یأخذ بفتواہ یمسک المرأۃ وعنہم ان صاحب الحادثۃ لو استفتی فقیہا فافتاہ ببطلان الیمین وسعہ ان یمسکہا فان تزوج اُخری بعدہا وقد کان حلف بلفظ کل امرأۃ یتزوجہا فاستفتی فقیہا آخر مثل الاول فافتاہ بصحۃ الیمین ووقوع الطلاق المضاف علیہا فانہ یفارق الثانیۃ ویمسک الاولی لان فتوی الفقیہ للجاہل بمنزلۃ

حکم القاضی المولی او حکم المحکم انتہی۔

(۲) وفی الدر المختار من تعلیق الطلاق فی مطلب فسخ الیمین المضافۃ ما نصہ و فی المجتبی عن محمد رح فی المضافۃ لا یقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وھو قول الشافعی رح وللحنفی تقلیدہ بفسخ قاض بل محکم بل افتاء عدل وبفتوتین فی حادثتین انتہی۔

(۳) قال العلامۃ الشامی علی الدر وفی البحر عن البزازیۃ وعن اصحابنا ماھو اوسع من ذلک وھو انہ لو استفتی فقیھا عدلا فافتاہ ببطلان الیمین حل لہ العمل بفتواہ وامساکھا (شامی ص۶۵۳ ج ۲)۔

(۴) وفی تنقیح الحامدیۃ۔ رجل حلف بطلاق امرأۃ ان تزوجھا فتزوجھا وحکّما رجلاً لیحکم بینھما فی الطلاق المضاف فحکم ببطلان الیمین اختلف المشایخ فیہ۔ (الی قولہ) وذکر شمس الائمۃ الحلوانی ان حکم المحکم فی المجتھدات نحو الکنایات والطلاق المضاف جائز فی ظاھر المذھب عن اصحابنا قال الا ان ھذا مما یعلم ولا یفتی بہ۔ (الی قولہ) وقد روی عن اصحابنا رحمھم اللہ ما ھو اوسع من ھذا وذلک انہ روی عنھم انہ لو استفتی صاحب الحادثۃ عن ھذا فقیھا فافتاہ ببطلان الیمین وسعہ ان یمسکھا (الی قولہ) لان فتوی الفقیہ للجاھل بمنزلۃ حکم القاضی المولی او حکم المحکم (تنقیح الحامدیہ ص۳۰۲ ج ۱) ففی ھذہ العبارات قرائن عدیدۃ ترشد الطالب الی ما قلنا۔ منھا انھم کلھم اوردوا ھذہ الجملۃ فی فسخ الیمین المضافۃ و تحقیق حکمہ لا مطلقًا ولو کان ضابطۃ کلیۃ تعم الحوادث والقضایا عامۃ لاوردوھا واستعملوھا فی سائر الابواب وعامۃ القضایا۔ ومنھا انھم قیدوہ بالجاھل ولو کان الفتوی بمنزلۃ القضاء فی سائر الاحکام لما کان لھذا القید معنی فان القضاء کما ینفذ علی الجاھل کذلک ینفذ علی العالم والمجتھد۔ فغرضھم منہ لیس الا جواز العمل للعامی علی مذھب الغیر بفتوی المفتی کما انہ یحل لہ العمل علیہ بقضاء القاضی غیر ان المفتی اذا افتی بمذھب الغیر فی حادثۃ لزمہ ان یتتبع جمیع شرائط الحکم بذلک المذھب۔ فان کان الحکم فی ذلک المذھب غیر مشروط بالقضاء کفی للعامی العمل علیہ بمحض الفتوی من دون ان یحتاج الی قضاء

ع صوابہ لفتوتین فی حادثتین کما نبہ علیہ الشامی ۲/۲۱۱ منہ

القاضی کما فی مسئلتنا فسخ الیمین المضافۃ وجواز الرجعۃ فی کنایات الطلاق فانہ عند الشافعی رح لیس بمشروط بالقضاء فاذا افتی مفت باخذ مذھب الشافعی رح فی ھذہ المسائل حل للعامی العمل علیہ بمجرد الفتوی فکان الفتوی فی امثال ھذہ الاحکام مثل القضاء حیث حل بہ للعامی العمل بمذھب الغیر وھو المراد بقولھم ان فتوی الفقیہ للجاھل بمنزلۃ حکم القاضی المولی الخ یعنی فی امثال ھذہ المسئلۃ من المجتہدات مما لا یشترط فیہ القضاء ۔ واما ان کان الحکم فی ذلک المذھب مشروطاً بالقضاء کما فی مسئلۃ المفاقید والغیب والمتعنتین فی النفقۃ و امثالھم فلو افتی مفت فی امثالھا بمذھب الغیر لم یجز للعامی العمل علیہ الا باستجماع شرائط ذلک المذھب ومنھا قضاء القاضی ۔

ویؤید ما قلنا ما فی الفتاوی المھدیۃ لمولانا الشیخ محمد العباسی الحنفی مفتی الدیار المصریۃ حیث قال قولھم ان فتوی الفقیہ للجاھل بمنزلۃ حکم القاضی المولی او حکم المحکم ۔ ذلک معناہ ان الفتوی بمنزلۃ ما ذکر فی ایجاب العمل بھا فی حق المستفتی لنفسہ بدلیل قولھم فی عبارۃ اُخری ان قول المفتی فی حق الجاھل بمنزلۃ رأیہ واجتہادہ وتصریحھم فیھا ان ذا الرأی یتبع رأی القاضی اذا قضی لہ او علیہ بخلاف رأیہ ۔ ثم ساق کلام شمس الائمۃ الذی قدمناہ من تنقیح الحامدیۃ الی ان قال) فقولہ فیھا وسعہ ان یمسکھا دلیل علی کون ذلک الحکم دیانۃ الخ (فتاوی مہدیہ کتاب الطلاق مطلب من طلق زوجتہ بالحرام ثم راجعھا صـ۲۲۴ وصـ۲۲۵ جلد اول) ھذا ما سنح لنا واللّٰہ سبحانہ اعلم ۔

قلت وبھذا اتضح جواب ما فی بحث رویۃ الھلال من عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ ما نصہ والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیھا قائم مقامہ (یعنی القاضی) فانہ ایضا مختص بمورد کلامہ یعنی فی فصل رؤیۃ الھلال التی لا یشترط فیھا القضاء لا عامۃ القضایا کما لا یخفی علی المتدبر ھذا ھو الصواب وبید اللّٰہ الامر والیہ المآب فی کل باب ۔

اور ہندوستان میں بحالت موجودہ چونکہ عام طور پر قاضی شرعی کا وجود نہیں اس لئے ان مسائل کے بیان کرنے سے پہلے ایسی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں جو ہندوستان میں میسر ہوسکتی ہیں ۔

ہندوستان کی جن ریاستوں میں قاضی شرعی موجود ہیں وہاں تو معاملہ سہل ہے اور گورنمنٹی علاقوں میں جہاں قاضی شرعی نہیں اون میں وہ حکام جج مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو اُنکا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ کما فی الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کنندہ حاکم غیر مسلم ہو تو اوس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے اوس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم کما ھو مصرح فی جمیع کتب الفقہ حتی کہ اگر روداد مقدمہ غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا اسی طرح اگر عنین وغیرہ کو مہلت تو مسلمان حاکم نے دی لیکن تفریق سے قبل دوسرا غیر مسلم حاکم آگیا اور اوس نے تفریق کردی یا بالعکس تو وہ تفریق صحیح نہ ہوگی کیونکہ جس طرح فیصلہ کے لئے اہلیت قضا شرط ہے اور نا اہل کا فیصلہ غیر معتبر ہے اسی طرح نا اہل کے سامنے شہادت بھی ناکافی ہے اور ضروری ہے کہ جو قاضی فیصلہ کرے یا تو اوسی کے سامنے شہادت ہو یا کوئی دوسرا قاضی جس کے سامنے شہادت گذری ہے وہ باضابطہ (یعنی کتاب القاضی کے جو شرائط ہیں اونکے موافق) قلمبند کرکے فیصلہ کنندہ قاضی کے پاس حسب شرائط پہنچادے ان دو صورتوں کے علاوہ قاضی کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ جزئیات مرقومۃ الذیل سے واضح ہوتا ہے۔

فی البحر الرائق (ص۔ج ۷) ولو جاء المدعی من القاضی برسول ثقۃ مامون عدل الی قاض آخر لا یقبل لانہ لا یزید علی ان یأتی القاضی بنفسہ ویخبرہ وھو فی غیر ولایتہ کواحد من الرعایا بخلاف کتابہ لانہ کالخطاب من مجلس قضائہ اھ وفیہ ایضا عن السراج الوھاج ولو شہد شہود بحق ثم مات القاضی المشہود عندہ وولی قاض آخر لو ینفذ تلک الشہادۃ حتی تعاد اھ (ص۔ج ۷) اور نائب قاضی اگر روداد مرتب کرے تو اوس میں تفصیل ہے کما فیہ ایضاً (ص ۷ ج ۷) مانصہ وفی ادب القاضی للصدر الشہید النائب یقضی بما شہد واعند الاصل وکذا الاصل یقضی بما شہد واعند النائب اھ الی ان قال بعد نقل جزئیات تخالف بعضہا بعضا فالحاصل ان القاضی اذا ولی الخلیفۃ القضاء عمل بقولہ وان ولاہ سماع الدعوی والشہادۃ فقط لا یعمل بقولہ فلا تناقض کما لا یخفی الخ۔

اور اگر فیصلہ کسی جماعت کے سپرد کیا جاوے جیسا کہ بعض مرتبہ ججوں کی جوری کے سپرد ہو جاتا ہے یا بینچ میں پیش ہوتا ہے یا چند اشخاص کی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے تو اس صورت میں اون سب ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اوس کا رکن ہو تو شرعاً اوس جماعت کا فیصلہ کالعدم و غیر معتبر ہوگا یعنی نہ اوس سے تفریق وغیرہ ہرگز صحیح نہ ہوگی۔

جماعت مسلمین کا حکم

اور جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لیجانیکا قانوناً اختیار نہ ہو یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں فقہ حنفی کے مطابق تو عورت کی علیحدگی کے لئے بغیر خاوند کی طلاق وغیرہ کے کوئی صورت نہیں اور حتی الوسع لازم ہے کہ خلع وغیرہ کی کوشش کرے۔ **لیکن** اگر خاوند کسی طرح نہ مانے یا بوجہ مجنون یا لاپتہ ہونے کے اوس سے خلع وغیرہ ممکن نہ ہو اور عورت کو صبر کی ہمت نہ ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجایش ہے کیونکہ مالکیہ کے مذہب میں قاضی وغیرہ نہ ہونے کی حالت میں یہ صورت بھی جائز ہے کہ محلہ کے دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت جن کا عدد کم از کم تین ہو پنچایت کرے اور واقعہ کی تحقیق کرکے شریعت کے موافق حکم کردے تو یہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ صرح بذلک العلامة الصالح التونسی مفتی المالکیة فی المسجد النبوی بالمدینة المنورة فی فتواه الملحقة بهذه الرسالة فی الروایة السابعة عشر

پنچایت سے متعلق فائدہ ... تنبیہات کا ملاحظہ ... ۱۲ منہ

اور ضرورت شدیدہ اور ابتلائے عام کے وقت حنفیہ کے نزدیک دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کرکے اوس پر فتوی دیدینا بھی جائز ہے لیکن عوام کو خود اپنی رائے سے جس مسئلہ میں چاہیں ایسا کر لینے کی اجازت نہیں بلکہ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ و ذلک لما صرح به العلامة الشامی فی رسالته شرح المنظومة فی رسم المفتی وقد مر نصه فی تمهید هذه الرسالة

اور اس زمانہ میں احتیاط اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب تک محقق و متدین علمائے کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا تحقق تسلیم کرکے دوسرے امام کے مذہب پر فتوی نہ دیں اوس وقت تک ہرگز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑے کیونکہ مذہب غیر کو لینے کے لئے یہ شرط ہے کہ

عہ مگر یہ صورت طلاق وغیرہ کی جب ہو سکتی ہے جبکہ خاوند عاقل بالغ ہو اور مفقود نہ ہو کیونکہ مجنون و نابالغ سے طلاق وغیرہ صحیح نہیں اور مفقود سے انکی تحصیل متصور ہی نہیں ۱۲ منہ

عہ اما التحکیم ففی بعض مسائل الباب لا یصح اصلا و فی البعض یصح ولکن لا یفتی به لما قال صاحب الهدایة وغیره من انه لا یفتی به فی النکاح والطلاق وغیرهما لکیلا یتجاسر العوام فلذا ترکناه ۱۲ منه

اتباع ہوی کی بنا پر نہ ہو بلکہ ضرورت داعیہ کی وجہ سے ہو اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علماء اہل بصیرت ضرورت سمجھیں و نیز یہ بھی ضروری ہے کہ فتوی دینے والا ایسا شخص ہو جس نے کسی ماہر اُستاذ سے فن کو حاصل کیا ہو اور اہل بصیرت اوس کو فقہ میں مہارت تامہ حاصل ہونے پر شہادت دیتے ہوں لما قال الشامی فی عقود رسم المفتی فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتہاد وھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیہ معرفۃ المسائل بشروطہا وقیودھا التی کثیرا ما یسقطونہا ولا یصرحون بہا اعتمادا علی فہم المتفقہ وکذا لابد من معرفۃ عرف زمانہ واحوال اھلہ والتخرج فی ذلک علی استاذ ماھر الخ (ص۳۶)۔

یعنی متقدمین نے مفتی ہونے کے لئے اجتہاد کی شرط لگائی ہے اور یہ اس زمانہ میں مفقود ہے پس کم از کم اوس میں یہ شرط تو ضرور رہیگی کہ مسائل سے اون کی شروط و قیود سمیت واقف ہو جنکو فقہاء اکثر چھوڑ دیتے ہیں اور اہل فن کے فہم پر بھروسہ کیوجہ سے بالتصریح بیان نہیں کرتے اور اسی طرح مفتی کے واسطے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کے عرف اور اہل زمانہ کے احوال سے بخوبی واقف ہو اور کسی ماہر استاذ سے فتوی دینے کا طریقہ بھی حاصل کیا ہو (الی آخرہ) اور اس زمانہ پُرفتن میں یہ دونوں باتیں جمع ہونا یعنی کسی ایک شخص میں تدین کامل و مہارت تامہ کا اجتماع نایاب ہے۔ اسی لئے اس زمانہ میں اطمینان کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ کم از کم دو چار محقق علماءِ دین کسی امر میں ضرورت[ع] کو تسلیم کر کے مذہب غیر پر فتوی دیں بدون اس کے اس زمانہ میں اگر اقوال ضعیفہ اور مذہب[ع] غیر کو لینے کی اجازت دیجاوے تو اوس کا لازمی نتیجہ ہدم مذہب ہے کما لا یخفی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

فائدہ مہمہ

علامہ شامی رحمہ نے اپنے رسالہ شفاء العلیل میں استیجار علی التلاوۃ کی ممانعت پر دلائل قائم

عہ اسی لئے جب ہم نے اس رسالہ میں چند مسائل مذہب مالکیہ سے لینے کی ضرورت سمجھی تو صرف اپنی رائے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسودہ تیار کر کے حضرات علماء دیوبند و سہارنپور کی خدمت میں بغرض استصواب بھیجا گیا اون حضرات نے جس اہتمام کیساتھ جمع ہو کر اسپر نظر غائر فرمائی ہے ایسا اتفاق شاید ہی کسی مسئلہ میں پیش آیا ہو یہاں تک کہ اس اہم کام کیوجہ سے ان حضرات نے چند بار اپنے اور مدرسہ کے مشاغل ضروریہ کا حرج کثیر بھی گوارا فرمایا آخر کار کئی مرتبہ باہمی مراجعت کے بعد جب سب حضرات نے بالاتفاق تصدیق فرمائی تب اس کو شائع کیا گیا ۱۲ منہ ۞

عہ ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر کسی جگہ مالکی قاضی بھی ہو یا جہاں بالکل قاضی نہیں اگر وہاں مالکی لوگوں کی پنچایت ہو تو حنفی قاضی اور حنفی پنچایت کی طرف رجوع نہ کیا جاوے اور اگر کوئی رجوع کرے تو اون کو مالکی مذہب پر فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مالکی قاضی یا مالکی پنچایت میں معاملہ بھیجدیا جاوے ۱۲ منہ ۞

کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے۔

قلت فثبت بما قلناه عدم جواز الاستیجار علی الحج کغیرہ من الطاعات سوی ما مر وممن صرح بذلک صاحب الهدایة والکنز والمجمع والمختار والوقایة وغیرهم نصوا علی ذلک فی کتاب الاجارة ثم استثنوا تعلیم القرآن من الطاعات وبعضهم استثنی ایضا تعلیم الفقه والامامة والاذان والاقامة کما علمت ذلک مما نقلناه عن المتون وغیرها وهذا من اقوی الادلة علی ما قلنا من ان ما افتوا به لیس عاما فی کل طاعة بل هو خاص بما نصوا علیه مما وجد فیه علة الضرورة والاحتیاج فان الاستثناء من ادوات العموم کما تقرر فی الاصول وحیث نصوا علی ان مذهب ائمتنا الثلثة المنع مطلقاً مع وضوح الادلة علیه واستثنی بعض المشائخ اشیاء وعللوا ذلک بالضرورة المسوغة لمخالفة اصل المذهب کیف یسوغ للمقلد طرد ذلک والخروج عن المذهب بالکلیة من غیر حاجة ضروریة۔ علی انه لو ادعی احد الحاق ما فیه ضرورة غیر ما نصوا علیه به قلنا ان نمنعه وان وجدت فیه العلة الا ان یکون من اهل القیاس فقد نص ابن نجیم فی بعض رسائله علی ان القیاس بعد الاربعمائة منقطع فلیس لاحد ان یقیس مسئلة علی مسئلة فما بالک بالخروج عن المذهب فعلی المقلد اتباع المنقول ولهذا الو نراحدا قال بجواز الاستیجار علی الحج بناء علی ما افتی به المتأخرون (ص۶۳ ج۱) اس میں من غیر حاجة ضروریة تک سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے مذہب پر عمل جائز ہے اور اوس ضرورت میں یہ قید نہیں کہ اوسکا تحقق کب ہوا ہے بلکہ علی الاطلاق ضرورت کا لفظ استعمال کیا ہے جو عام ہے ہر ضرورت کو خواہ وہ کسی زمانہ میں پیدا ہوئی ہو جیسا کہ علامہ نے عقود رسم المفتی میں بھی ضرورت کو عام رکھا ہے بلکہ اوس میں صفحہ ۴۵ پر فہذا کلها قد تغیرت احکامها لتغیر الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال الخ کے بعد جو تحریر فرمایا ہے (فان قلت) العرف یتغیر مرة بعد مرة فلو حدث عرف آخر لو یقع فی الزمان السابق فهل یسوغ للمفتی مخالفة المنصوص واتباع العرف الحادث (قلت) نعم فان المتأخرین لم یخالفوا الا لحدوث عرف بعد زمن الامام فللمفتی اتباع عرفه الحادث فی الالفاظ العرفیة وکذا فی الاحکام التی بناها المجتهد علی ما کان فی عرف زمانه وتغیر عرفه الی عرف آخر اقتداء بهم لکن بعد ان یکون المفتی ممن

لہ رأی صحیح و معرفۃ بقواعد الشرع حتی یمیز بین العرف الذی یجوز بناء الاحکام علیہ و بین غیرہ فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتہاد و ھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیہ معرفۃ المسائل (الی آخر ما مر)۔

اس میں تصریح ہے کہ اس زمانہ میں بھی تغیر زمان ضرورت جدیدہ کی وجہ سے ہو جاوے تو اہل فتوی کو مذہب غیر پر فتوی دینا جائز ہے۔

مگر علی انہ لو ادعی احد الخ سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ افتاء بمذہب الغیر مخصوص تھا زمانۂ اجتہاد کے ساتھ جو چوتھی صدی پر ختم ہو چکا پس چوتھی صدی کے بعد خواہ کیسی ہی ضرورت شدیدہ اور حالت اضطرار پیش آجاوے مگر جس مسئلہ میں زمانۂ اجتہاد کے مشائخ نے مذہب غیر کو اختیار نہیں فرمایا اوس مسئلہ میں بعد کے علماء کو مذہب غیر پر فتوی دینا جائز نہیں، مقصود ان حضرات مستدلین کا یہ ہے کہ اس رسالہ میں جو مذہب مالکیہ کے مسائل لکھے گئے ہیں اون میں اکثر مسائل ایسے ہیں جنکو زمانۂ مذکورہ میں کسی حنفی مجتہد نے نہیں لیا اس واسطے ہم کو ان پر فتوی دینے کا اختیار نہیں ہے سو اس کا جواب **اولاً** تو یہ ہے کہ خود علامہ شامی ہر زمانہ میں اس کے جواز کی تصریح فرما چکے (جیسا کہ عبارت مذکورہ بالا از عقود رسم المفتی سے واضح ہے) اور قاعدہ ہے الحکم المذکور فی بابہ اولی من المذکور فی غیر بابہ تو پھر اگر اس عبارت مبحوث فیہا سے عدم جواز بھی ثابت ہو جاوے تب بھی قابل تسلیم نہیں۔

ثانیاً یہ کہ اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کو لیکر اوسی چیز کے جواز پر فتوی ہو سکتا ہے جس کا جواز مذہب غیر میں منصوص ہو غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ منصوص سے مذہب الغیر پر قیاس کرکے کسی ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو دوسرے مذہب میں منصوص نہ ہو اور پھر ضرورت کی وجہ سے اوس اپنے مستخرجہ جواز پر فتوی دے جیسا کہ بعض لوگوں نے علامہ شامی کے زمانہ میں ضرورت کا دعوی کرکے تلاوت قرآن علی القبر وغیرہ کی اجرت کو جائز کہا تھا قیاساً علی جواز تعلیمہ المنصوص فی مذہب الامام مالک والشافعی اور اس مقام پر علامہ کا اصل مقصود اسی قیاس فاسد کو رد کرنا ہے حاصل رد یہ ہے کہ اولاً استیجار علی التلاوۃ کی ضرورت غیر مسلم جو خروج عن المذہب کو جائز کرنے والی ہے اور اگر بالفرض ہم اس کی ضرورت کو تسلیم بھی کرلیں تب بھی جائز نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی مذہب میں بھی اوس کا جواز منصوص نہیں اور تعلیم جو منصوص ہے اوس پر اہل زمانہ کے لئے

عـہ جیسا کہ خود اپنے مذہب کے مسائل پر قیاس کرنیکا حق نہیں ہے ۱۲ منہ عـہ کما قال العلامۃ ایضاً

بوجہ غیر مجتہد ہونے کے تلاوت کو قیاس کرنے کا حق نہیں ہے اگرچہ ایصال نفع بجناب الی الغیر تلاوت میں بھی موجود ہے جو اصل مسئلہ یعنی رقیہ واردہ فی الحدیث کی علت ہے اور اوسی علت کے سبب امام مالک وشافعی نے تعلیم قرآن کی اُجرت کو جائز قرار دیا ہے اور اسی واسطے قلنا ان نمنعہ کے بعد وان وجدت فیہ العلۃ فرمایا ہے یعنی اگرچہ اصل مسئلہ منصوصہ فی مذہب کی علت بھی پائی جاوے۔ ورنہ اگر وہ مطلب ہوتا جو ان حضرات نے خیال فرمایا ہے تو اس کی جگہ وان مست الیہ الحاجۃ یا وان دعت الیہ ضرورۃ وغیرہ فرمانا مناسب تھا کیونکہ علت کی ضرورت قیاس المسئلۃ علی المسئلۃ میں ہے پس روح اس جواب ثانی کی یہ ہے کہ وان وجدت فیہ العلۃ میں علت سے مراد علۃ الحکم فی اصل المسئلۃ المنصوصۃ فی مذہب ہے نہ کہ علۃ الضرورۃ جس کی وجہ سے ان حضرات کو اشکال پیش آیا فافہم حق الفہم۔ اب رہا یہ سوال کہ اس عبارت میں جب دونوں احتمال ہیں تو اون میں سے ایک کو متعین کیسے کہا جاوے۔

اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ احتمال مستدل کو مضر ہوتا ہے ہم چونکہ اس عبارت سے استدلال نہیں کرتے اس لئے دوسرا احتمال بھی ہے تو ہم کو ضرر نہیں پہنچ سکتا بلکہ استدلال کرنے والے وہ حضرات ہیں جو مذہب غیر کا مسئلہ لینے کو محدود کرتے ہیں زمانہ خاص کے ساتھ بس ہم کو ایسا احتمال نکال دینا کافی ہے جس کی عبارت متحمل ہو اور یہ ثابت کرنا کہ اس کا صرف یہی ایک محمل ہے یہ کام حضرات مستدلین کا ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جو توجیہ ہم نے کی ہے وہی متعین ہے اس لئے کہ اس کے بدون علامہ کا کلام صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ خود علامہ موصوف نے اپنے اس رسالہ شفاء العلیل ونیز رد المحتار میں تعلیم فقہ وامامت واذان واقامت ووعظ کی ملازمت کا جواز تسلیم کیا ہے حالانکہ زمانہ اجتہاد میں اون چیزوں پر تنخواہ کے جواز کا احناف میں کوئی قائل نہیں تھا جیسا کہ خود شفاء العلیل ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین یعنی تین صدی تک تو علمائے کرام بالاتفاق سب طاعات کی اُجرت کو مطلقاً منع فرماتے تھے اور بعض متاخرین (یعنی تیسری

(بقیہ حاشیہ صـ۲۷) فی رسائلہ (صـ۱۷۰ و صـ۱۷۱) واما الاستیجار علی التلاوۃ فلا یجوز فی مذہب من المذاہب الاسلامیۃ ولا دین من الادیان السماویۃ ولم ینقل عن احد من الائمۃ ۱۲ منہ ؏

صدی کے بعد والے مشائخ) نے تعلیم قرآن کو مستثنیٰ فرمایا ہے اون متاخرین میں فقیہ ابواللیث سمرقندی بھی ہیں (جن کا انتقال ۳۷۳ھ میں یا اس کے بھی بعد ہوا ہے) اور امام فضلی نے بھی تعلیم قرآن پر اجارہ کو جائز اور اذان و امامت وغیرہ بقیہ طاعات پر ناجائز فرمایا ہے (امام فضلی کا سن وفات ۳۸۱ھ ہے) الغرض یہ استثناء زمانۂ اجتہاد میں صرف تعلیم قرآن پر مقتصر رہا حتی کہ شمس الائمہ سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) نے تصریح فرمائی ہے واجمعوا علی ان الاجارۃ علی تعلیم الفقہ باطلۃ اور تعلیم قرآن کے علاوہ دوسری طاعات مثل تعلیم فقہ و اذان و امامت وغیرہ پر پانچویں صدی کے بعد والے فقہاء میں سے بعض نے وقتاً فوقتاً جواز کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ مائۃ سادسہ میں صاحب مجمع البحرین نے تو امامت و تعلیم فقہ کو تعلیم قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا مگر صاحب ہدایہ (متوفی ۵۹۳ھ) وقاضیخاں (متوفی ۵۹۲ھ) جیسے جلیل القدر اصحاب تخریج و ترجیح نے اوس وقت بھی محض تعلیم قرآن ہی کی تنخواہ کو جائز قرار دیا اس کے علاوہ بقیہ طاعات پر اجارہ کو بدستور ناجائز رکھا اور کنز جو متون متداولہ میں ایک ممتاز شان رکھتا ہے اوس میں باوجود ساتویں صدی ختم ہوجانے کے بھی جواز اجارہ کو محض تعلیم قرآن پر مقتصر رکھا (صاحب کنز کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی ہے) مگر اس کے بعد اکثر اصحاب متون و شراح اور ارباب فتاوی نے تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ و امامت و اذان کو بھی ملحق کیا ہے جیسا کہ مختصر[عہ] وقایہ میں تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ ملحق ہے (صاحب مختصر وقایہ کی وفات ۷۴۷ھ میں ہوئی) اور صاحب ملتقی الابحر (متوفی ۹۵۶ھ) وصاحب درر البحار (متوفی ۸۸۵ھ) نے امامت کا اضافہ کر دیا ہے اور صاحب الاصلاح والایضاح (متوفی ۹۴۰ھ) نے فقہ کی اجرت کو جائز قرار دیا اور صاحب تنویر الابصار (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے تعلیم قرآن و فقہ اور امامت کے ساتھ اذان کو بھی شامل کر دیا اور بعض فقہاء[عہ] نے اقامت و وعظ کا بھی اضافہ کر دیا جب یہ سب تفصیل علامہ موصوف خود تحریر فرما رہے ہیں اور با ایں ہمہ اون چیزوں کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں جو چوتھی صدی سے بہت پیچھے دوسرے مذہب سے لی گئی ہیں اور خود ان فقہائے کرام کا باوجود مجتہد نہ ہونے اور زمانۂ اجتہاد ختم ہوجانے کے دوسری اشیاء کو ملحق کرنا اس کی بیّن دلیل ہے کہ علامہ شامی کے کلام کا یہ مطلب لینا صحیح نہیں ہوسکتا کہ چوتھی صدی کے بعد کسی کو دوسرے امام کا قول لینے کا اختیار نہیں بلکہ افتاء بمذہب الغیر ہر زمانہ میں جائز ہے بشرطیکہ سخت ضرورت

عہ خود وقایہ میں تعلیم فقہ کا لفظ بھی موجود ہے پس نہ معلوم علامہ نے وقایہ کی طرف کیوں منسوب نہیں فرمایا ۱۲ منہ

عہ ھکذا ذکرھو العلامۃ بلا تسمیۃ فی رد المحتار ایضا ۱۲ منہ ؛

ہو کہ مذہب غیر لئے بدون کوئی تکلیف ناقابل برداشت پیش آجاوے کما بیناہ من قبل ایضا
ھذا ما سنح بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

تنبیہات ضروریہ

(متعلق جماعت مسلمین)

جماعت مسلمین کی شرائط و ضروری تنبیہات

تنبیہ اوّل فتاوی مالکیہ میں جماعۃ المسلمین العدول کے الفاظ ہیں اور عدل سے مراد وہ شخص ہے جو فاسق نہ ہو یعنی تمام کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغائر پر بھی مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو لہٰذا وہ شخص جو سود یا رشوت وغیرہ لیتا ہے یا داڑھی منڈاتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو یا نماز روزہ کا پابند نہیں ہے وہ اس جماعت کا رکن نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مسئلہ مالکیہ سے لیا گیا ہے اس واسطے اس کی سب شرطیں مذہب مالکیہ سے لینا لازم ہے اور اون کے نزدیک قاضی وغیرہ کے لئے عادل ہونا شرط ہے اس لئے غیر عادل کا حکم نافذ نہ ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک گو قاضی کا عادل ہونا شرط کے درجہ میں نہیں لیکن غیر عادل سے فیصلہ کرانا حرام ہے اس لئے اون کے نزدیک بھی غیر عادل کو اس پنچایت کا رکن بنانا جائز نہیں ۔غرض پنچایت کا دیندار ہونا ضروری ہے۔

پہلی شرط ارکان جماعت کا عادل ہونا

اور اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے با اثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کر لی جاوے کہ وہ با اثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دیدیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور با اثر اشخاص کی شرکت گو ضروری نہیں مگر اون کے اثر سے کام میں سہولت ہوتی ہے اس طرح کام بھی بنجاویگا اور اون با اثر اشخاص کو ثواب بھی ملیگا ۔

تنبیہ دوم اگر فیصلہ پنچایت کے سپرد کیا جاوے تو چونکہ عوام کی پنچایت کا کچھ اعتبار نہیں ۔ نمعلوم کہاں کہاں قواعد شرعیہ کے خلاف کر بیٹھیں اس لئے اولاً تو یہ چاہیئے کہ پنچایت کے ارکان

دوسری شرط ارکان جماعت کا عالم ہونا یا عالم سے رجوع کرنا

ف ایک مطبوعہ رسالہ میں دیکھا کہ مذہب غیر پر عمل جب جائز ہے جب اندیشہ ہلاکت ہو مگر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہیں ضرورت کی صحیح تفسیر وہی ہے جو ہم نے کی ہے یعنی تکلیف ناقابل برداشت چنانچہ خود اوس رسالہ میں بھی ایک جگہ تکلیف ناقابل برداشت کا لفظ استعمال کیا ہے ۱۲ منہ

سب اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک عالم معاملہ شناس کو پنچایت میں اس طرح شریک کریں کہ اوّل سے آخر تک جو کچھ بھی کریں اون سے پوچھکر کریں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر بجز اس کے پنچایت کا فیصلہ نافذ و معتبر ہونے کی کوئی صورت نہیں کہ معاملہ کی مکمل روئداد دکھلاکر ہر ہر جزئی کے حکم کو معاملہ فہم علمائے محققین سے دریافت کرکے اون کے فتوی کے موافق فیصلہ کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے حکم کردیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اگرچہ اتفاقاً حکم صحیح بھی ہوگیا ہو جیسا کہ فقہائے مالکیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ کما فی مختصر الخلیل حیث قال ونبذ حکم جائر وجاھل لم یشاور والا تعقب ومضی غیر الجور وقال شارحہ العلامۃ الدردیر تحت قولہ لم یشاور (ای) العلماء ولو وافق الحق (الی ان قال) وانما تعقب مع المشاورۃ لانہ وان عرف الحکم فقد لا یعرف ایقاعہ لانہ یحتاج لزیادۃ نظر فی البینۃ وغیرھا من احوال المتداعیین اذ القضاء صناعۃ دقیقۃ لا یہتدی الیہ کل الناس (صـ۲۲۹ جـ۲) قلنا ونظیرہ علی قول بعض من صلی بغیر التحری فان صلوتہ لا تصح وان اصاب القبلۃ لانہ ترک فرض التحری فکذا اذا ترک الجاھل فرض المشاورۃ مع العلماء لا یصح حکمہ وان وافق الحق واما التعقب علی حکمہ بعد المشاورۃ مع العلماء فھو فریضۃ القاضی ویکفینا صحۃ الحکم۔ وقال فی باب القضاء واما الجاھل والکافر فلا یجوز تحکیمھما (ثم قال) فان حکما خصما او کافرا او جاھلا لم ینفذ حکمہ (شرح الدردیر صـ۲۸۶ جـ۲) قلنا لعل عدم النفاذ مخصوص بما اذا لم یشاور الجاھل العلماء کما علم مما مر واللہ اعلم۔

تنبیہ سوم یہ شرعی پنچایت جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اگر کسی معاملہ میں متفق ہوکر تفریق کردے تو اوس کا حکم قاضی کے حکم کے قائم مقام ہوگا اور تفریق وغیرہ صحیح ہوجاویگی اور اگر خدانخواستہ کسی واقعہ کے متعلق پنچایت کے ارکان میں اختلاف رہا تو تفریق وغیرہ نہ ہوسکیگی اور اگر بعض نے فیصلہ کردیا تو کالعدم متصور ہوگا (ونظیرہ ما فی کتبنا من ان الحکمین اذا اختلفا لا ینفذ حکم احد منھما قال صاحب الھدایۃ لو حکما رجلین لابد من اجتماعھما لانہ امر یحتاج فیہ الی الرأی وفی شرحھا النھایۃ حتی لو حکم احدھما دون الآخر لا یجوز لانھما رضیا برأیھما ورأی الواحد لا یکون

كرأى الاثنين (هدايه ص ۱۲۹ ج ۲) انتهى ۔ قلنا فكما ان تفويض الخصمين للحكمين يقتضى اجتماع رأيهما على حكم واحد فكذا تفويض الشرع الحكم الى الجماعة يقتضى اجتماع آرائهم على حكم واحد ۔

وبمثله صرح الامام مالك رح فى المدونة باب ما جاء فى الحكمين فى ابواب الانكحة والطلاق (ص ۲۵۷ ج ۲) حيث قال (قلت) فلو انهما اختلفا فطلق احدهما ولم يطلق الآخر (قال) اذًا لا يكون هناك فراق لان الى كل واحد منهما ما الى صاحبه باجتماعهما عليه انتهى واصرح منه ما قال الباجى المالكى فى المنتقى مسئلة ولو حكم المتخاصمان رجلين فحكم احدهما ولم يحكم الآخر فان ذلك لا يجوز له قال سحنون فى كتاب ابنه ولو حكم جماعة فاتفقوا على حكم انفذوه وقضوا به جاز قاله ابن كنانة فى المجموعة ووجه ذلك انهما اذا رضيا بحكم رجلين او رجال فلا يلزمهما حكم بعضهم دون بعض الخ (منتقى صفحہ ۲۲۷ جلد ۵) ؛

عبارات مرقومہ سے مستفاد ہوا کہ جماعت مسلمین کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو کثرت رائے کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ اوس کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور بدون دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا ۔

البتہ عورت کو نظر ثانی کی درخواست کا حق ہوگا پھر نظر ثانی میں اس پنچایت کے ارکان کو اگر کوئی وجہ قوی عورت کے مطالبہ کی مؤید ظاہر ہوا ور ارکان پنچایت اب تفریق پر متفق ہو کر تفریق کردیں تو یہ تفریق نافذ ہو جاویگی اور اگر مقدمہ کی روداد بالکل وہی ہے کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو تفریق نہ کی جاوے ۔

وذلك لما فى المدونة اوائل كتاب الاقضية (صفحہ ۶۹ جلد ۴) فان

اتيا بعد ذلك يريدان نقض ذلك لم يقبل ذلك منهما

الا ان يأتيا بامر يرى لذلك وجها (الى قوله)

وما اشبه هذا مما قال مالك

يعرف به وجه

حجته اه ۔ ؛

واللہ اعلم

حکم زوجۂ عنین

سوالات

(۱) عنین اصطلاحِ فقہ میں کس کو کہتے ہیں۔
(۲) زوجۂ عنین کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں۔
(۳) اگر اختیار دیا جائے تو اوس کی کیا صورت ہوگی اور اوس کے لئے کیا شرائط ہیں۔
(۴) تفریق کے بعد عنین پر پورا مہر واجب ہوگا یا نصف۔ نیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں۔

الجواب

(۱) فی الباب الثانی عشر من طلاق العالمگیریۃ۔ العنین ھو الذی لا یصل الی النساء مع قیام الآلۃ فان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض، وذلک لمرض بہ او لضعف فی خلقۃ او لکبر سنہ او سحر فھو عنین فی حق من لا یصل الیھا کذا فی النہایۃ (عالمگیری صفحہ ۱۵۵ جلد ۲) وفی رد المحتار ای مع وجود الآلۃ سواء کانت تقوم اولا (شامی ص۹۲۶ جلد ۲)۔

عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ فقہاء کی اصطلاح میں عنین اوس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود[عہ] عضو مخصوص ہونے کے عورت سے جماع[عمہ] کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ کسی نے اوس پر جادو کر دیا ہو۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ بعض عورتوں سے تو جماع کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جن سے ہمبستری پر قدرت نہیں اوس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائیگا۔

(۲) زوجۂ عنین کو اون شرائط کے ساتھ اپنے خاوند سے تفریق یعنی علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً

عہ اور جس شخص کا عضو مخصوص قطع ہوگیا یا اصل سے ہی بالکل موجود نہ تھا اوس کا حکم آگے آتا ہے ۱۲ منہ۔

عمہ فی رد المحتار عن المعراج اذا اولج الحشفۃ فقط فلیس بعنین وان کان مقطوعہا فلا بد من ایلاج بقیۃ الذکر قال فی البحر ینبغی الاکتفاء بقدرہا من مقطوعہا (ص۹۲۶ ج۲) ۱۲ منہ

عنین کی تعریف

زوجہ عنین کے متعلق دعویٰ اور فیصلہ کا طریقہ

حق حاصل ہے جو جواب نمبر ۳ کے شارحہ ذیل میں ابھی آتے ہیں بغور ملاحظہ فرماویں۔

(۳) **الف** قال فی العالمگیریۃ باب العنین اذا رفعت المرأۃ زوجہا الی القاضی وادعت انہ عنین وطلبت الفرقۃ فان القاضی یسألہ ہل وصل الیہا اولم یصل فان اقر انہ لم یصل اجلہ سنۃ سواء کانت المرأۃ بکرا او ثیبا وان انکر وادعی الوصول الیہا فانکانت المرأۃ ثیبا فالقول قولہ مع یمینہ انہ وصل الیہا کذا فی البدائع فان حلف بطل حقہا وان نکل یؤجل سنۃ کذا فی الکافی وان قالت انا بکر نظر الیہا النساء وامرأۃ تجزئ والاثنان احوط واوثق فان قلن انہا ثیب فالقول قول الزوج مع یمینہ کذا فی السراج الوہاج (الی قولہ) وان قلن انہا بکر فالقول قولہا من غیر یمین اھ۔ وفی الدر المختار فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ہی بکر خیرت اھ۔

ب وفی التاجیل تعتبر السنۃ القمریۃ فی ظاہر الروایۃ کذا فی التبیین وہو الصحیح کذا فی الہدایۃ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رح انہ تعتبر سنۃ شمسیۃ وہی تزید علی القمریۃ بایام وذہب شمس الائمۃ السرخسی فی شرح الکافی الی روایۃ الحسن اخذا بالاحتیاط وکذلک صاحب التحفۃ وہذا ہو المختار عندی کذا فی غایۃ البیان وہو اختیار شمس الائمۃ فی المبسوط واختیار قاضیخان والامام ظہیر الدین وعلیہ الفتوی کذا فی الخلاصۃ (عالمگیری ص۵۶ ج ۲) وفی الدر ولو اجل فی اثناء الشہر فبالایام اجماعاً اھ۔

ج ابتداء التاجیل من وقت المخاصمۃ کذا فی المحیط (عالمگیری ص۱۵۵ جلد۲) وفی مبسوط السرخسی (ص۱۰۲ جلد ۵) فی عبارۃ طویلۃ ولایحتسب بالمدۃ قبل التاجیل انتہی۔

د ان جاءت المرأۃ الی القاضی بعد مضی الاجل وادعت انہ لم یصل الیہا وادعی الزوج الوصول فان کانت ثیبا فی الاصل کان القول قولہ مع الیمین (الی قولہ) وان قالت المرأۃ انا بکر نظرت الیہا النساء (الی قولہ) وان قلن ہی بکر او اقر الزوج انہ لم یصل الیہا خیرہا القاضی فی الفرقۃ کذا فی شرح

عہ المراد بہ وقت التاجیل لانہ لایؤخر من المخاصمۃ بدون عذر وبہ حصل التوفیق بین ہاتین الروایتین ۱۲ منہ

الجامع الصغير لقاضیخان (عالمگیری صہ ۱۵۶ جلد ۲) و فی رد المحتار تحت (قولہ خیرت) قال فی النہر و ظاہر کلامہ انہا لا تستحلف اھ قلت صرح بہ فی البدائع عن شرح الطحاوی الخ (صہ ۹۸۲ جلد ۲ شامی) -

۵ ان اختارت الفرقۃ امرہ القاضی ان یطلقہا بائنۃ فان ابی فرق بینہما ھکذا ذکر محمد فی الاصل کذا فی التبیین والفرقۃ تطلیقۃ بائنۃ کذا فی الکافی (عالمگیری صہ ۱۵۶ جلد ۲) لانہا فرقۃ قبل الدخول حقیقۃ فکانت بائنۃ (شامی صہ ۹۵ جلد ۲) -

عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ زوجہ عنین کے لئے تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے قاضی واقعہ کی تحقیق کرے یعنی اول خاوند سے دریافت کرے اگر وہ خود اقرار کرے کہ بیشک میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اوس کو ایک سال کی مہلت علاج کرنے کے لئے دیدے اور اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ جماع کا دعوی کرے تو اوس وقت یہ تفصیل ہے کہ اگر عورت باکرہ ہونے کا دعوی نہ کرتی ہو تب تو مرد سے حلف لیا جاویگا اگر اوس نے حلف کرلیا تو پھر عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہوسکے گا اور اگر شوہر نے حلف سے انکار کردیا تو اوس کو ایک سال کی مدت بغرض علاج دیدی جاویگی اور اگر عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تو قاضی عورتوں سے اس کی بیوی کا معاینہ کرائے ایک عادل تجربہ کار عورت کا معاینہ بھی کافی ہے۔ لیکن احتیاط اس میں ہے کہ دو عادل عورتیں معاینہ کریں ۵ پھر معائنہ کے بعد دو صورتیں ہیں ایک کہ عورتیں بیان کریں کہ یہ عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں رہی تب تو خاوند سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اوس نے جماع کیا ہے اگر وہ حلف کرے تو اوس کا قول معتبر ہوجائے گا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہے گا اور اگر شوہر حلف سے انکار کرے تو تاجیل یعنی ایک سال کی مہلت کا حکم کردیا جائیگا اور دوسری صورت یہ کہ عورتیں بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی باکرہ (کنواری) ہے تو پھر قاضی بدون کسی سے حلف لئے ہوئے شوہر عنین کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے۔ خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے متحقق ہوجاوے کہ عورت باکرہ نہیں بلکہ ثیبہ ہے خواہ

---

۵ اس کو احتیاط کہنا اوسوقت ہے کہ جب فیصلہ کرنے والا قاضی ہو اور اگر پنچایت فیصلہ کرے تو مذہب مالکیہ لینا ضروری ہے اور اون کے مذہب میں معائنہ کے لئے دو عورتیں ضروری ہیں ایک عورت کافی نہیں ہے۔
فی المدونۃ (صہ ۳ جلد ۴) قلت ارأیت ما لا یراہ الرجال ھل یجوز فیہ شہادۃ امرأۃ واحدۃ (قال مالک رح) لا تجوز فی شئ من الشہادات اقل من شہادۃ امرأتین لا یجوز شہادۃ امرأۃ واحدۃ فی شئ من الاشیاء و فی المختصر (صہ ۳۱ جلد فصل فی الخیار من ابواب الانکحۃ) وان اتی بامرأتین تشہدان لہ قبلتا اھ ۱۲ منہ ؎

ثیبہ ہونا اس طرح معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر اول سے اولاد ہوچکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا عورتوں کے معاینہ سے ان تینوں حالتوں میں مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیا جاوے گا کہ وہ ہمبستری کر چکا اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے گا اور اگر تینوں حالتوں میں مرد حلف سے انکار کر دے تو عورت کا دعوی درست مانکر مرد کو ایک سال کی مہلت دیدیں اور اگر عورتوں کے معائنہ سے زوجہ کا باکرہ ہونا ثابت ہو تو بدون حلف ہی ایکسال کی مہلت دیدیجاوے یہ تمام مضمون عالمگیری کی عبارت حرف **الف** میں مفصل مذکور ہے۔

اور اس مہلت کے لئے ظاہر الروایۃ میں تو قمری سال کا اعتبار کیا ہے لیکن روایت حسن میں شمسی سال کو لیا ہے اور بعض اصحاب ترجیح نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے۔

اور عموماً متأخرین نے اوسی پر فتوے دیا ہے (کما فی العبارۃ الثانیۃ من العالمگیریۃ المذکورۃ فی حرف **ب**) اور اب بھی عام اہل فتوی کا یہی معمول ہے اور یہ سال حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا جاویگا اس سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گذر گئی ہو معتبر نہ ہوگی جیسا کہ عالمگیری و مبسوط کی عبارت مذکورہ حرف **ج** سے معلوم ہوا پھر اس سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر کسی طرح علاج کر کے تندرست اور جماع پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی ہمبستری کر لی تو عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں رہا بلکہ ہمیشہ کے لئے یہ حق باطل ہو چکا اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کر سکا تو عورت کے دوبارہ خواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے اگر خود شوہر نے اقرار کر لیا کہ بے شک میں قادر نہیں ہوا تب تو عورت کا دعوے بلا غبار صحیح ہو گیا اس صورت میں قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اگر علیحدگی درکار ہے تو طلب کرو ورنہ اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کو گوارا کرو اس پر اگر وہ اوسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو خاوند سے طلاق دلوادی جاوے اگر وہ انکار کرے تو خود قاضی تفریق کر دے جیسا کہ آئندہ عنقریب آویگا اور اگر خاوند اقرار نہ کرے بلکہ جماع ہو چکنے کا دعوے کرے تو اوسوقت یہ تفصیل ہے کہ مہلت دینے کے وقت اگر عورت کا ثیبہ ہونا ثابت ہو چکا تھا یا اب عورت اقرار کرے کہ کسی طرح بکارت زائل ہو چکی ہے مگر ہمبستری نہیں ہوئی تب تو خاوند سے حلف لیا جاوے اگر وہ قسمیہ کہدے کہ میں نے اس عورت سے جماع کیا ہے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہ ہو سکے گی اور اگر شوہر نے اس وقت بھی حلف[ع] سے انکار کر دیا تو عورت کو طلب فرقت کا اختیار دیدیا جاویگا اور اگر مہلت

ع لما فی الدر المختار فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت (شامی صـ۹۰۲ جلد ۲) ۱۲ منہ ؎

دینے کے وقت معائنہ سے عورت کا باکرہ ہونا ثابت ہوا تھا اور اب دوبارہ معائنہ میں بھی باکرہ ہونے کی تصدیق ہو تب بھی عورت سے حلف لئے بدون قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہے یا تفریق کا مطالبہ کرے (اور جن صورتوں میں قاضی عورت کو اختیار دے اون میں حکم یہ ہے کہ اگر عورت اوسی مجلس میں تفریق چاہے تب تو تفریق ہوسکتی ہے ورنہ نہیں کما سیأتی فی الشروط) پس اگر عورت نے اوسی مجلس تخییر میں کہدیا کہ میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہوں تو قاضی اوس کے شوہر سے کہے کہ اس عورت کو طلاق دیدو اس پر اگر خاوند نے طلاق دیدیا تو طلاق بائنہ واقع ہوجائیگی اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کردے تو قاضی خود تفریق کردے یعنی مثلاً یوں کہدے کہ میں نے تجھکو اس کے نکاح سے الگ کردیا یہ تفریق بھی شرعاً طلاق بائنہ کے قائم مقام ہوجاویگی (کما فی عبارۃ العالمگیریۃ و الشامیۃ المذکورۃ فی حرف د و حرف ھ) ؁

زوجۂ عنین کے لئے شرائط تفریق

شرائط تفریق

زوجہ عنین کو اپنے شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے وہ شرائط یہ ہیں

پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اوس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو پس اگر اوس وقت علم تھا اور باوجود معلوم ہونے کے نکاح کیا ہے تو اب اوس کو تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔ لما فی العالمگیریۃ (ص ۱۵۶ جلد ۲) ان علمت المرأۃ وقت النکاح انہ عنین لا یصل الی النساء لا یکون لہا حق الخصومۃ وفی الدر المختار تزوج الاولی او امرأۃ اخری عالمۃ بحالہ لا خیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافاً لتصحیح الخانیۃ اھ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو اور اگر ایک مرتبہ جماع کرچکا ہے اور پھر عنین ہوگیا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔ لما فی الدر المختار فلو جُبَّ بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا بالوطی مرۃ قال الشامی قولہ مرۃ وما زاد علیہا فہو مستحق دیانۃ لا قضاء

بحر عن جامع قاضیخان ویأثم اذا ترك الدیانة متعنتا مع القدرة علی الوطی (باب العنین صفحہ ۱۷۷ جلد ۲)۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اوس وقت سے عورت نے اوس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کے ساتھ بسر کرونگی کیونکہ اگر وہ اپنی رضا کی تصریح کر چکی ہو تو پھر اوس کو مطالبہ تفریق کا حق نہیں رہتا ہاں محض سکوت سے اس جگہ رضا نہ سمجھی جائیگی۔ لما فی الدر المختار فلو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولو تخاصموا زمانا لو یبطل حقہا قال الشامی (قولہ لو یبطل) ای مالو تقل رضیت بالمقام معہ کذا قیدہ فی التاتارخانیۃ عن المحیط (ص ۹۸ ج ۲)

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اوسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے پس اگر اس مجلس میں اوس نے اپنے خاوند کیساتھ رہنا پسند کر لیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہوگئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے اوٹھ گئی یا اسطرح کہ قاضی مجلس سے کھڑا ہوگیا تو اوس کا اختیار باطل ہوگیا اب کسی طرح تفریق نہیں ہوسکتی لما فی العالمگیریۃ۔ فان اختارت زوجہا او قامت عن مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خیارہا کذا فی المحیط (ص ۱۵۶ جلد ۲)

ونیز مجلس برخاست ہونے اور عورت کے اوٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہوجاتا ہے مثلاً کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی وغیر ذلك مما یدل علی الاعراض اور تبدل مجلس کی تفصیل شامی باب تفویض الطلاق سے معلوم ہوسکتی ہے۔

والدلیل علی ان بطلان الخیار لا یختص بقیامہا وقیام القاضی بل کل ما یدل علی الاعراض یبطل الخیار قول الدر حیث قال لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت الخ لان ھذا یدل علی ان القیام ذکر حیث ذکر تمثیلا والمراد مطلق الاعراض

ع یعنی زبان سے کہدیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے کما یدل علیہ اطلاق مالو تقل فی الروایۃ الآتیۃ اور تاجیل سے پیشتر یا بعد از تاجیل کما ھو المصرح فی البحر و نصہ ھذا فالنص ھو تصریح اسقاط الخیار وما یجری مجراہ سواء کان ذلك بعد تخییر القاضی او قبلہ اھ مختصراً ۱۲ منہ

ع بلکہ تقبیل و مضاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں۔ کما ھو المصرح فی الدر عن الخانیۃ ۱۲ منہ

هذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب۔

پانچویں شرط عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گذرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ سب امور جن کا ذکر اوپر مفصل ہو چکا قضائے[عہ] قاضی کے محتاج ہیں بدون حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں کما فی رد المحتار تحت قول الدر (ولا عبرة بتاجیل غیر قاضی البلدة) لان ھذا مقدمة امر لا یکون الا عند القاضی وھو الفرقة فکذا مقدمته ولو الجیة (شامی ص۶۷۹ جلد ۲) اور جس جگہ قاضی نہ ہو اوس کا مفصل حکم اس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گزر چکا وہاں دیکھ لیا جاوے۔

(جواب سوال نمبر ۴) بوجہ خلوت صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہو چکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔ کما قال العلامة الشامی تحت قول الدر (والا بانت بالتفریق من القاضی) ولھا کمال المھر وعلیھا العدة لوجود الخلوة الصحیحة بحر (ص۹۵ جلد ۲) وفی العالمگیریة ولھا المھر کاملا وعلیھا العدة بالاجماع ان کان الزوج خلا بھا وان لم یخل فلا عدة علیھا ولھا نصف المھران کان مسمی والمتعة ان لم یکن مسمی کذا فی البدائع اھ (ص۱۵۶ جلد ۲)۔

فائدہ اول عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر بیان کیا گیا ہے صرف اوس شخص کے لئے ہے جس کو عرفاً عنین کہتے ہیں (والخصی الذی لا ینتشر ذکرہ ملحق بالعنین) لیکن وہ شخص جس کا عضو تناسل قطع ہو گیا ہو (خواہ تنہا یا مع الانثیین) جس کو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو مخصوص خلقۃً بہت کم مثل نہ ہونے کے ہو اوس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔

عہ وبقی من الشروط کونھا بالغة غیر رتقاء وقرناء وطلبھا الفرقة اوطلب ولیھا ان کانت مجنونة وان لم یکن لھا ولی نصب القاضی رجلا یخاصم عنھا کما ھو المصرح بہ فی الدر وغیرہ وترکنا ھذہ الشروط روماً للاختصار ۱۲ منہ

عہ غیر ان بعضھم قالوا ان المرأة اذا اختارت نفسھا بعد تخییر القاضی ایاھا فی آخر الامر فقد بانت ولا تحتاج بعدہ الی التفریق او التطلیق وفی رد المحتار انہ قول الصاحبین وعند الامام الاعظم تحتاج الی القضاء بعد اختیار نفسھا ایضاً قلت قول الامام ھو الماخوذ فی التنویر وغیرہ کما مر فی الروایات وھو الاحوط کما لا یخفی واللہ اعلم ۱۲ منہ

بلکہ پہلی ہی درخواست پر مجبوب وغیرہ ہونے کی تحقیق کرکے عورت کو اختیار دیدیا جاوے گا۔ لما فی العالمگیریۃ ولو وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا خیرہا القاضی للحال ولا یؤجل کذا فی فتاوی قاضیخان ویلحق بالمجبوب من کان ذکرہ صغیراً جدا کالزر۔ (باب العنین ص۱۵۷ جلد ۲)۔

تتمۃ ھذہ الفائدۃ

اگر عورت دعوے کرے کہ میرا شوہر مجبوب وغیرہ ہے اور مرد اس کا انکار کرے اور بدون معائنہ کے اس کا فیصلہ نہ ہو سکے تو معائنہ بھی جائز ہے۔ پس قاضی کسی معتبر شخص کو کہدے کہ معائنہ کرکے تبلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے۔ کما ھو المصرح فی الشامی (ص۹۷ جلد ۲) تحت قول الدر (ولو المجبوب صغیراً)۔

فائدہ دوم عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کرنے کا حکم جو اوپر تحریر کیا گیا ہے فقہ حنفیہ کا مشہور اور مسلم مسئلہ ہے اور اوسی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں مذہب مالکیہ بھی تقریباً تمام جزئیات میں حنفیہ کے ساتھ بالکل متفق ہے جیسا کہ علامہ صالح تونسی مالکی مفتی مدینہ منورہ کے فتوی کی عبارت نمبر اٹھارہ ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے۔

البتہ صرف ایک جزو یعنی پنچایت کا فیصلہ معتبر ہونا جس کا ذکر مقدمہ میں کیا گیا وہ خاص مذہب مالکیہ کا مسئلہ ہے اور رسالہ ہذا میں بضرورت اوس پر فتوے دیا گیا ہے۔ کما مر مفصلاً

ھدایت

یہ مختصر بیان بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اس کے سوا اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں بوقت ضرورت علماء اہل فتوی سے دریافت کرلیا جاوے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

ع الا فی بعض المسائل کما ان تراضی الزوجین بالتاجیل من غیر عندھم کما ھو المصرح بہ فی الروایۃ التاسعۃ عشر وعندنا لا یعتد بہ کما فی البحر وغیرہ مصرحا ولما لم نشاھد ضرورۃ المصیر الی مذھب المالکیۃ فی ھذا الجزء لم ناخذ بہ رومًا للاحتیاط فی امر الفروج ۱۲ منہ

حکم زوجۂ مجنون

(سوالات)

(۱) کیا زوجۂ مجنون کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنون کی زوجیت سے نکل جائے۔

(۲) اگر ہے تو اوس کی کیا صورت ہے اور کیا شرائط ہیں۔

(۳) تفریق کے بعد مہر اور عدت کا کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) قال فی الدر المختار ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن۔ وفی رد المحتار وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ مطلقا ومحمد فی الثلثۃ الاول لو بالزوج کذا یفہم من البحر وغیرہ (شامی آخر باب العنین ص۹۸۳ جلد۲) وفی الدر بعد قولہ المذکور ولو قضی بالرد صح وفی آخر باب العنین من العالمگیریۃ واذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لہا کذا فی الکافی۔ قال محمد رح ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم تخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان الجنون مطبقا فہو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی اھ (ص۱۵۷ جلد۲) وفی مبسوط شمس الائمۃ السرخسی باب الخیار فی النکاح (ص۹۵ جلد۵) وعلی قول محمد لہا الخیار اذا کان علی حال لا تطیق المقام معہ وفی کتاب الآثار للامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وکذلک اذا وجدتہ مجنونا موسوسا یخاف علیہا قتلہ (ص۱۰۶ باب الرجل یتزوج وبہ العیب) وفی الفتاوی الحمادیۃ للعلامۃ رکن بن حسام الناگوری (ص۲۰۶) من المضمرات قال محمد رح ان کان بالزوج عیب لا یمکنہ الوصول الی زوجتہ فالمرأۃ مخیرۃ بعد ذلک ینظر ان کان العیب کالجنون الحادث والبرص ونحوہما فہو والعنۃ سواء فینظر حولا وان کان الجنون اصلیا

او به مرض ولا يرجى برئه فهو والجب سواء وهي بالخيار ان شاءت رضيت بالمقام معه وان شاءت رفعت الامر الى الحاكم حتى يفرق بينهما۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ شیخین کے نزدیک تو جنون شوہر کیوجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں لیکن امام محمد رح کے نزدیک اوس کو یہ حق حاصل ہے کہ قاضی کے یہاں درخواست دیکر تفریق کا مطالبہ کرے اور اپنے آپ کو مجنون کی زوجیت سے علیحدہ کرائے بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اوس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو مثلاً اوس سے قتل کا اندیشہ ہو۔

فائدہ اصل اس بارہ میں یہ ہے کہ وہ جنون جس کی وجہ سے عورت کو امام محمد رح کے نزدیک خیار فسخ حاصل ہوسکتا ہے اوس کی حد بیان کرنے میں مختلف الفاظ مذکور ہیں۔ مبسوط کے الفاظ یہ ہیں لا تطیق المقام معہ۔ اور کتاب الآثار میں یخاف علیہا قتلہ مذکور ہے ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ جو مجنون ایذاء پہنچایا کرتا ہو اوس کے متعلق عادت غالبہ یہ اکثر یہ بھی اندیشہ ہوجاتا ہے کہ شاید قتل کر بیٹھے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جس مجنون سے ناقابل برداشت ایذاء پہنچتی ہو اوس کا یہ حکم ہے واللہ اعلم۔

اور ائمہ ثلثہ یعنی امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک بھی جنون وغیرہ کی وجہ سے خیار فسخ عورت کو حاصل ہے اور فتاوی عالمگیری میں حاوی قدسی سے امام محمد رح کے قول کو اختیار کرنا نقل کیا ہے ۞ نیز اون کے قول میں یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر جنون حادث ہے تو حاکم اوس مجنون کو (اور اوس کے اولیاء کو) عنین کی طرح سال بھر علاج کرنے کیلئے مہلت دے اس عرصہ میں اگر تندرست نہ ہو تو پھر عورت کو اختیار دیدے کہ اوس کے نکاح میں رہے یا

۞ البتہ اگر ہمبستری سے قبل کسی کو جنون ہوگیا ہو اور حالت جنون میں بھی وہ ہمبستری نہ کرسکا تو ایسا مجنون امام صاحب کے نزدیک بھی عنین کے حکم میں ہے کہ سال بھر کی مہلت دیکر اوسی طریق پر علیحدگی کردیجاوے جو کہ عنین کے بیان میں مفصل گذر چکا کما فی کتاب الحجج للامام محمد (ص ۳۳۹) باب ما یذکر فی النکاح من المجنون محمد قال قال ابو حنیفۃ فی المجنون تخاف منہ امرأتہ ولو یجامعہا انہ ان کان لا یفیق جعل بین امرأتہ وبین ما یخاف علیہا منہ فی حال الخوف وانفق علیہا من مالہ ولو یفرق بینہما الا ان یخلی بینہ وبینہا ولا یصل الیہا فاذا کان ذلک اجل سنۃ فان وصل الیہا والا خیرت فان اختارت المقام معہ انفق علیہا من مالہ ولم یکن لہا بعد ذلک خیار وان اختارت الفرقۃ بانت بتطلیقۃ انتہی ۱۲ منہ

۞ ویؤیدہ ما فی منحۃ الخالق علی البحر الرائق حیث قال (قولہ فالمجنون کفوء للعاقلۃ و فیہ اختلاف المشایخ) قال فی النہر وقیل یعتبر لانہ یفوت مقاصد النکاح (بقیہ بر صفحہ ۴۳)

فرقت اختیار کرے (جیسا کہ عنین کے بیان میں مفصل گذرا اوس کو دیکھنا ضروری ہے) اور اگر جنون مطبق ہے تو معاملہ کی پوری تحقیق کرنے کے بعد بلا تاجیل و تاخیر عورت کو اختیار دیدیا جائے۔

لیکن

چونکہ جنون حادث کی تفسیر نہ اس جگہ لکھی ہے اور نہ کہیں دوسرے مواقع میں دستیاب ہوئی جس کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں مطبق کی تفسیر بھی پوری طرح واضح نہیں ہوسکتی اور دوسرے مواضع میں جو مطبق کی تفسیر بمقابلہ غیر مطبق لکھی ہوئی ہے اوس کو محض قیاس سے اس جگہ جاری کرنا احتیاط کے خلاف ہے مثلاً ہدایہ اخیرین باب عزل الوکیل میں جنون کی تفصیل مطبق و غیر مطبق کے لفظ سے کرنے کے بعد دونوں لفظوں کی تفسیر ہمارے ائمہ ثلثہ سے نقل کی ہے اور اس کی شرح کفایہ میں اسی کو آجل و عاجل کے الفاظ سے لکھا ہے اور ہدایہ کتاب الصوم باب من مرض فی رمضان میں اسی کو جنون مستوعب و غیر مستوعب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور اسی باب کے آخر میں جنون کی ایک دوسری تقسیم کی ہے اصلی وعارضی اس لئے عبارت عالمگیری مذکورہ بالا میں جو جنون حادث اور اوس کے مقابلہ میں مطبق مذکور ہے اس میں احتمالات پیدا ہوگئے کہ یہ حادث بمعنی العارض ہے (کما ھو مدلول مادۃ الحدوث) اور اوس کے مقابلہ میں مطبق بمعنی الاصلی ہے۔ یا حادث بمعنی عاجل یا غیر مستوعب ہے اور اوسکے مقابلہ میں مطبق بمعنے آجل یا مستوعب ہے جس کی تفسیر ہدایہ میں امام محمدرح کے نزدیک ایک سال کے جنون سے کی گئی ہے اور کتاب الحج میں امام محمدرح نے جنون مطبق کو اوس جنون کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے جس میں افاقہ ہوجاتا ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکے نزدیک مطبق وہ جنون ہے جس میں افاقہ نہ ہوتا ہو لیکن کتاب مذکور میں بھی لفظ حادث موجود نہیں جس سے مطبق و حادث کی تفسیر ایک دوسرے کے مقابلہ میں معلوم ہوجاوے غرض حادث اور مطبق کی تفسیر پورے طور سے واضح اور متعین نہیں ہوسکی۔

اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس تفصیل سے قطع نظر کرکے ہر حال میں سال بھر کی مہلت دیجاوے اور اسکے بعد حکم کیا جاوے۔ بالخصوص جبکہ فیصلہ بھی قاضی شرعی کی عدالت میں نہ ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲) فکان اشد من الفقر و دناءۃ الحرفۃ و ینبغی اعتمادہ لان الناس یعیرون بتزویج المجنون اکثر من دنیٔ الحرفۃ و فی البنایۃ عن المرغینانی لایکون المجنون کفوا للعاقلۃ الخ (صـ۱۳۲ جلد ۳) ۱۲ منہ

بلکہ جماعت مسلمین کا فیصلہ بنا بر مذہب مالکیہ لیا جاوے تو مہلت وغیرہ بھی اونکے مذہب کے موافق دینا چاہیئے اور اونکا مذہب یہ ہے کہ جنون مطبق وجنون افاقہ کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں صورتوں میں ایک سال کی مہلت دیجاتی ہے جیسا کہ فتاوی مالکیہ عربیہ میں جو اس رسالہ کے اخیر میں ملحق ہے علامہ صالح تونسی مدرس مسجد نبوی مدینہ طیبہ کے فتوی کی اوتیسویں روایت میں بحوالہ تحفہ مذکور ہے وایضاً فی المنتقی للباجی من المالکیۃ (ص۱۲۱ جلد ۴) وروی عبد الملک بن الحسن فی المجنون سواء کان جنون افاقۃ او مطبق ان کان یؤذیہا ویخاف علیہا منہ حیل بینہما واجل سنۃ ینفق علیہا من مالہ فان برأ والا فہی بالخیار اھ۔

دعوی اور تفریق کی صورت

(۲) صورت تفریق یہ ہے کہ زوجہ مجنون قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے۔ قاضی واقعہ کی تحقیق کرکے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنون[عہ] کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دیدے۔ اور بعد اختتام سال اگر زوجہ پھر درخواست کرے اور شوہر کا مرض جنون ہنوز موجود ہو تو عورت کو اختیار دیدیا جاوے اس پر اگر عورت اوسی مجلس تخییر میں فرقت طلب کرے تو قاضی تفریق کردے۔ کما مر فی الجواب الاول من العالمگیریۃ۔

اور یہ تفریق قاضی نکاح کو بالکل رد کردینا ہے یعنی نکاح کالعدم متصور ہوگا (جیسا کہ کتاب الآثار اور مبسوط سرخسی میں رد کا لفظ موجود ہے اور فتح القدیر وغیرہ میں فسخ کا لفظ موجود ہے)۔

تفریق بالجنون کی شرائط

اور جو شرائط اختیار زوجہ عنین کے لئے ہیں اور اس سے پہلے مفصل گذرچکی ہیں اون میں سے اکثر[سہ] شرائط اختیار زوجہ مجنون کے لئے بھی ہیں جن کا اجمال یہ ہے۔

(الف) نکاح سے پہلے عورت کو خاوند کے مجنون ہونے کا علم نہ ہو۔

(ب) نکاح کے بعد علم ہونے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔

(ج) جب مہلت کا سال گذرجانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دے

عہ کیونکہ معمولی جنون میں خیار فسخ نہیں ہے کما علم مما مر من المبسوط وکتاب الآثار ۱۲ منہ

عہ مگر خود مجنون کو حکم سنانا کافی نہیں بلکہ اگر اوس کا کوئی ولی ہو تو ولی جوابدہی کریگا اور ولی ہی کو حکم مہلت کا اور بعد انقضاء مدت تفریق کا حکم سنایا جاویگا اور اگر ولی نہ ہو تو قاضی کسی شخص کو مجنون کی طرف سے جوابدہی کے لیے مختار بنادے۔ کما قال فی البحر (ص۱۳۳ جلد ۴ باب العنین) ویفرق بینہما (الی قولہ) بخصومۃ ولی ان کان والا فمن بنصبہ القاضی الخ ۱۲ منہ۔

سہ ولم نر اشتراط کونہا غیر رتقاء وقرناء فی خیار الجنون والظاہر عدم الاشتراط وکذا اشتراط بلوغہا لم نرہ وینبغی ان یشترط فینتظر ان کانت غیر بالغۃ قیاساً علی زوجۃ العنین والمجبوب واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

توعورت اوسی مجلس میں فرقت اختیار کرلے اگر مجلس برخاست ہوگئی یا عورت خود یا کسی کے اوٹھانے سے
کھڑی ہوگئی تو اختیار نہ رہیگا (وھذہ الشروط الثلثة وان لم تکن مصرحة فی کتبنا الا ان
القواعد الکلیة المصرحة فی المذھب تقتضیھا فان امثال ھذہ الاختیارات تتقید
بالمجلس وتبطل بالعلم قبل العقد وبتصریح الرضا بعد العقد وظاھر عبارة العالمگیریة
فی قول محمدؒ یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول یؤیدہ واللہ اعلم)۔

(د) زوجۂ مجنون کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنون موجب للفسخ کا علم ہوجانے کے بعد اپنے اختیار
سے عورت نے جماع یا دواعی کا موقع نہ دیا ہو بخلاف العنین فان المقصود فیه الاختبار
والامتحان (وھذا الشرط ایضًا غیر مصرح فی کتبنا ولکنه مفاد القواعد عندنا و
مصرح فی کتب المالکیة کما سیأتی من شرح الدردیر فی الفائدة الآتیة)۔

(ﮦ) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضائے
قاضی شرط ہے اور جس جگہ قاضی موجود نہ ہو وہاں شرعی پنچایت قائم مقام قاضی کے ہوگی جیسا کہ مقدمہ
میں گذر چکا ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔

(۳) مہر وعدت کا یہ حکم ہے کہ اگر فسخ نکاح خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تب تو مہر بالکل ساقط ہوجاویگا
اور عدت کی بھی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے پہلے خلوت صحیحہ ہوچکی تھی۔
بعد ازاں علم جنون ہونے پر فسخ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم رہیگا اور عدت بھی واجب[ع] ہوگی۔
(ولم نجدہ فی باب الخیار بالعیوب ولکن حکم الفسخ فی باب الخیار بالبلوغ وغیرہ
مصرح فی البدائع واطلاقه یعم کل فسخ ونصه ھذا۔ وفسخ العقد رفعه من الاصل
وجعله کان لم یکن ولو لم یکن حقیقة لم یکن لھا مھر فکذا اذا التحق بالعدم من
الاصل الی ان قال وان کان قد دخل بھا لا یسقط المھر لان المھر قد تأکد بالدخول
فلا یحتمل السقوط بالفرقة الخ وفیه ایضًا بعد ثلثة اسطر تصریح بان المراد من المھر

ع یہ مہر اور عدت کا لزوم اس بنا پر ہے کہ ہم نے قواعد کی رو سے مجنون کی خلوت کو خلوت صحیحہ سمجھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے نائم کی خلوت کو صحیح قرار دیا ہے کما فی العالمگیری (صفحہ ۲۴ جلد ۲) عن الظہیریة اور مجنون عدم شعور میں نائم سے کم درجہ ہے پس اوس کی خلوت بدرجہ اولی صحیح ہوگی و نیز فقہاء نے جب موانع خلوت میں جنون سے تعرض نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ مانع نہیں ہے لان السکوت فی موضع البیان بیان۔ مگر چونکہ صریح جزئیہ نہیں ملا اسواسطے اگر کسی کو اسکے خلاف کتب معتبرہ میں تصریح ملجاوے تو اوسپر عمل کیا جاوے ۱۲ منہ ؒ

ع وثمرة کونه فسخًا فی ھذہ الصورة انھا ان تزوجت به ثانیا ملک الثلاث کما ھو حکم الفسخ

فـ زوجۂ مجنون کے لئے مہر وعدت کا حکم

المصرح به فی البدائع والشامیة (صفحہ ۳۲ جلد ۲ باب الولی)۔

المہرالمسمی اھ (ص۳۳۶ جلد ۲ فصل فی بیان مایرفع حکم النکاح) قلت ویجب العدۃ ایضاً کما ھو مقتضی الخلوۃ الصحیحۃ وسیأتی التصریح بھذا التفصیل عن المنتقی للباجی المالکی فی التنبیہ الآتی۔

تنبیہ ضروری

امام محمدؒ کا جو مذہب زوجہ مجنون کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے اوس کو امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں اس عنوان سے لکھا ہے باب الرجل یتزوج وبہ العیب اور اوس کے تحت میں یہ عبارت بھی مذکور ہے وکذلک اذا وجدتہ مجنونا موسوسا یخاف علیہا قتلہ او وجدتہ مجبوبا منقطعا لا یقدر علی اللہ نومنہ الخ کتاب الآثار کے عنوان اور عبارت مذکورہ میں لفظ وجدت سے معلوم ہوا کہ یہ حکم زوجہ مجنون کے نکاح کو فسخ کرنے کا امام محمدؒ کے نزدیک اوس صورت میں ہے جبکہ جنون نکاح سے پیشتر موجود تھا وھو المتبادر من المبسوط للسرخسی وعلیہ یدل عبارۃ الفتح وغیرہ حیث عبروہ بخیار الفسخ والفسخ یختص بعیب موجود قبل العقد بخلاف العنین فانہم استعملوا فیہ لفظ التفریق واللہ اعلم۔

حاشیہ: بعد منقطعا بالفور وتانیہ ۱۲ منہ

اور جو جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہوگیا ہو اوس کے متعلق امام محمدؒ سے کوئی تصریح نہیں ملی لیکن مالکیہ کے مذہب میں اس کے متعلق یہ تصریح ہے کہ اگر نکاح کے بعد جنون ہو جاوے تب بھی عورت کو علیحدگی کا اختیار ہے (کما فی المدونۃ ص۱۹۶ جلد ۲) مگر اون کے نزدیک بھی شرط یہ ہے کہ جنون موجب للفسخ کا علم ہو جانے کے بعد زوجہ نے اپنے اختیار و رضامندی سے شوہر کو جماع یا دواعی جماع یعنی تقبیل ولمس وغیرہ کا موقع نہ دیا ہو کیونکہ اگر اوس نے ایسا کرلیا تو یہ عملی رضا ہوگئی جس کی وجہ سے اس کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ زبان سے رضا کی تصریح کر دینا خیار کو ساقط کرتا ہے (کما قال الخلیل فی مختصرہ الخیار ان لم یسبق

حاشیہ: جنون حادث بعد العقد کا حکم

ف خیار الفسخ ثابت عند المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ بالعیوب الخمسۃ وعند محمدؒ بالثلثۃ منہا لو بالزوج الجنون والجذام والبرص کما مر عن الشامی فی الجواب الاول ولکنالم ناخذ منہا الا الجنون لکثرتہ وشدۃ الضرورۃ فیہ ولیس کذلک الجذام والبرص۔ والنساء یصبرن علی الاقامۃ معہما بخلاف المجنون کما یعلم من کثرۃ سوال النساء فی المجنون دون غیرہ ۱۲ منہ۔

ف اور اسی جزو کی بنا پر مسئلہ جنون کو اس جزو دوم کے شروع میں فقہ مالکی کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۱۲ منہ

العلو او لو يرض او لو يتلذذ و حلف على نفيه ببرص وعذيطة وجذام الخ و

قال شارحه العلامة الدردير على قوله او لو يتلذذ بالمعيب عالما به واو بمعنى

الواو اذ لابد من انتفاء الامور الثلثة اذ لو وجدت او بعضها لا نتفى الخيار الا امرأة

المعترض (اى الذى لا يقدر على الجماع) اذا علمت قبل العقد او بعده باعتراضه

ومكنته من التلذذ بها فلها الخيار اھ (صفحہ ۲۳ جلد ۱)۔

تنبیہ اس شرط مذکور میں اختیار کی قید لگانے سے یہ معلوم ہوگیا کہ اگر مجنون نے بجبر و اکراہ ہمبستری کرلی تو اس سے عورت کا حق خیار ساقط نہ ہوگا چنانچہ عبارت مذکورہ میں مکنتہ کا لفظ اس پر صراحۃً دال ہے نیز جنون کے ساتھ موجب للفسخ کی قید سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر ابتدائی جنون کے زمانہ میں (قبل اس کے کہ وہ اوس حد کو پہنچے جس سے حق فسخ حاصل ہوتا ہے کما مر تفصیلہ فی اوائل الجواب الاول) جماع یا دواعی جماع کا تحقق ہوا اور بعد میں جنون بڑھکر حد مذکور پر پہنچگیا تو اس صورت میں بھی خیار فسخ ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ عبارت مذکورہ میں عالما بہ کی قید سے ظاہر ہے۔

و اصرح ما فی الباب (اى خيار الفسخ بسبب جنون حدث بعد العقد) ما فى المنتقى شرح الموطا ونصه هذا فاما المجنون فقد روى محمد عن مالك للمرأة ان ترد الرجل بما يضرها به من الجنون والجذام والبرص - وذلك على وجهين احدهما ان يكون الجنون به حين العقد فغرها من نفسه فاختارت الطلاق فان كان دخل بها فلها الصداق وان لم يبن بها فلا شئ لها ووجه ذلك انه اذا غرها من نفسه بالعنة كان لها الخيار وهذا ابين ضررا فبان يجب لها الخيار اولى فان كان حدث به ذلك (الجنون) بعد العقد فعلى حسب ذلك ان كان (اى الجنون) قبل البناء فلها ان تطلق نفسها ولا شئ لها وان كان بعده فلها جميع الصداق اھ (صفحہ ۱۲۱ جلد ۴)

اور منتقی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مہر کا حکم جنون حادث بعد العقد میں بھی وہی ہے جو جنون قدیم میں ۔یعنی اگر خلوت صحیحہ سے قبل تفریق ہوئی ہے تو مہر بالکل ساقط ہوگیا اور اگر بعد خلوت ہوئی ہے تو پورا مہر واجب ہے اور عدت کا یہ حکم ہے ہی کہ تفریق قبل الخلوت میں

---

۵ والفرق بين حكم المعترض والمجنون ان تمكين امرأة المعترض لا يدل على الرضا بل انما هو لاختبار حاله فانه لا يمكن بدون التمكين ودواعى الوطى ولا كذلك امرأة المجنون فان المجنون ظاهر فالتمكين ودواعى الوطى بعد العلم بالجنون يدل على الرضا بالمقام معه وهو مسقط للخيار والله اعلم ١٢ منه

واجب نہیں ہوتی اور بعد الخلوت میں واجب ہوتی ہے۔

اب صرف ایک سوال باقی رہا کہ یہ تفریق جو جنون حادث بعد العقد کی وجہ سے ہوتی ہے فسخ ہے یا طلاق اس بارہ میں علامہ خلیل اور شارح دردیر نے تورد کا لفظ استعمال کیا ہے جو بظاہر فسخ کا مرادف ہے اور منتقی کی عبارت مذکورہ میں طلاق کا لفظ ہے لہذا بوقت ضرورت علماء مالکیہ سے تحقیق کر لیا جاوے اور جبتک تحقیق نہ ہو اس تفریق کو طلاق قرار دینا چاہئے کہ اس میں احتیاط ہے اور ثمرہ طلاق ہونے کا یہ ہے کہ اگر اس عورت سے دوبارہ نکاح ہو جاوے تو خاوند کو صرف دو طلاق کا اختیار رہیگا اگر دو طلاق اور دیدی تو طلاق مغلظہ ہو جاویگی

فائدہ

مجنون میں شرائط تفریق نہ ہونے کی صورت میں ایک گنجائش

زوجۂ مجنون کے فسخ نکاح کے لئے جو شرائط اوپر مذکور ہوئے ہیں اگر وہ شرائط کسی جگہ موجود نہ ہوں تو بنا بر جنون تفریق نہیں ہو سکتی لیکن اگر یہ مجنون کوئی ذریعۂ آمدنی نہ رکھتا ہو اور زوجہ کے لئے اپنے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل بھی نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کے لئے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہو جانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتوی کی گنجایش ہے کہ مذہب مالکیہ کی بنا پر عدم نفقہ کی وجہ سے قاضی یا اوس کا قائم مقام ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہوگی کما هو المصرح فی الروایۃ الثانیۃ من فتوی العلامۃ محمد طیب من قولہ بل لو کان حاضرا و عدمت النفقۃ الخ و الروایۃ الاولی۔ والتصریح بکونہ طلاقا رجعیا فی الروایۃ الرابعۃ عشر من فتوی العلامۃ الصالح حیث قال ان کل طلاق اوقعہ الحاکم فهو بائن الا طلاق المولی والمعسر وسواء اوقعہ الحاکم بالفعل او جماعۃ المسلمین او امرها به انتهی

لیکن اس میں کامل تدبر سے کام لیکر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عدم نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح کا حکم اوس وقت دیا جا سکتا ہے جبکہ عقد نکاح سے پہلے اوس کو خاوند کے فقیر و نادار ہونے کا علم نہ ہو ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے عقد نکاح کیا گیا ہے تو بوجہ عدم نفقہ کے اوس کو مطالبۂ تفریق کا حق نہ ہوگا کما صرح بہ فی مختصر الخلیل وشرحہ للدردیر من ابواب النفقۃ ص۱۷۵ جلد ۱ ولفظہ۔ لا ان علمت عند العقد فقرہ فلیس لها الفسخ ولو ایسر بعد ثم اعسر انتهی۔

اور باقی شرائط اس مسئلہ کی بوقت ضرورت کتب مالکیہ کی مراجعت سے معلوم ہو سکتی ہیں جن کا نام دیباچہ میں گذر چکا ہے ؛ فقط واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

حکم زوجۂ مفقود

مفقود کو باتفاق جمہور ائمہ مجتہدین اپنے مال کے بارہ میں اوس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے جب تک اوس کے ہم عمر و ہم قرن لوگ زندہ پائے جائیں جسوقت اوسکی بستی میں اوسکے ہم عمر لوگ ختم ہوجائیں اوسوقت اوس کی موت کا حکم دیا جاتا ہے یعنی قاضی اوس کی موت کا حکم دیدیتا ہے اور اوس کی میراث تقسیم کرنے وغیرہ کی اجازت ہوجاتی ہے۔ اس پر ائمہ ثلثہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کما ھو مصرح فی کتبہم۔

ف اور امام اعظم و امام شافعی اور بہت سے دوسرے مجتہدین نے زوجۂ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا کہ جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہوں اوسوقت تک وہ زندہ ہے اور حسب قاعدہ اوسکی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک زوجۂ مفقود کو اوس کے ہم عمروں کے ختم ہونے سے پیشتر بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے یعنی جبکہ اوس مفقود کے ظاہر حال سے اوس کی ہلاکت و موت کا غالب گمان ہو جیسے وہ شخص جو معرکۂ جنگ میں گم ہوگیا یا ایسے مرض کی حالت میں نکل گیا ہو جس میں موت کا گمان غالب ہے یا سمندر میں سفر کیا ہو (اور ساحل پر پہنچنے کا پتہ نہ چلا ہو) اس قسم کی صورتوں میں اتنا انتظار کر کے موت کا حکم دیدیا جاویگا کہ جس میں حاکم کو مفقود کے فوت ہوجانے کا غلبۂ ظن ہوجاوے اور اس حکم بالموت کے بعد اوس کی عورت کو عدت وفات گذار کر نکاح کر لینا جائز ہوجاویگا۔ کما فی الشامیۃ تحت قول الدر (واختار الزیلعی تفویضہ الی الامام) قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ (الی ان قال) ومقتضاہ انہ یجتہد ویحکم القرائن الظاہرۃ الدالۃ علی موتہ وعلی ھذا یبتنی ما فی جامع الفتاوی حیث قال واذا فقد فی المہلکۃ فموتہ غالب فیحکم بہ کما اذا فقد فی وقت الملاقاۃ مع العدو او قطاع الطریق او سافر علی المرض الغالب ھلاکہ او کان سفرہ فی البحر وما اشبہ ذلک حکم بموتہ لانہ الغالب فی ھذہ الحالات وان کان بین احتمالین واحتمال موتہ ناشئ عن دلیل لا احتمال حیاتہ لان ھذا الاحتمال کاحتمال ما اذا بلغ المفقود مقدارا لا یعیش علی حسب ما اختلفوا فی مقدارہ نقل عن الغنیۃ انتہی ما فی جامع الفتاوی وافتی بہ بعض

ف: مذہب امام اعظم و امام شافعی در زوجۂ مفقود

مشائخنا وقال انہ افتی بہ قاضی زادہ صاحب بحر الفتاوی لکن لا یخفی انہ لابد من مضی مدۃ طویلۃ حتی یغلب علی الظن موتہ لا بمجرد فقدہ عند ملاقاۃ العدو او سفر البحر ونحوہ (ص۱۵ جلد ۳) اور اس قسم کی صورتوں کے علاوہ فقہ حنفی میں زوجہ مفقود کے واسطے اس کے سوا کوئی گنجائش نہیں کہ مفقود کے ہم قرن لوگوں کے ختم ہونے پر قاضی اوس کی موت کا حکم کردے اور بعد ازاں عورت عدت وفات گذار کر نکاح کرے۔

لیکن امام مالکؒ نے چند شرائط کے ساتھ جنکی تفصیل عنقریب آتی ہے ہر حال میں (یعنی ہلاک مظنون ہو یا نہ ہو) مفقود کی بیوی کو حکم حاکم کے بعد چار سال انتظار کرکے عدت گذرنے پر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ اور امام احمدرحؒ نے بھی مفقود کی بعض صورتوں میں چار سال کی مدت کو اختیار فرمایا ہے کما فی المغنی (ص۱۴۳ جلد ۹)۔

اور ہرچند کہ حنفیہ کا مذہب از روئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے مگر فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ میں سے بھی بعض متاخرین[ع] نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں حضرت امام مالکرحؒ کے مذہب پر فتویٰ دیدیا ہے جیساکہ علامہ شامیؒ نے درمنتقی سے قہستانی کا (جو چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ میں ہیں) قول نقل کیا ہے لو افتی بہ فی موضع الضرورۃ لا باس بہ علی ما اظن (ص۵۱۰ جلد ۳) اور ایک عرصہ سے ارباب فتوی اہل ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے اسی قول پر فتوی دینا اختیار کرلیا ہے اور یہ مسئلہ اسوقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہوگیا لیکن جب تک عورت صبر کرسکے اوسوقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے۔ ہاں بوقت ضرورت شدیدہ کہ خرچ کا انتظام نہ ہوسکے یا بوجہ خوف معصیت کے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جاوے اوسوقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں اور ایسے ہی مواقع کے لئے یہ فتوی مرتب کیا گیا ہے مگر کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب لینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اوس مسئلہ میں اوس امام کے نزدیک جو شرطیں ہوں اون سب کی رعایت کیجاوے۔ لما فی الدر المختار من ان الحکم الملفق باطل بالاجماع وقال الشامی تحتہ مثالہ متوضئ سال من بدنہ دم و لمس امرأۃ ثم صلی فان صحۃ ھذہ الصلوۃ ملفقۃ من مذھب الشافعیؒ والحنفی والتلفیق

ضرورت شدیدہ میں امام مالک کے مذہب پر فتوی

[ع] تین صدی تک کے فقہائے کرام کو متقدمین کہاجاتا ہے اور چوتھی صدی سے متاخرین کا اطلاق آتا ہے کمافی شفاء العلیل من رسائل ابن عابدین (ص۱۶۱ ج۱) اور قہستانی کی پیدایش ۳۵۳ھ ہے ۱۲ منہ

باطل فصحت منتفية اھ وايضا قال الشامي عن الشرنبلالي تحت قول الدر (وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً) وانه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير امامه مستجمعا شروطه اھ لہذا اس مسئلہ مفقود میں مالکیہ کی تمام شرائط کا معلوم کرنا لازم ہوا۔ اور شامی وغیرہ علمائے احناف نے اس کے متعلق جو مذہب مالکیہ نقل کیا ہے وہ محض اجمال تھا اور مسئلہ کی پوری تنقیح اور اوس کے تمام قیود و شرائط علمائے مالکیہ ہی سے معلوم ہوسکتے تھے اس لئے اس ضرورت کا احساس کرکے مالکی المذہب ارباب الفتوی کی خدمت میں مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفا و نورا) مفصل استفتا بھیجا گیا وہاں کے متعدد علمائے محققین نے نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے لیکن پھر اون میں کچھ شبہات باقی رہے اور بعض نئے سوالات پیدا ہوئے اس لئے مکرر اون حضرات کو تکلیف دی گئی۔ مکرر جوابات کے بعد بھی کچھ اور سوالات کی ضرورت ہوئی تو سہ بارہ اونکی خدمت میں سوالات بھیجکر جوابات حاصل کئے۔ یہ تمام مراسلت کتب خانہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ ہے۔ اور ان فتاوی کا مجموعہ آخر رسالہ میں ملحق کردیا گیا ہے۔ ان فتاوی کی جس جس عبارت سے ہمارے سوالات کا جواب نکلتا ہے اون سب پر الفاظ سے نمبر شمار ڈالدیئے گئے ہیں۔ اور جوابات مندرجہ ذیل میں اون عبارات کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ عوام کو تو عربی عبارات کی ضرورت نہیں اور اہل علم اوس نمبر کے حوالہ سے آخر رسالہ میں استدلال کی عبارت خود ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ اب سوالات اور جوابات اردو میں یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے مالکیہ مسائل ذیل میں

(**اول**) جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اوس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا اوسکی زوجہ کے لئے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اوس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کرسکے اگر یہ حق ہے تو کیا اوس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اوسکو اختیار دیدیا جائیگا۔

(**دوم**) اگر مہلت دیجاویگی تو اوسکی ابتدا کب سے شمار ہوگی مرافعہ اور مخاصمہ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے۔

(**سوم**) کیا زوجہ مفقود فسخ نکاح میں خود مختار ہے یا قضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت فسخ کی کیا ہوگی

(چہارم) اگر قضائے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش وتلاش کرے جب اوس کو مایوسی ہوجائے اوسوقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اوس کے اولیا کا تلاش کرلینا کافی ہے۔

(پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ وہاں اسکی کیا صورت کیجائے
(ششم) مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں یکساں ہے یا مختلف اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دارالاسلام سمجھے جاوینگے یا دارالحرب۔

(اعینونا اعانکم اللہ تعالیٰ)

جوابات

(جواب سوال اوّل) زوجۂ مفقود کے لیئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونیکی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے یعنی شہرت عام کی بنا پر بھی شہادت دیجاسکتی ہے کما فی المنتقی للباجی المالکی (صـ۲۰۳ جلد ۵ کتاب الاقضیۃ) (فرع) واما النکاح ففی العتبیۃ عن سحنون قال جل اصحابنا یقولون فی النکاح اذا استنشر خبرہ فی الجیران ان فلانا تزوج فلانۃ وسمع الزفاف فلہ ان یشھد ان فلانۃ زوجۃ فلان (الخ) اس کے بعد گواہوں سے اسکا مفقود ولاپتہ ہونا ثابت کرے بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کرے۔ اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جاویگا اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اب چار سال گذرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدت وفات کے لیئے حکم حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قضائے قاضی صرف اوّل بار بوقت تاجیل ضروری ہے کما صرح بذلک فی شرح الدردیر (صـ۴۳۰ ج ۱) حیث قال الخلیل فیؤجل الحر اربع سنین (الی قولہ) ثم اعتدت عدۃ الوفاۃ وسقطت بہا النفقۃ ولا تحتاج فیہا لاذن وقال الدردیر تحتہ لاذن من الحاکم لان اذنہ حصل بضرب

زوجۂ مفقود کے دعوی اور مفقود پر حکم بالموت کی صورت

الاجل اولاً اھ ویأتی فی الروایۃ السابعۃ من فتوی العلامۃ محمد طیب بن اسحٰق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔ مگر احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کئے تھے ختم ہو چکیں تو دوبارہ درخواست دیگر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے۔ تاکہ مذہب حنفیہ کی حتی الوسع رعایت ہو جاوے لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کیطرف دوبارہ مرافعہ زیادہ دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ ثانی کے ہی عمل کر لینے میں مضائقہ نہیں۔

یہ حکم مذکور تو دارالاسلام میں تھا اور دارالحرب میں زوجۂ مفقود کا جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو حنفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اوس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اوسوقت تک اوسکی بیوی کے لئے اوسکے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ کما فی الروایۃ الثالثۃ من فتوی العلامۃ سعید بن صدیق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ الطاہرۃ زادھا اللہ شرفاً واجلالاً (اور بعض حضرات نے اس کی مدت عمر طبعی کے لحاظ پر متعین بھی کر دی ہے جس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک نوّے ۹۰ برس بعض کے نزدیک پچھتّر ۷۵ سال بعض کے نزدیک ستّر سال وغیر ذلك ولکن الاولی ان یفوض الی رای اھل الخبرۃ واھل العلم بحالہ من صحتہ وسقمہ وقوتہ وضعفہ) مگر اشہبؒ نے (جو امام مالک کے ممتاز شاگردوں میں ہیں اور فقہائے مالکیہ میں بلند پایہ رکھتے ہیں) دارالحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہی حکم رکھا ہے جو دارالاسلام میں گذر چکا کما ذکرہ ابن رشد فی مقدماتہ (مدونہ ص۱۵۷ ج۲) حیث قال و اما المفقود فی بلاد الحرب فحکمہ حکم الاسیر لا تتزوج امرأتہ ولا یقسم مالہ حتی یعلم موتہ او یأتی علیہ من الزمان ما لا یحیی الی مثلہ فی قول اصحابنا کلہم حاشا اشہب فانہ حکم لہ بحکم المفقود فی المال والزوجۃ جمیعاً اھ۔

(جواب سوال دوم) حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کے لئے مقرر کریگا اوسکی ابتدا اوسوقت سے

ع۵ کیونکہ اونکے نزدیک مفقود کے تمام ہم عمروں کے ختم ہو جانے پر بھی حکم بالموت حاصل کرنا شرط ہے کما فی الدر عن القنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ اھ اور مقتضائے قواعد و احتیاط ہونے کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی بھی یہی ہے کہ عورت کی دوبارہ درخواست پر موت مفقود کا حکم کر کے عدت وفات گذارنے کا حکم دیا تھا اور مسئلہ مفقود میں مالکیہ کے مذہب کی اصل حضرت عمرؓ ہی کا فیصلہ ہے پھر نہ معلوم اس جزو میں کیوں خلاف کرتے ہیں۔ و نیز عنین کو قاضی کیطرف سے سال بھر کی مہلت ملنے کے باوجود بھی زوجۂ عنین کو اوس سال کے گذر جانے پر دوبارہ درخواست دینی پڑتی ہے اسمیں حنفیہ کیساتھ مالکیہ بھی متفق ہیں پس نہ معلوم اونہوں نے عنین و مفقود میں کیا فرق سمجھا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

لیجاویگی جسوقت حاکم خودبھی تفتیش کرکے پتہ چلنے سے مایوس ہوجائے اور قاضی کی عدالت میں پہونچنے اوراوس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گذرچکی ہو اوس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ کما فی اوّل الفتوی من العلامة سعید بن صدیق المالکی ویؤیدہ باوضح وجہ ما فی الروایة العشرین من العلامة الموصوف۔

ف ۱ بہر صورت قضاء قاضی شرط ہے

جواب سوال سوم ۔ زوجۂ مفقود کسی صورت میں اوس کے نکاح سے خارج ہونے میں خودمختار نہیں بلکہ ہر حال میں قضائے قاضی شرط ہے کما ھو مصرح فی الروایة العشرین من الامام مالک رحمہ اللہ تعالی اورصورت مرافعہ اور فسخ کی سوال اوّل کے جواب میں گذرچکی ہے۔

ف ۲ تفتیش مفقود کی صورت اور اسکے مصارف

جواب سوال چہارم ۔ ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اوراوس کے اولیاء کی تفتیش اوراونکے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خودبھی تلاش کرائے اور تلاش کرنیکی صورت یہ ہے کہ قاضی وحاکم جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جاوے۔ کما فی شرح الدردیر (ص۳۹۹ ج۱) من حین العجز عن خبرہ بالبحث عنہ فی الاماکن التی یظن ذھابہ الیھا من البلدان بان یرسل الحاکم رسولا بکتاب لحاکم تلک الاماکن مشتمل علی صفة الرجل وحرفتہ ونسبہ لیفتش عنہ فیھا اھ (اورجس جگہ جانے کا گمان غالب نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیجکر تحقیق کرے اور اگر اخبار میں شائع کردینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرے۔ الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے کما لایخفی) اورجب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے اوس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے۔ کما فی الروایة العشرین من فتوی العلامة سعید بن صدیق مفتی المالکیة بالمدینة المنورة۔ اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا بیت المال کے ذمہ اور بعض کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اوس کے ذمہ ہوں گے۔ کما فی الروایة الخامسة من فتوی العلامة القاضی ہاشم رح (اورجس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ اگر ان مواقع میں حکومت مصارف برداشت کرے تو بہتر ہے ورنہ مسلمانوں سے چندہ کرلیا جائے)۔

ع وھذا القول الثالث اعدل الاقاویل عندنا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ع افسوس کہ علامہ موصوف اس فتوی کی اشاعت سے قبل ہی رحلت فرما ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ منہ

قاضی شرعی نہ ہو تو اوس کا قائم مقام کون ہو سکتا ہے۔

جواب سوال پنجم جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات کے تصفیہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کی موافق کریں تو اون کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے جیسا کہ اس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذرچکا ہے اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اوس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کرکے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد فیصلہ صادر کردے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہوجاویگا لیکن پنچایت کا اون شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گذرچکی ہیں وہاں دیکھ لیا جاوے۔

(تتمۃ ھذا الجواب) اگر زوجہ مفقود ایسی جگہ چلی جاوے جہاں قاضی شرعی یا مسلمان حاکم موجود ہو اور اوس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اوس کا فیصلہ بھی زوجہ مفقود کے لئے کافی ہے۔ فانہا اذا دخلت فی بلد القاضی دخلت تحت ولایتہ واما المفقود فالولایۃ علیہ لیس بشرط کما لایخفی۔ لیکن زوجہ مجنون یا زوجہ عنین تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا بلکہ یہ

ف اگر کوئی شبہ کرے کہ مفقود الخبر جس جگہ کا باشندہ ہے وہاں کے قاضی کی ولایت گو اس وقت تو اوس پر ثابت نہیں ہے مگر پیشتر اوس پر ولایت تھی اس واسطے ولایت اصلیہ کی بنا پر وہاں کے قاضی کی قضا نافذ ہوسکتی ہے اور جس قاضی کی ولایت میں اوّل ہی سے نہ تھا اوس کی قضا نافذ نہ ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ قضا کے لئے ولایت حال شرط ہے ولایت سابقہ معتبر نہیں پس سب جگہ کے قاضی مفقود کے بارہ میں یکساں شمار ہوں گے۔ وھذا لما فی رد المحتار (ص۵۱۵ جلد ۲ باب الولی) تحت قول الدر (صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ مجیزا وھو السلطان) قولہ (ولا حاکم ثمہ) ای فی موضع العقد قولہ (توقف الخ) ھذا مبنی علی کفایۃ ذلک المکان تحت ولایۃ السلطان وان لم یکن تحت ولایۃ قاض وعلیہ فبطلان العقد یتصور فیما اذا کان فی دار الحرب او البحر او المفازۃ ونحو ذلک بخلاف القری والامصار ویدل علیہ ما فی الفتح فی فصل الوکالۃ بالنکاح حیث قال وما لا مجیز لہ ای مالیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل کما

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۵۶)

ضروری ہے کہ مجنون وعنین بھی اوس قاضی کے علاقہ میں ہوں۔

(جواب سوال ششم) مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اوّل کے جواب میں مفصل گذر چکا۔

مگر علمائے مالکیہ کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں باوجود حکومت کافرہ مسلط ہو جانے کے شعائر اسلام ہنوز قائم ہیں اون سب میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے۔ بلکہ جس دارالحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اوس دارالحرب میں بھی مفقود کا وہی حکم ہے جو دارالاسلام میں ہے۔ پس اصلی بناء امکان تفتیش ہے۔

اس لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اوس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑیگا۔ اور زوجۂ مفقود کو ان ممالک میں چار سال کی مہلت کے بعد عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کا اختیار دیدیا جاویگا

كما في الرواية الخامسة لعلامة الفاهام

اه والخامسة والعشرين

من

للعذاء الطيب

ہندوستان وغیرہ ممالک میں حکم مفقود میں وہی حکم دارالاسلام ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵) اذا كانت تحته حرة فزوجه الفضولي امته او اخت امرأته او خامسة او زوجه معتدة او مجنونة او صغيرة يتيمة في دار الحرب او اذا لم يكن سلطان ولا قاض لعدم من يقدر على الامضاء حالة العقد فوقع باطلا اھ چونکہ اس روایت میں مجنونة او صغيرة في دار الحرب عام ہے اسکو کہ وہ مجنونہ یا صغیرہ اوّل ہی سے دارالحرب میں ہو یا پیشتر دارالاسلام میں تھی اور اب دارالحرب میں چلی گئی اس عموم کیوجہ سے ثابت ہوا کہ ولایت سابقہ کا اعتبار نہیں ورنہ اوس مجنونہ اور صغیرہ میں جو دارالاسلام سے گئی ہو اعتبار ہوتا۔ و نیز قول شامی ای في موضع العقد اور ذلك المكان تحت ولاية السلطان کے لفظ سے واضح ہے کہ ولایت کے لئے سلطان وقاضی کے علاقہ میں ہونا شرط ہے۔ اور مالکیہ نے تو اسکی بہت ہی صاف تصریح کی ہے چنانچہ شرح دردیر میں ہے (ولا يزوج) القاضي (امرأة) اي لا يتولى عقد نكاحها حيث لا ولي لها الا الحاكم (ليست بولايته) بان كانت خارجة عنها اذ لا ولاية عليها وان كان اصلها من اهلها اھ (ص ۲۹۹ جلد ۲) والله اعلم ۱۲ منه ؛

واپسی مفقود کے احکام

سوالات

(۱) اگر مفقود بعد حکم بالموت یا بعد نکاح ثانی قبل صحبت واپس آجائے یا دوسرے خاوند سے صحبت وغیرہ ہوچکنے کے بعد واپس آجائے تو مفقود کو عورت ملیگی یا نہیں اور سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف۔

(۲) دوسرے خاوند سے صرف نکاح یا نکاح اور صحبت دونوں ہوجانے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر زوجہ اوسکو ملجاتی ہو تو اوس کے متعلق چند سوالات مفصلہ ذیل ہیں۔

الف کیا پہلے خاوند کو تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی یا ویسے ہی پہلا نکاح قائم سمجھا جائیگا۔

ب درصورت تجدید نکاح تجدید مہر کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں۔

ج اس صورت میں دوسرے خاوند کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں۔ اور اگر واجب ہوگی تو کتنے ایام اور یہ عدت شوہر ثانی کے مکان پر گذاری جائیگی یا شوہر اول کے۔

د دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اوس کا ادا کرنا واجب رہے گا یا نہیں۔

ہ اگر زوج ثانی سے اولاد ہوچکی ہو یا تفریق کے بعد زمانہ عدت میں ہوجاوے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔ پہلے خاوند سے یا دوسرے سے۔

الجواب

(۱) وہ مفقود جس پر مرافعہ و تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کرکے قاضی نے موت کا حکم کردیا ہے اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اوس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آجاوے خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد۔ اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد۔

اور دوسری صورت یہ کہ ایسے وقت واپس آئے جبکہ عدت وفات گذارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کرچکی اور خلوت صحیحہ بھی ہوچکی ہو۔ ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ

زوجہ شوہر اوّل ہی کے نکاح میں بدستور سابق رہیگی دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔
کما فی مجموع الروایۃ الرابعۃ عشر والخامسۃ عشر والرابعۃ والثلثین من
فتوی العلامۃ الصالح۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے
پاس رہے گی شوہر اوّل کا اب اوس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ کما فی الروایۃ الخامسۃ عشر
من فتوی العلامۃ الصالح مع الروایۃ السابعۃ والعشرین من العلامۃ طیب
بن اسحق المدنی۔ گو علامہ شعرانی رحمہ نے میزان میں لکھا ہے۔ ولہ روایۃ اخری
انہا للاول بکل حال و مع قول الشافعی فی ارجح القولین ان النکاح الثانی
باطل رای اذا قدم المفقود) (صـ۱۳۴ جلد ۲)

لیکن امام اعظم ابو حنیفۃ علیہ الرحمۃ کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر مفقود حکم
بالموت کے بعد بھی واپس آجاوے تو اوس کی عورت ہر حال میں اوسی کو ملیگی خواہ عدت
وفات کے اندر آجاوے یا بعد انقضائے عدت اور خواہ نکاح ثانی اور خلوت وصحبت
کے بعد آئے یا پہلے۔

کما صرح بہ شمس الائمۃ فی المبسوط حیث قال وقد صح رجوعہ عنہ (یعنی عمر رض)

ف ایک ضروری بات قابل تنبیہہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوج ثانی سے ہمبستری
کے بعد شوہر اوّل کا حق فوت ہوجانے کی ایک شرط ہے جس کا علمائے مدینہ کے فتاوی میں تذکرہ نہیں ہے۔
نہ معلوم اوس کا ذکر کس وجہ سے رہ گیا ورنہ اون کی معتبر و مستند کتاب میں موجود ہے۔
وہ شرط یہ ہے کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے اور اگر خبر ہو
کہ اس کا خاوند لاپتہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول و ہمبستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اوّل کا نکاح باقی
رکھا جائیگا اور اوسی کو ملجاویگی۔ کما صرح بہ فی مختصر الخلیل و شرحہ للعلامۃ الدردیر (صـ۴۲۰
جلد ۱) فتکون للمفقود فیما اذا جاء او تبین حیاتہ او موتہ فی العدۃ او بعدھا و
قبل عقد الثانی او بعدہ و قبل تلذذہ بہا او بعدہ عالما بما ذکر و تفوت علیہ و تکون
للثانی ان تلذذ بہا غیر عالم اھ پس مذہب مشہور کی بنا پر بھی صرف اوس جگہ مالکیہ کو اختلاف ہوگا
جہاں شوہر ثانی کو خبر نہ ہو کہ یہ زوجہ مفقود ہے وھو نادر جدا ۱۲ منہ۔

ف فان قال قائل انہ اذا رجع عمر رض عن مذھبہ فکیف یسوغ للمالکیۃ القول بمذھبہ
السابق المرجوع عنہ قلنا الرجوع مختلف فیہ۔ ای صح الرجوع عند الاحناف ولم یصح عند المالکیۃ
کما قال ابن قدامۃ فی کتابہ المسمی بالمغنی (صـ۱۳۲ جلد ۹) قال الاثرم قلت لمالک رح فروی
من وجہ ضعیف ان عمر رض قال بخلاف ھذا قال لا الا ان یکذب الانسان اھ ۱۲ منہ۔

عنہ الی قول علی رض فانہ رای علیارض) کان یقول ترد الی زوجہا الاول ویفرق بینہا وبین الآخر ولہا المہر بما استحل من فرجہا ولا یقربہا الاول حتی تنقضی عدتہا من الآخر وبہذا کان یأخذ ابراہیم فیقول قول علی رض احب الی من قول عمر رض وبہ ناخذ ایضاً (ص ۳۷ جلد ۱۱) وفی میزان الشعرانی (ص ۱۲۲ جلد ۲) ومن ذلک قول ابی حنیفۃ ان المفقود اذا قدم بعد ان تزوجت زوجتہ بعد التربص یبطل العقد وھی للاول وان کان الثانی وطئہا فعلیہ مہر المثل وتعتد من الثانی ثم ترد الی الاول اھ۔

اور حنفی کے لئے غیر حنفیہ کے مذہب پر فتوی دینا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے۔ جیسے تاجیل زوجۂ مفقود وغیرہ کی صورتیں لیکن واپسی مفقود کی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں۔

لہٰذا اس صورۃ ثانیہ میں بھی (یعنی جبکہ واپسی مفقود سے قبل شوہر ثانی خلوت صحیحہ بھی کر چکا ہو تب بھی) زوجہ اپنے خاوند سابق ہی کے نکاح میں رہے گی۔ شوہر ثانی کے پاس رہنا جائز نہیں کیونکہ شوہر اول کی واپسی سے نکاح ثانی باطل قرار دیا گیا۔ ھ واللہ اعلم۔

(۲) سوال اول کے جواب میں مبسوط کی جو عبارت درج کی گئی ہے اوس سے سوال ہذا کے پانچوں اجزاء کا جواب نکل آیا۔ یعنی

(الف) پہلا نکاح قائم رہے گا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اگرچہ دوسرے خاوند سے صحبت بھی ہو چکی ہو۔ (وھو المستفاد من قولہ ترد الی زوجہا الاول ومن قولہ ولا یقربہا الاول الخ)۔

(ب) ظاہر ہے کہ جب تجدید نکاح نہیں تو پھر تجدید مہر کہاں۔

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گذارنا واجب ہے جب تک عدت ختم نہ ہو اوس وقت تک شوہر اول کو اوس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ پوری احتیاط لازم ہے (وھو المصرح فی قولہ ولا یقربہا الاول حتی تنقضی عدتہا من الآخر) اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر حاملہ ہے تو

ف وما فی العالمگیریۃ (ص ۱۷۶ جلد ۳) عن التاتارخانیۃ فان عاد زوجہا بعد مضی المدۃ فہو احق بہا وان تزوجت فلا سبیل لہ علیہا اھ فلا یعول علیہ فی مقابلۃ تصریح المبسوط۔

واللہ اعلم ۱۲ منہ

وضع حمل ورنہ تین حیض۔ باقی رہا یہ سوال کہ زمانۂ عدت کہاں گذارے سو اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر اوّل کے ہاں گذاریگی۔

لانہا بمنزلۃ الموطؤۃ بالشبہۃ کما قال شمس الائمۃ فعرفنا ان الصحیح انہا زوجۃ الاوّل ولکن لایقربہا لکونہا معتدۃ الغیر کالمنکوحۃ اذا وطئت بشبہۃ (مبسوط ص۳۷ جلد ۱۱)۔

وفی الدر المختار (باب العدۃ ص۸۰۰ شامی جلد ۲) وللموطوءۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاوّل وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما انما حرم[عہ] الوطی الخ ونقل الشامی عن کافی الحاکم ان امرأۃ رجل لو تزوجت (بآخر) ودخل بہا الزوج (الثانی) ثم فرق بینہما وردت الی زوجہا الاول کان لہا ان تتشوف[عہ] الی زوجہا الاوّل وتتزین لہ وعلیہا عدۃ الآخر ثلث حیض اھ واللہ سبحانہ اعلم (ص۱۰۲۵ آخر فصل الحداد)۔

(د) اگر خلوت صحیحہ ہوچکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا۔

وھو المستفاد من قولہ ولہا المہر بما استحل من فرجہا ولم یصرح ان المراد من المہر المہر المسمی او مہر المثل لکن المتبادر عند الاطلاق ھو المہر المسمی وایضًا ما مر فی حکم المجنون من انہ اذا فسخ النکاح بعد الدخول یجب المہر المسمی تؤید ما قلنا وما فی المیزان للشعرانی من ان علیہ مہر المثل فلا یتأید بروایۃ ولا یعتضد بالقواعد والدرایۃ فیما نعلم بل ظاہر المبسوط والبدائع یخالفہ کما مر آنفا واللہ اعلم۔

اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں مہر کا حکم صراحۃً نظر سے نہیں گذرا مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مہر بالکل نہ ملیگا۔

لان رفع نکاح الزوج الثانی کالفسخ وفی الفسخ قبل الخلوۃ لایجب شئی من المہر کما مر عن البدائع فی حکم زوجۃ المجنون وایضًا لفظ

عہ ودواعیہ ملحق بہ کما ھو الظاہر ۱۲ منہ۔

عہ ای تنظر کذا فی القاموس ۱۲ منہ۔

المبسوط بما استحل من فرجہا یشیر الی ان مجرد النکاح لا یوجب المہر واللہ اعلم

(۸) اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

کما صرح بہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار (باب المفقود ص۳۶۱ جلد ۳)

والیہ ذہب المالکیۃ رح ایضاً کما صرح بہ فی الروایۃ الثالثۃ والثلاثین

من فتوی العلامۃ الصالح المالکی الملحقۃ بآخر الکتاب۔

فائدہ

زوجۂ مفقود کے لئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اوس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جبکہ عورت اتنی مدت تک صبر وتحمل اور عفت کے ساتھ گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلاء ظاہر کرے۔ اور اوس نے ایک عرصۂ دراز[^1] تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اوس حالت میں درخواست دی ہو جبکہ صبر سے عاجز ہوگئی تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی جاوے کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہو تو اون کے نزدیک کم از کم ایک سال[^2] صبر کے بعد تفریق جائز ہے۔

(کما فی الروایۃ الثانیۃ من فتوی العلامۃ الفاہاشم)۔

مگر علمائے سہارنپور دونوں صورتوں میں چار ہی سال کی مدت کے مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے لیکن جہاں قرائن قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہو تو ایک سال کے قول پر بھی حاکم کو حکم کر دینے کی گنجائش ہے مگر معاملہ اللہ تعالے کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جاوے۔

اشرف علی

[^1]: اور عرصۂ دراز کی تعیین مفوض الی رای الحاکم ہے یعنی قاضی یا جماعت مسلمین مدعیہ کے خاص حالات میں غور کر کے قرار دیں کہ مقدمہ پیش ہونے سے پیشتر اوس نے کافی انتظار کر لیا ہے یا نہیں اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کر دیا تب تو احکام گذشتہ کے موافق چار سال کے مزید انتظار کا حکم دیا جاوے اور اگر کافی انتظار کر کے مقدمہ پیش کیا ہے تو اس گنجائش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے ۱۲ منہ

[^2]: لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائیگا یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے اس کی تصریح فتاوی مالکیہ میں نہیں ہے اور جس قدر کتب مالکیہ یہاں موجود تھیں۔ (بقیہ بر صـ۶۲)

تتمۃ الفائدہ

اگرتفریق اس قاعدہ کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال
رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت
میں زوجۂ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق
تین حیض گذارنے ہوں گے اور اگر مفقود اس
صورت میں واپس آگیا تو اوس میں یہ
تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر
اندر آکر رجعت کرلے تو رجعت
صحیح ہوجائے گی اور
زوجہ بدستور
اوس کے
نکاح
میں رہے گی اور اگر عدت کے بعد آیا یا پہلے ہی آگیا مگر عدت کے اندر رجعت
قولی
یا فعلی نہ
کی تو اب زوجۂ مفقود
پر طلاق بائنہ ہوکر وہ خود
مختار ہوگئی خواہ دوبارہ اوسی سے
نکاح کرے یا کسی دوسرے سے۔
(لما فی الروایۃ الرابعۃ عشر من فتوی
العلامۃ الصالح التونسی)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦١)

اون میں بھی دستیاب نہیں ہوئی۔ اور ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مرافعہ کے بعد سے
سال انتظار شمار کیا جائے ١٢ منہ

حکم زوجۂ متعنت

(فی النفقہ)

متعنت - اصطلاح میں اوس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ مستورات کی رہائی کے لئے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے جو ذیل کے سوال و جواب میں مذکور ہے۔

سوال

(۱) جو شخص باوجود قدرت کے اپنی زوجہ کے حقوق نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو کیا اوس کی زوجہ کو حق ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اوسکی زوجیت سے نکال سکے اگر ہے تو اوس کی کیا صورت ہے۔

(۲) اگر قاضی اون میں تفریق کر سکتا ہو تو جب قاضی اوس متعنت کی زوجہ پر طلاق واقع کرے جو نان نفقہ نہ دیتا ہو اوس وقت یا اوسکے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اوسکو ملجائیگی اور اگر اوسکو مل سکتی ہے تو قبل عدت اور بعد عدت میں یا قبل نکاح ثانی اور بعد نکاح ثانی میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں۔

الجواب

(۱) زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجایش ہے کیونکہ اونکے نزدیک زوجۂ متعنت کو تفریق[1] کا حق ملسکتا ہے اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ ایک[1] یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ آبرو کیساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو اور دوسری[2] صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہو اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور اونکے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جسکے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے

---

[1] وھذا الحکم عند المالکیۃ لا یختص بخشیۃ الزنا و افلاس الزوجۃ لکن لو نا خذ مذھبھم علی الاطلاق بل اخذنا ہ حیث وجدت الضرورۃ المسوغۃ للخروج عن المذھب ۱۲ منہ

ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعوی صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اوسکے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو۔ ورنہ ہم تفریق کردینگے اسکے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اوسکے قائم مقام ہو طلاق واقع کردی اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں۔

للروایۃ الثالثۃ والعشرین من الفتوی للعلامۃ سعید بن صدیق

متعنت اپنی حرکت سے باز آجاوے تو کیا حکم ہے

(۲) متعنت اگر اپنی حرکت سے اوسوقت باز آئے جبکہ حاکم اوسکی زوجہ پر طلاق واقع کرچکے اور عدت بھی گذر چکے تو اب اوس کا کوئی اختیار زوجہ پر نہیں[عـہ] رہتا (کیونکہ عدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا گو طلاق رجعی ہی ہو البتہ تراضی طرفین سے نکاح ہوسکتا ہے) اور اگر انقضائے عدت سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہوجاوے تو اس بارہ میں مالکیہ کے مذہب میں صریح روایت نہیں اسلئے ارباب فتوی کے نزدیک دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح کہا جاوے۔ دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دی جاوے۔ اور رجعت کا حق خاوند کو نہ دیا جاوے لیکن علامہ صالح نے احتمال اوّل کو اقرب لکھا ہے۔

کما فی الروایۃ الرابعۃ عشر مع التنبیہ والتلخیص من الفتوی الثانیۃ للعلامۃ الصالح اور ہمکو بھی علامہ صالح کی رائے اون کے فتوی میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوتی ہے اسواسطے ہمارے نزدیک فتوی یہی ہے کہ عدت کے اندر اندر تعنت سے باز آجانے کی صورت میں عورت کو اوسی کے پاس رہنا پڑیگا خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت میں[عـہ] عورت کی رضامندی ضروری نہیں مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہوجاوے تو بہتر ہے فقط واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

عـہ فان قیل ان المتعنت اذا رجع عن التعنت بعد العدۃ فالمرأۃ لا ترجع الیہ بحال کما ھو مذکور فی ھذا المقام والغائب المطلق علیہ اذا قدم بعد العدۃ و اثبت خلاف ما ادعتہ فالمرأۃ لہ وان عاند بعد ما ارسل الیہ الحاکم کما سیأتی فما الفرق بین تعنت الحاضر وعناد الغائب حیث لا حق[۱۲ وصلیہ] بعد العدۃ للمتعنت بحال بخلاف الغائب المعاند یجاب بان تعنت الحاضر یثبت فی مجلس القاضی فتکون لہ قوۃ کما یفھم من المختصر مع شرحہ حیث قال (وان لم یجب) المدعی علیہ باقرار ولا انکار (حبس وادب) بالضرب (ثم) ان استمر علی عدم الجواب (حکم) علیہ بالحق لانہ فی قوۃ الاقرار بالحق اھ (ص ۲۹۳ جلد ۲) بخلاف عناد الغائب فافہم ۱۲ منہ

عـہ جب رجعت صحیح ہوگئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہے اس لئے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح کرلے لیکن اگر عورت اپنی بیوقوفی سے تجدید نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید بھی رکھلے ۱۲ منہ ش

حکم زوجۂ غائب غیر مفقود

یہ حکم بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت شدیدہ مظلومہ کو نجات حاصل ہو سکے

سوال

(۱) جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اوس کا معلوم ہو لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اوسکے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اسوجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اوس کی عورت کے لئے کوئی سبیل ہو کہ اوس غائب کی زوجیت سے اپنے آپکو الگ کر لے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

(۲) درصورت جواز تفریق اگر تفریق کے بعد نکاح ثانی سے پیشتر یا نکاح ثانی کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان نفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا زوجہ اوس کو ملجاویگی اور اگر واپس ملجاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔

الجواب

(۱) اس عورت کی رہائی کیواسطے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہو وہ تو یہ ہے کہ اوس خاوند کو خلع پر راضی کیا جاوے۔ اور اگر وہ سنگدل خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرکے اپنا زمانہ عفت میں گذار سکے تو بہتر ورنہ جب گذارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرے وہ صورت یہ ہے کہ اولاً قاضی[1] کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں سے اوس غائب کیساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھکو نفقہ دیکر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اوسنے میرے لئے نفقہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا۔ اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا غرض نفقہ کا وجوب بھی اوسکے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے۔ اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے اسکے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی اسکے نفقہ کی کفالت[2] کرلے تو خیر ورنہ قاضی اوس شخص کے پاس حکم بھیجے[3] کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اوسکو بلالو یا وہیں سے کوئی انتظام کرو۔ ورنہ اوسکو طلاق دیدو اور اگر تمنے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی

ف۱ اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں کا حکم مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے اوسکو ضرور دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ
ف۲ اگر کسی نے اوسوقت نفقہ کی کفالت کرلی لیکن پھر چھوڑ دیا تو عورت کو مکرر مرافعہ کا حق ہوگا ۱۲ منہ
ف۳ یعنی بذریعہ دو ثقہ آدمیوں کے جس کا ذکر تنبیہہ میں آتا ہے ۱۲ منہ

توپھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کردینگے۔ اسپر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینے کے مزید انتظار کا حکم دے اس مدت میں بھی اگر اسکی شکایت رفع نہ ہوئی تو اوس عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کردے۔ کما فی الروایۃ الثانیۃ والعاشرۃ والثانیۃ والعشرین والسادسۃ والثلاثین اور یہ ظاہر ہی ہے کہ تفریق کے لئے عورت کی طرف سے مطالبہ شرط ہے۔ پس اگر اوس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کردے تو پھر تفریق نہ کی جاویگی۔

غائب کے پاس آدمی بھیجنے کی ضرورت اور اوسکی صورت

تنبیہ ضروری

قاضی جو اس غائب کے پاس حکم بھیجے تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں۔ بلکہ اوسکی یہ صورت ہے کہ حکم نامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر اونکے حوالہ کردے کہ اسکو غائب کے پاس لیجاؤ۔ یہ دونوں شخص غائب کو حکم نامہ پہنچا کر اوس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی نفی یا اثبات میں دے اوسکو خوب محفوظ رکھیں (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تاکہ واپس ہو کر اوسپر شہادت دے سکیں اور اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسکی شہادت دیدیں۔ الغرض قاضی جو حکم کرے ان دونوں کی شہادت پر کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے۔ وھو منصوص للمذھبین الحنفی والمالکی کما صرح بہ فی کتاب القاضی الی القاضی وقال العلامۃ الدردیر تحت قول المختصر (ولم یفد کتاب وحدہ) من غیر شہادۃ علی الحاکم الی قولہ بخلاف من شاھدین یشھدان علی ان ھذا کتاب القاضی الفلانی وانہ اشھدھما علی ما فیہ (ص ٢٩٥ جلد ٢) واللہ اعلم۔

غائب اگر دور ملک میں ہو تو آدمی بھیجنا شرط نہیں۔

فائدہ

اگر غائب شخص کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ پر ہو جہاں پوری جدوجہد اور امکانی کوشش کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام ممکن نہ ہو تو مذکور الصدر مجبوری کے وقت اسکی بھی گنجایش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قائم مقام حاکم واقعہ کی تحقیق حسب قاعدہ مذکورہ کرنے کے بعد تفریق کا حکم کردے۔ کما فی الروایۃ العاشرۃ للعلامۃ الفاھاشم۔

غائب اگر واپس آجاوے تو اوس کا حکم

(٢) اگر یہ غائب حکم بالطلاق کے بعد آجاوے تو اوس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجاوے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو اس صورت میں تو اوس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کرے گا تو صحیح ہوجاویگی اور رجعت نہ کرے تو عدت کے بعد اس کے نکاح سے بالکل الگ ہوجاویگی۔

دوسری صورت یہ کہ عدت ختم ہوچکنے کے بعد واپس آیا ہو سو اسمیں یہ تفصیل ہے کہ اگر اوسنے

ف فتاوی مالکیہ کی روایت سی و ششم میں جسکا حوالہ متن میں عنقریب آتا ہے یہ بات تو مصرح ہے کہ یہ تاجیل شہر قاضی کے سامنے دعوی ثابت کرنے کے بعد ہوگی۔ لیکن اوس روایت میں ارسال الی الغائب سے کوئی تعرض نہیں اسلئے یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ یہ تاجیل بعد الارسال ہوگی یا قبل الارسال۔ ہمنے بعد الارسال کو احوط سمجھ کر اختیار کرلیا ہے ١٢ منہ۔

عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت کردی مثلاً یہ کہ میں نے اوسکو پیشگی خرچ دیدیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجا رہتا تھا۔ یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کردیا تھا[ع] تب تو اوسکو ہر حال میں عورت ملجاویگی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کرچکی ہو حتی کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہوچکی ہو تب بھی شوہر اول ہی کا نکاح باقی سمجھا جاویگا اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جاویگا۔ اور اگر خاوند نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اوسکو نہ ملیگی کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا وهذا كله مصرح في الرواية الرابعة عشر والسادسة عشر۔

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اول کو عورت ملیگی اوس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے نہ تجدید مہر کی۔ البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہوچکی ہو تو عدت واجب ہے یعنی عدت گذرنے سے پیشتر شوہر اول کو جماع اور اوسکے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔ کما فی الروایۃ التاسعۃ والعشرین الی الرابعۃ والثلاثین۔

اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گذرچکی یعنی اگر اوس سے خلوت صحیحہ ہوچکی ہے تو پورا مہر واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہوجاویگا۔ کما هو حکم سائر الفسوخ ونیز احکام مفقود میں یہ بھی گذرچکا ہے کہ عدت شوہر اول کے مکان میں گذاریگی۔ فلینظر ثم فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

وههنا تمت الرسالة ❊ والحمد لله الهادي في كل مقالة ❊
كتبها الاحقر **اشرف علي** عفي عنه ذنبه الخفي والجلي ❊
بمشاركة الفاضلين الجامعين للعلوم القويم ❊ والعمل
المستقيم ❊ المولوي **محمد شفيع** والمولوي
عبد الكريم ❊ شرفهما الله تعالى بالاجر العظيم ❊ في
اوائل شهر ذي القعدة ١٣٥١ه من هجرة النبي الشفيع
الكريم ❊ عليه الف الف صلوة وتسليم ❊ ❊ ❊ ❊
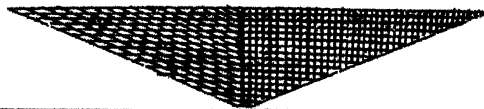
ع المرأة اذا اسقطت النفقة عن زوجها يلزمها الاسقاط عند المالكية وليس لها ان ترجع كما في الرواية الاولى ١٢ منه ❊

تصدیقات

حضرات علمائے امداد العلوم تھانہ بھون و دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور دام اللہ فیوضہم جو رسالہ ہذا کی ترتیب تہذیب و تنقیح میں شریک رہے ۔

از امداد العلوم تھانہ بھون

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ وبعد فقد طالعت ہذہ الرسالۃ الفریدۃ ۔ وملأت عینی بانوار تلک اللآلی النضیدۃ ۔ فوجدتہا فریدۃ فی الباب ودرۃ یتیمۃ اخرجت من لجۃ العباب ۔

منہا الحیاۃ لکل حق میت   منہا الممات لکل قول زدر

منہا البیاض لکل قلب اسود   منہا السواد لکل عین ضریر

وللہ در شیخنا فقد بالغ فی التحقیق والتنقیر ۔ وبذل جہدہ فی التسہیل علی الامۃ المظلومۃ والتیسیر ۔ جعل اللہ ہذا السعی مشکورا ۔ وہذا العمل مقبولا مبرورا ۔ وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

کتبہ

اذل الخدام واحقر الغلمان ظفر احمد التھانوی تغمدہ اللہ بالغفران

مورخہ ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ گذارش ہو کہ اس رسالہ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے
نیز اس کا جامع مانع اور بیحد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہین اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بیساختہ
کہہ اُٹھتا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

درحقیقت اُمّت مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے مجمع کمالات کا محتاج تھا آپ نے
جس نہایت غور و خوض کو ایک عرصۂ دراز تک اس تحقیق و تصنیف مین مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ اندازہ
وہی حضرات کر سکتے ہین جن کو زمانہ تالیف مین حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو حضرت والا نے بارہا
ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اتنی مشقت عمر بھر کسی کام مین نہین ہوئی حق تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم
کے سایۂ رحمت کو ہمارے سرون پر قایم دائم رکھے آمین ثم آمین۔

اب اہل ضرورت سے صرف اس قدر گزارش ہو کہ رسالہ ہذا مین جو قیود و شرائط درج
ہین وہ نہایت درجہ ضروری ہین عمل کے وقت اُنکو خوب پیش نظر رکھین اور پوری طرح اُنکی پابندی کرین
محض ضرورت کا بہانہ لے کر اتباع ہوی مین مبتلا نہ ہون۔

نیز ارباب فتوی کی خدمت فیضدرجت مین التماس ہو کہ فتوی کیوقت تمام شرائط کو
بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرماوین وھو الموفق للخیر * والعاصم عن کل ضیر *

الملتمسان

کمترین خدام کہترین غلام احقر عبد الکریم عفی عنہ
ازخانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
مورخہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۲ھ

سراج احمد غفرلہ
مدرس خانقاہ امدادیہ
۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

از دار العلوم دیوبند

ہم سبھوں نے رسالہ (الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ) کو بغور و تدبر سُنا۔ یقیناً ہمارے دیار ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اسکے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علمائے مذہب حنفی رسالہ ہذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار دیں اور اسپر فتوی دیں۔ قرون سابقہ میں بھی علماء حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں ضروریات وقتیہ کی بنا پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور اونکے معاونین کی مذکورہ بالا مسائل میں مساعی بلیغہ اور انتہائی جد و جہد بے شک و بلا شبہ قابل ہزارہا ہزار تشکر و تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو ہر دو جہان میں جزاء خیر عطا فرماوے۔ آمین۔

العبد
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
(صدر مدرس)

العبد
عبد السمیع غفرلہ
(مدرس)

العبد
محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ
(مدرس)

العبد
بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ
(مدرس)

العبد
احقر العباد محمد طیب
(مہتمم)

العبد
بندہ سید محمد مبارک علی غفرلہ
(نائب مہتمم)

العبد
ریاض الدین عفی عنہ
(مدرس)

العبد
بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ
(مدرس حدیث)

العبد
مسعود احمد عفا اللہ عنہ
دار العلوم دیوبند
(نائب مفتی)

العبد
بندہ محمد شفیع غفرلہ
خادم دار الافتاء
دار العلوم دیوبند

العبد
محمد اعزاز علی امروہی (شیخ الفقہ والادب)
۸ جمادی الاولی سنہ ۱۳۵۲ھ

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً ومسلماً

امّا بعد۔ ہم نے باِمعان نظر وخوض تام اس فتوی **الحیلۃ الناجزہ** کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سنا ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہ کو جو علاوہ ظاہری وباطنی علوم کی مہارت تامہ کے احوال زمانہ ومشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوی کے لئے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمالیں کیونکہ بوقت ضرورت شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے بناءً علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتوی ہم جیسوں کی تائید وتصحیح کا اصلاً محتاج نہیں لیکن تحصیلاً للخیر والثواب ان مسائل کی تائید وتصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے اس فتوی میں جس تحقیق وتدقیق واحتیاط سے کام لیا ہے وہ منت کش بیان نہیں۔ ہم صمیم قلب سے جناب باری عزاسمہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت اقدس کو باِیں فیوض وبرکات تادیر مسترشدین کے رؤس پر سلامت رکھے آمین۔

ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی یہ مساعی جمیلہ تاقیامت امت مرحومہ میں مشکور رہینگی فجزاھم اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین۔

عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۲ھ	بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ (مدرس اول) مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۲ھ	محمد زکریا کاندھلوی عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	محمد اسعد اللہ عفا عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کی چند جدید تالیفات

السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ

ایک مدت سے عام لوگوں کے ذہن میں یہ خیال بسا ہوا ہے اور جوں جوں جہل کا غلبہ ہوتا جاتا ہے اس خیال میں قوت ہوتی جاتی ہے کہ حضرات صوفیہ میں عموماً اور چشتیہ میں خصوصاً شریعت کا اتباع نہیں ہوتا یا کم ہوتا ہے۔ اس لئے حکیم الامۃ مدظلہ نے ایک ذخیرہ مشاہیر حضرات چشتیہ کے ایسے اقوال وافعال واحوال کا جمع فرمادیا کہ جو اون سے اس تہمت کا رافع ہے اب نہ کوئی لوئی بدگمان ہوگا اور نہ عدم لزوم اتباع شرع میں کوئی ان سے تمسک کر سکے گا اور اس کو تین بابوں پر تقسیم کیا ہے باب اول میں ان حضرات کے وہ اقوال ہیں جن میں اتباع شرع کی تاکید ہے اور باب دوم میں وہ افعال ہیں جن سے خود ان کا شدید الاتباع ہونا ثابت ہوتا ہے اور باب سوم میں ایسے اقوال یا افعال کی توجیہ اور اون سے رفع اشکال ہے جو موہم ہیں عدم اتباع شریعت کے یہ کتاب تالیف فرماکر حضرت والا مدظلہ نے نہ صرف حضرات صوفیہ کو الزامات بے جا سے بری فرمایا بلکہ عامہ مسلمین کے دین کی حفاظت کا سامان مہیا فرمادیا ہے ضخامت ۲۸۰ صفحات کاغذ عمدہ طباعت دیدہ زیب (قیمت صرف عہ)

حیوٰۃ المسلمین

چونکہ آج کل بوجہ بے علمی و بدعملی مسلمانوں پر عالم میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مصیبتیں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں لہٰذا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل مضامین عالیہ قلمبند فرمائے ہیں جن کے مطالعہ سے عقائد کی درستی معاشرت میں آسانی طلب حق میں افزونی معیشت میں سہولت خدا اور رسولؐ کی محبت اہل وعیال کی خدمات کی رغبت مجاہدہ کا شوق گناہوں سے نفرت اور شریعت پر چلنے کا طریق حیوٰۃ طیبہ حاصل کرنے کے گر گویا تمام خوبیوں کا ایک خزانہ جمع فرمادیا ہے یہ ۱۲۲ صفحات کی کتاب ہے مگر دریا کو کوزہ میں بھرا ہے۔ قیمت دس آنہ

تعدد الازواج لصاحب المعراج

اس رسالہ مفیدہ میں وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جو خاص ازواج مطہرات سے خانگی زندگی کے متعلق منقول ہیں جن میں امور خانہ داری اور خاوند بیوی کے تعلقات پر وہ تعلیمات اسلامیہ درج ہیں جن کا علم ازوج مطہرات کے سوا کسی دوسرے کو ہونا مشکل تھا۔ اس رسالہ میں علاوہ اس کے کہ امور خانہ داری کے متعلق تعلیمات اسلامیہ کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا اس کی حکمت بھی معلوم ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں کئے۔ حصہ اول احادیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ قیمت ۶ر

تصحیح العلم فی تقبیح الفلم

سینما کے دیکھنے اور اوس میں کسی قسم کی شرکت کرنے کے متعلق احکام شرعیہ اور اس کے مفاسد قیمت ۱ر

خطبات الاحکام

قیمت ایک روپیہ

مسئلہ توسل کی عجیب وغریب تحقیق ۱ر

ملنے کا پتہ دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

چون آیت بعموم عسر شامل است بر آلام حسیہ منکوحات از جور بعال ثمّ بعموم یسر بر احکام
شرعیہ مستخلصہ ایشان ازان نکال ثمّ این رسالہ کہ تتمہ ایست مر حیلہ ناجزہ را

یعنی

المختار

فی

مہمات التفریق والخیارات

مثل اصل خود مشتمل بود بر چنین یسر در بقیہ احوال

بنا علیہ

خدام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اہتمام اشاعتش نمودند

و بار اول در ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۲ھ

از دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور شائع گردانید

(مطبوعہ خواجہ پریس دہلی)

مظلوم عورتوں کی مشکلات کا آسان علاج

آج کل نکاح کے بعد عموماً عورتیں جن مشکلات و مصائب میں مبتلا ہوتی ہیں وہ اہل تجربہ سے مخفی نہیں کیونکہ روزبروز مردوں میں بے دینی و بے رحمی بڑھتی جاتی ہے کوئی بچوں کو چھوڑکر مفقود الخبر ہو جاتا ہے کوئی غیر ممالک میں جا بیٹھتا ہے کوئی موجود ہوتے ہوئے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہیں کرتا کہیں شوہر مجنون یا عنین ہوتا ہے ان وجوہ سے ہزاروں عورتیں پریشان ہیں ادہر اُنکے مظالم کا انسداد اور عورتوں کی گلوخلاصی کی جائز صورت قاضی شرعی کرسکتا تھا مگر ہمارے شومیٔ اعمال سے مدت ہوگئی کہ عہدۂ قضا ہندوستان سے اٹھ گیا اب ان مظلوم عورتوں کے لیئے بظاہر کوئی علاج نہ رہائے گی ۔

ان مصائبُ حوادث پر نظر فرماکر حضرت حکیم الامت مجدد الملت فقیہ العصر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے ان مسائل میں شرعی سہولتیں بہم پہونچانے کے لیئے توجہ فرمائی اور تقریباً کئی سال علماء مدینہ طیبہ نیز مشاہیر علماء ہند سے خط و کتابت اور مشاورت کے بعد ایک مفصل تصنیف اس کے متعلق فرماکر **الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ** نام رکھا اس کتاب کے ضمن میں چند مستقل رسائل بھی درج ہوگئے اصل رسالہ میں اول تو ایسی صورتیں بیان فرمائی ہیں کہ اگر نکاح سے پہلے اُن کو ملحوظ رکھا جائے تو عورتیں ان مشکلات میں مبتلا ہی نہ ہوں اور پھر ان سب مشکلات کے متعلق جُدا جُدا ابواب میں مفصل بحث کرکے اون کے لیئے شرعی سہولتیں جمع فرمائی ہیں ۔

اسکے بعد ایک مستقل رسالہ **المختارات** اسکے ساتھ بطور تتمہ لگایا گیا جسمیں خیار بلوغ وغیرہ کی ان صورتوں کے احکام کی مفصل بحث کی گئی ہے جن میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جاتا ہے لیکن فسخ کرنا قضاء قاضی پر موقوف ہے اسکے بعد دوسرا مستقل رسالہ **حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج** بطور ضمیمہ ملحق کیا گیا جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ زوجین کے مذہب میں اگر اختلاف ہو تو کس صورت میں نکاح جائز ہے اور کس صورت میں نہیں اور نکاح کے بعد اگر اختلاف مذہب پیدا ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں خصوصاً اس کو بوضاحت ثابت کیا گیا ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا ۔

آخر میں ان سب رسائل کا خلاصہ بنام **المرقومات** لگا دیا گیا۔ اور ہر رسالہ میں مشاہیر علماء ہند کی تصدیقات بھی درج کی گئی ہیں ضخامت ان سب رسائل کے مجموعی (۱۰۸) صفحات ہیں کاغذ و طباعت اعلیٰ درجہ کی ہیں ۔ **قیمت صرف ایک روپیہ**

نیز اسکے بعض اجزاء علیحدہ علیحدہ بھی طبع کیئے گئے ہیں جن کی قیمتیں حسب ذیل ہیں ۔

المختارات ۱ حکم الازدواج ۱ المرقومات للمظلومات

ملنے کا پتہ: یہ کتاب اور ہر قسم کی کتابیں — **کتب خانہ دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور**

تتمۃ الرسالۃ الملقبۃ

بالمختارات

فی مہمات التفریق والخیارات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وصلوۃ کے بعد عرض ہے کہ جن مسائل میں فسخ نکاح یا تفریق قاضی کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اونکے حل کیلئے رسالہ الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ بہت سے علماء محققین کے مشورہ کے بعد لکھا گیا ہے اور اوس میں بالاتفاق یہ قرار پاچکا کہ ہندوستان میں جس جگہ قاضی شرعی موجود نہ ہو اور کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے بھی فیصلہ شرعی حاصل کرنا اختیار میں نہ ہو۔ وہاں امام مالکؒ کے مذہب کے موافق جماعت مسلمین کو قائم مقام قاضی کے سمجھا جائیگا۔

اس رسالہ کی تکمیل کے بعد ضرورت محسوس کی گئی کہ مسائل خمسہ مندرجہ رسالہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں فسخ نکاح کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں اونکو بھی اس رسالہ میں شامل کردیا جاوے تاکہ ضرورت کے سب مسائل یکجا جمع ہوجاویں۔ لیکن ان مسائل ثلثہ کو سب علماء مذکورین کے سامنے پیش کرنے کی نوبت نہیں آئی جس کی وجہ یہ ہے کہ سب حضرات کے سامنے پیش کرنے میں علاوہ اسکے کہ بہت تاخیر ہوجاتی ان مسائل میں زیادہ ضرورت بھی محسوس نہیں کیگئی کیونکہ ان میں زیادہ تر مشورہ طلب جزو جماعت مسلمین کا فیصلہ تھا جو مذہب مالکیہ سے لیا گیا ہے اور وہ اصل رسالہ میں بمشورہ علماء کرام طے ہوچکا ہے۔ اس لئے بغرض امتیاز ان مسائل ثلثہ کو مستقل نام سے موسوم کرکے بطور تتمہ ملحق کیا جاتا ہے اور جماعت مسلمین کے علاوہ اس تتمہ کے باقی اجزاء اپنے مذہب کی کتب فقہ سے لئے گئے ہیں جن میں اکثر بلکہ تقریباً کل مسائل مصرح ہیں جیسا کہ عبارات مندرجہ سے معلوم ہوگا صرف دوچار جگہ تصریح نہ ملنے کی باعث قواعد سے استنباط کی نوبت آئی ہے اون میں علمائے دیوبند وسہارنپور سے مراجعت کی گئی جہاں بالاتفاق کچھ طے ہوگیا وہاں جزم کیساتھ مسئلہ لکھکر قاعدۂ فقہیہ کی طرف اشارہ کردیا ورنہ تردد یا اختلاف لکھدیا اور وہ تین مسائل یہ ہیں۔

۱ حرمت مصاہرۃ۔ ۲ خیار بلوغ۔ ۳ خیار کفاءت۔ اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے

پورے احکام بوقت ضرورت علماء کرام کتب فقہ میں ملاحظہ فرمالیں اور عوام علمائے کرام سے دریافت کریں

حرمت مصاہرۃ

حرمت مصاہرہ کے اسباب اور شرائط

ف

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا شہوت کیساتھ اوسکو صرف ہاتھ لگاوے یا شہوت سے بوسہ لے۔ یا شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو بشہوت دیکھے تو ان سب صورتوں میں حرمت مصاہرہ قائم ہوجاتی ہے یعنی اس مرد پر اوس عورت کی بیٹی اور ماں وغیرہ سب اصول وفروع نسبی ورضاعی حرام ہوجاتے ہیں۔ اور اس عورت پر اس مرد کا بیٹا اور باپ سب اصول وفروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگادے یا شہوت سے اوس کا بوسہ لے یا عضو مخصوص پر نظر شہوت ڈالے تب بھی مصاہرت کا علاقہ قائم ہوکر مرد پر عورت کے تمام اصول و فروع نسبی ورضاعی اور عورت پر مرد کے تمام اصول وفروع نسبی ورضاعی ہمیشہ کیلئے حرام ہوجاتی ہیں۔ اور حرمت مصاہرت کے لیئے ان افعال کا قصداً کرنا شرط نہیں بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی کوئی فعل سرزد ہوجائے مثلاً بیوی سمجھکر خوشدامن کو شہوت کی حالت میں ہاتھ لگادیا تب بھی بیوی حرام ہوجاتی ہے۔ اس لیئے خاوند کو بیوی کے اصول وفروع مؤنثہ سے اور عورت کو مرد کے اصول وفروع مذکرہ سے سخت احتیاط[عہ] لازم ہے کہ انکو بشہوت ہاتھ لگانے وغیرہ میں علاوہ معصیت شدیدہ کے یہ بڑی خرابی ہے کہ میاں بیوی میں حرمت مصاہرہ کا علاقہ ہوجاتا ہے یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے اصول یا فروع مؤنثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہوجاوے یا بیوی کے اصول وفروع مؤنثہ میں سے کسی نے مرد کے ساتھ ایسے افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے

عہ لمس وتقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے) کیوقت اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہوگئی تب بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا ہے یا تقبیل کی ہے تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے البتہ نظر کے موجب حرمت ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے اوسکو شہوت ہو صرف دوسری طرف سے شہوت ہونا موجب حرمت نہیں ونیز لمس اور تقبیل میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روکدے پس اگر کسی نے باوجود ایسا کپڑا حائل ہونے کے کپڑے کے اوپر سے مس کیا یا بوسہ لیا ہے تو وہ حرمت مصاہرت کا موجب نہیں نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کیوجہ سے انزال نہو گیا ہو پس اگر لمس وتقبیل وغیرہ سے انزال ہوجائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہوگی ۱۲ منہ

عہ یعنی نہ ایسی حرکات شنیعہ کا قصداً ارتکاب کرے نہ ایسا کوئی کام کرے جسمیں احتمال ہو مثلاً جس کمرہ میں بیوی لیٹتی ہے اگر وہاں دوسری مستورات بھی ہوں تو جبتک اوسکو جگا کر اور بات چیت کرکے پورا یقین نہ ہوجائے کہ یہ بیوی ہے اوسوقت تک ہاتھ ہرگز نہ لگاوے پلنگ معین ہونے وغیرہ کو ہرگز کافی نہ سمجھے کہ اسمیں بعض مرتبہ غلطی ہوجاتی ہے ۱۲ منہ

مثلاً شہوت کیساتھ خوشدامن کو ہاتھ لگا دیا یا بیوی اپنے شوہر کے اصول وفروع مذکرہ مثلاً خسر کے ساتھ کوئی فعل موجب حرمت مصاہرت کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان سب صورتوں میں یہ بیوی اس خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے خواہ یہ افعال کسی نے دانستہ کئے ہوں خواہ بھول چوک میں ہو گئے ہوں ہر حال میں ایک ہی حکم ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جاوے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ میں بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو الگ کر دے اور زبان سے بھی علیحدگی کو ظاہر کر دے مثلاً یوں بھی کہدے کہ میں نے تجھکو چھوڑ دیا۔ یا یوں کہدے کہ میں نے تجھکو طلاق دیدیا اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر خاوند بے دینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جس طرح ممکن ہو عورت کو اُس کے پاس سے چلا جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اسکے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا مگر جب تک[ع] خاوند زبان سے نہ کہدے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا قاضی تفریق نکردے اوسوقت تک دوسری جگہ بھی اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا جیسا کہ درمختار میں ہے (و) حرم ایضا بالصہریۃ (اصل مزنیتہ) اراد بالزنا الوطی الحرام (و) اصل (ممسوستہ بشہوۃ) ولو لشعر علی الراس بحائل لایمنع الحرارۃ (و) اصل ماستہ وناظرۃ الی ذکرہ[ع] (والمنظور الی فرجہا) المدور (الداخل ولو) نظرہ (من زجاج او ماء ھی فیہ وفروعہن) مطلقا اھ وقال الشامی تحت قولہ (وحرم ایضا الخ) قال فی البحر اراد بحرمۃ المصاہرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسباً ورضاعاً وحرمۃ اصولہا وفروعہا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطی الحلال الخ (ص۲۵۷ ج۲) وقال تحت قولہ (مطلقا) یرجع الی الاصول والفروع ای وان علون وان سفلن ط اھ (ص۲۵۹) وفی الدر ایضا بعد ورقتین وتکفی الشہوۃ من

[ع] واما ماذکر فی عدۃ رد المحتار ومثلہ فی البحر من ان المتارکۃ کما تکون من الزوج کذلک تکون من الزوجۃ فہو مختص بما اذا کانت الحرمۃ اصلیۃ لا طاریۃ کما اذا نکحت المرأۃ بمن ثبتت بہ حرمۃ المصاہرۃ او الرضاع قبل النکاح فیجب علی کل من الزوجین فسخہ وکل واحد منہما مستقل فی ھذہ المتارکۃ ولا کذلک فی الحرمۃ الطاریۃ بعد النکاح فان المتارکۃ فیہ لا یتحقق الا من الزوج او بتفریق القاضی وھو صورۃ الجمع بین القولین وبہ یرتفع الخلاف بین کلام البحر والنہر المذکور فی الشامیۃ واللہ اعلم

[ع] والنظر الی الانثیین لا یوجب حرمۃ المصاہرۃ کما لا یخفی ولکن لم نر من تعرض لہذا ۱۲ منہ

احدهما وقال الشامی هذا یظهر فی المس اما فی النظر فتعتبر الشهوة من الناظر وفیه ایضا وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج بآخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة وفی رد المحتار تحت قوله (الا بعد المتارکة) ای وان مضی سنون کما فی البزازیة وعبارة الحاوی الا بعد تفریق القاضی او المتارکة اه وقد علمت ان النکاح لا یرتفع بل یفسد وقد صرحوا فی النکاح الفاسد ان المتارکة لا تتحقق الا بالقول ان کانت مدخولا بها کترکتك او خلیت سبیلك واما غیر المدخول بها فقیل تکون بالقول و بالترك علی قصد عدم العود الیها وقیل لا تکون الا بالقول فیهما الخ (ص۲۶۳ جلد۲)۔

پس عورت اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس نالش کرکے تفریق کا حکم حاصل کرے اور جس علاقہ میں قاضی نہ ہو وہاں اگر کوئی مسلمان حاکم حکومت وقت کی جانب سے ایسے معاملات میں تفریق کا اختیار رکھتا ہو تو اوس کے پاس مقدمہ پیش کرے ورنہ مسلک مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین[عہ] سے رجوع کیا جاوے اور جماعت مسلمین کا مفصل بیان اصل رسالہ کے جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا ہے اوس سب کو غور کیساتھ دیکھ لینا نہایت ضروری ہے۔

عہ وظاهر ان القصد لا یعلم الا بقول الزوج فلا ثمرة لهذا الاختلاف فی حق المرأة فیما اعلم وان ظهر للاختلاف ثمرة فی صورة ما فالاحوط ان یوخذ قول من اشترط المتارکة بالقول خصوصًا فی الفساد الطاری ۱۲ منہ

عہ اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر یہ مضمون واضح ہو چکا ہے کہ جب دو عمل جداگانہ ہوں تو تلفیق جائز ہے مگر حضرت والا نے مزید احتیاط کے لئے اصل رسالہ میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں لیا جس میں تلفیق خارق اجماع لازم آجاوے اور تتمہ کے تین مسئلوں میں سے بھی دو مسئلوں میں اس کی رعایت موجود ہے مگر صرف اس ایک مسئلہ یعنی حرمت مصاہرت میں جماعت مسلمین کا فیصلہ ایسا ہے جس میں بظاہر تلفیق خارق اجماع لازم آتی ہے یعنی مذہب حنفیہ میں تو جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور مالکیہ کے مشہور و مختار مذہب کی بنا پر بعض خاص صورتوں میں مس بالشہوۃ وغیرہ سے حرمت مصاہرت متعلق نہیں ہوتی گو بعض صورتوں میں قول معتمد و مشہور کے موافق اور بعض میں قول غیر مشہور کے موافق اونکے نزدیک بھی حرمت متعلق ہو جاتی ہے کما فی مختصر الخلیل وشرحه للدردیر وفی نشر حرمة الزنا خلاف المعتمد منه عدم نشرة الحرمة (الی قوله) وان حاول زوج تلذذا بزوجته فالتذ بابنتها منه او من غیره ظانا انها زوجته بوطئ او مقدمته فتردد فی تحریم زوجته علیه وهو المرتضی وعدمه (ص۲۹۶ ج۱) غرض بعض صورتوں میں جماعت مسلمین کے ذریعہ بوجہ حرمت مصاہرت تفریق کرانے میں تلفیق کا شبہ ہوگا لیکن ہم ان کو عمل واحد خیال نہیں کرتے بلکہ جماعت مسلمین کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمت مصاہرت کو تفریق کا سبب کہنا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جیسے وضو جداگانہ عمل ہے اور نماز جدا اور توضیح اسکی اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر کردیگئی ہے پس تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے جسکی تائید علامہ محمد بن علی بیضاوی مفتی مالکیہ کے فتوے کی روایت (ص۳) سے بھی ہوتی ہے تاہم عمل کے وقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنیوالا جواز تلفیق کے بارہ میں کسی اپنے معتقد فیہ عالم محقق سے رجوع کرکے اونکے فتوے پر عمل کرے واللہ اعلم ۱۲ منہ

طریق فیصلہ جب عورت دعوی کرے کہ میرے اور خاوند کے اصول و فروع میں سے فلاں مرد کے درمیان یا خاوند اور میرے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کے درمیان ایسا ایسا واقعہ پیش آیا ہے جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے لہذا مجھکو میرے خاوند سے الگ کردیا جاوے تو قاضی یا اوسکا قائم مقام اولاً شوہر سے بیان لے اگر اوسنے عورت کے بیان کی تصدیق کردی تب تو تفریق کا حکم کردیا جاوے اور اگر خاوند نے اس دعوی کی تصدیق نہ کی تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں اگر گواہ پیش نہ ہوں یا اونمیں شرائط شہادت موجود نہ ہوں تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کرے تو مقدمہ خارج کردیا جائے یعنی نہ تفریق کیجاوے اور نہ یہ حکم کیا جاوے کہ عورت بدستور شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اوسکی زوجیت میں رہنے کا حکم دیدیا تو اوس کا حکم مسئلہ دوم میں عنقریب آتا ہے۔ اور اگر وہ حلف سے انکار کردے تو تفریق کردی جائے۔

حلف اور تصدیق اور شہادت کے متعلق ضروری توضیح اگر دعوی خاوند کے فعل پر ہو مثلاً یہ کہ اسنے زوجہ کے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کیساتھ پکڑا ہے تب تو خاوند سے حلف اس بات پر لیا جاوے کہ اونے یہ فعل ہرگز نہیں کیا یا بشہوت نہیں کیا۔ اور اگر دوسرے کے فعل پر دعوی تھا مثلاً عورت یوں کہے کہ مجھے خسر نے بشہوت پکڑا ہے تو خاوند سے اسطرح حلف لیا جاویگا کہ خدا کی قسم میرا زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعوی میں سچی نہیں اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

اور گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ دہن اور رخسار پر بوسہ دینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعوی میں تو صرف ان افعال کی شہادت دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائیگی شہوت کا انکار مسموع نہ ہوگا اور تفریق کا حکم کردینا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کے ساتھ ہوئے تھے (اور اس کا علم قرائن سے شاہدین

ع ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اگر واقعہ زنا کا پیش آیا ہو تو دعوی میں زنا کو صراحتہً ظاہر نہ کیا جاوے کیونکہ زنا کے دعوی پر چار گواہ پیش نہ ہوسکے تو حد قذف کا اندیشہ ہے۔ بلکہ صرف مباشرت فاحشہ وغیرہ کو بیان کرے یعنی یہ کہے کہ شرمگاہ کو شرمگاہ سے بغیر حائل کے ملایا گیا ہے ۱۲ منہ ع اور اس صورت میں اس شوہر کیساتھ رہنا اور اپنے نفس پر قدرت دینا جائز ہے یا نہیں اسکا حکم عنقریب مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ ع ثبوت حرمت کیلئے پکڑنا اور ہاتھ لگانا وہی معتبر ہوگا جسکی تفصیل صفحہ ۲۷ کے حاشیہ ع میں گذر چکی ہے مطلقاً پکڑنا یا ہاتھ لگانا معتبر نہیں ۱۲ منہ

لعہ شامی وغیرہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ غلبۂ ظن اور اکبر رائے کی نفی پر حلف لیا جائے ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ اس کا ترجمہ ہے اگر کسی جگہ کا عرف اس کے خلاف ہو تو اہل عرف سے تحقیق کرکے وہاں کے مناسب الفاظ تجویز کرلئے جاویں ۱۲ منہ

کو ہوسکتا ہی) تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائیگی۔ ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے اوسکی بنا پر تفریق کا حکم نہ کیا جاویگا بلکہ خاوند سے حلف لیا جائے کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے اگر حلف کرے تو خیر ورنہ تفریق کا حکم کردینگے وذلک کلہ لما فی الدر (وان ادعت الشہوۃ) فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ (وانکرہا الرجل فہو مصدق) لاھی (الا ان یقوم الیہا منتشرا) آلتہ (فیعانقہا) لقرینۃ کذبہ او یاخذ ثدیہا (او یرکب معہا) او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی وفی الفتح یترائی الحاق الخدین بالفم الخ ان قال (وتقبل الشہادۃ علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شہوۃ وکذا) تقبل (علی نفس اللمس والتقبیل) والنظر الی ذکرہ او فرجہا (عن شہوۃ فی المختار) تجنیس لان الشہوۃ مما یوقف علیہا فی الجملۃ بانتشار او آثار۔ وفی رد المحتار قولہ (وان ادعت) ای ادعت الزوجۃ انہ قبل احد اصولہا او فروعہا بشہوۃ او ان احد اصولہا او فروعہا قبلہ بشہوۃ فہو مصدر مضاف الی فاعلہ او مفعولہ وکذا قولہ تقبیلہا ابنہ اھ قولہ (فہو مصدق) لانہ ینکر ثبوت الحرمۃ والقول للمنکر (فصل محرمات من نکاح الشامیۃ ص ۴۶۲ جلد ۲) واما توجیہ الیمین علی الزوج فظاہر للقاعدۃ المقررۃ من ان قول المنکر انما یعتبر مع الیمین۔ ونص علیہ الفقہاء فی باب الرضاع وحرمۃ المصاہرۃ نظیر حرمۃ الرضاع۔ واما الفاظ الیمین فماخوذۃ مما فی الشامیۃ عن الفتح۔ وثبوت الحرمۃ بلمسہا مشروط بان یصدقہا ویقع فی اکبر رأیہ صدقہا وعلی ھذا ینبغی ان یقال فی مسہ ایاھا لا تحرم علی ابیہ وابنہ الا ان یصدقاھا او یغلب علی ظنہما صدقہا ثم رأیت عن ابی یوسف ما یفید ذلک اھ (شامی ص ۴۵۵ جلد ۲)

ایک ضروری فائدہ

یہ تو ظاہر ہے کہ حرمت مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے انمیں احد الزوجین کیساتھ ایک اور کی شرکت بھی ہوتی ہے اور واقعہ کی صحت وعدم صحت ونیز شہوت کے وجود وعدم کا اوسکو بھی علم ہوتا ہے لیکن باوجود سعی بسیار کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اوس سے بیان لیا جائیگا یا نہیں اور اگر اوسکا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن قواعد میں غور وخوض کے بعد رجحان اسطرف ہوا ہے کہ وہ مدعا علیہ نہیں اسواسطے اوسکو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جاوے بلکہ اوسکو ایک شاہد سمجھا جاوے۔ (لان الاخبار بحق الغیر علی الغیر لیس باقرار بل ھو شہادۃ والاقرار اخبار بحق علیہ للغیر کما ھو مصرح فی کتب الفقہ) ؂

ف یعنی اس صورت میں قاضی تفریق نہ کریگا یہ دوسری بات ہے کہ عورت کو تمکین جائز نہ ہو جبکہ دعوی فی نفسہ صحیح ہو جیسا کہ مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ

اور اوسکی شہادت معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال واقوال کے اعتبار سے عادل ہو اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو مسقط عدالت ہو (مثلاً وطی بالشبہہ وغیرہ کا بیان دی) تب تو اسکی شہادت مقبول ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے جس سے اسکا فسق ثابت ہوتا ہو تو اسکی یہ شہادت معتبر ہوگی یا نہیں اسمیں بعض وجوہ سے تردد ہے بوقت ضرورت کتب مذہب اور علماء سے تحقیق کر لی جاوے۔

البتہ اگر یہ مرد ہو تو اسنے جو شہادت دی ہے وہ خود اوسکے حق میں اقرار ہے اگر آئندہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اوس عورت کے اصول وفروع میں سے ہو تو ماخوذ بالاقرار ہوگا کما لا یخفی واللہ اعلم بالصواب

مسئلہ اوّل - اگر خاوند کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمت مصاہرت متحقق ہوگئی تو اوسکو انکار کرنا حرام ہے اگر اوسنے جھوٹا حلف کر لیا اور اسپر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اوس کی تفصیل عنقریب مسئلہ دوم میں آتی ہے۔

مسئلہ دوم - اگر عورت کا دعوی صحیح تھا مگر شہادت معتبرہ پیش نہ ہوسکی اور خاوند نے حلف کر لیا اسواسطے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا یعنی نہ تفریق کی اور نہ زوجیت میں رہنے کا حکم دیا تو اس عورت کیلئے جائز نہیں کہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنے آپکو اوس سے علیحدہ کرنیکی کوشش کرے اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہو تو جبتک اپنا بس چلے اس شوہر کو پاس نہ آنے دے (کما صرح بہ فی الدر المختار وغیرہ فیمن سمعت من زوجہا الطلاق الثلث ولا بینۃ لہا)

اور اگر قاضی نے عورت کا دعوی رد کرنیکے ساتھ یہ حکم بھی کر دیا کہ بدستور اس شوہر کی زوجیت میں رہے تو اس صورت میں عورت کو تمکین جائز ہے یا نہیں اسکے متعلق نہ تو کوئی جزئیہ ملا اور نہ قواعد سے کچھ احقر کی فہم ناقص میں آیا اور خود غور و تلاش کے بعد جب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند سے مکالمت پر بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم سے مراجعت کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قواعد سے صاف واضح ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو تمکین جائز نہیں کیونکہ یہ حکم نہ عقد کے متعلق ہے نہ فسخ کے جنمیں امام صاحب کے نزدیک قضاء قاضی باطناً بھی نافذ ہو جاتی ہے بلکہ یہ حکم ایسا ہے جیسا کہ املاک مرسلہ کا حکم شہادت زور کی بنا پر اور اوس حکم سے کسی کے نزدیک بھی باطناً ملک ثابت نہیں ہوتی ونیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھکو اسمیں شرح صدر ہے کچھ تردد نہیں اور مفتی صاحب موصوف نے بھی اسمیں موافقت فرمائی مگر احقر کو ہنوز شرح صدر نہیں ہوا ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً - ہاں یہ ظاہر ہے کہ جبتک کسی جزئیہ سے یا قواعد سے شرح صدر کیساتھ جواز تمکین ثابت نہو اوسوقت تک حضرت والا کے

خیار بلوغ

نابالغ[ف] لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ ہے اگر باپ نابالغ کا نکاح کردے تو وہ نکاح لازم ہوجاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے لڑکی کو اُسکے فسخ کرانیکا اختیار نہیں رہتا خواہ کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں[عـہ] ۔ اور مہر مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا ہو۔ غبن فاحش لڑکی کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اسکے مہر مثل سے اتنی کمی کردی ہو جتنی کمی عموماً گوارا نہیں ہوسکتی اور لڑکے کے بارہ میں یہ ہے کہ اوسکا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اوس لڑکی کے مہر مثل سے اتنا زیادہ مقرر کیا کہ اوس زیادتی کو عموماً ناگوار سمجھا جاتا ہو مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں[عـہ] ہیں ۔

اوّل یہ کہ وہ شخص نکاح کرنیکے وقت ہوش حواس سالم رکھتا ہو پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اسکے قبل کوئی واقعہ ایسا نہوا ہو جسکی بنا پر عموماً خیال ہوجاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کیوجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بد تدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کردے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے ۔

اور جو شخص فاسق متہتک (یعنی بیباک اور بے غیرت) ہو وہ بھی سئی الاختیار کے حکم میں ہے کما فی اوائل باب الولی من الدر المختار مع الشامی (ص۲۷۲ جلد ۲) اسکو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں ۔ اور ان دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ جب اوسنے نکاح کیا ہے اوسوقت اوسکی ظاہری حالت سے کم انکم خیر خواہی کی توقع ہوسکتی ہو ۔

ف اگر کوئی با اولاد عورت یا مرد مجنون ہوجاوے تو اوسکا سب سے مقدم ولی بیٹا ہے اور بیٹے کا کیا ہوا نکاح سب احکام میں اوسی نکاح کے برابر ہے جو باپ نے کیا ہو کما سیأتی عن الدر ۱۲ منہ

عـہ یہ حکم جب ہے جبکہ نکاح کرنے کیوقت باپ کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور اگر اوس نے کفو سمجھکر کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اوسکا حکم خیار کفاءت میں معلوم ہوگا ۱۲ منہ ۔

عـہ اگر باپ دادا خود نکاح پڑھادیں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر معین کرکے کسی معین شخص سے نکاح پڑھانے کے لئے کسی کو وکیل بنادیا ہے تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کئے بدون ہی وکیل بنادیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کردو تو اوس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنیکا اختیار نہیں اگر کردیا تو باطل ہے ۔ کما یأتی عن الدر فی العبارات الآتیۃ من قولہ (وان کان المزوج غیرھما) الخ ومن قولہ (لو عین لوکیلہ القدر) الذی ہو غبن فاحش الخ ۔ واما اذا صرح فی التوکیل ان زوجہا بغیر کفو او لم یعینہ او قال زوجہا بغبن فاحش ففیہ تردد ۱۲ منہ ۔

اور جب باپ نہ ہو تو دادا ولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کردے اوسمیں بھی وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہے۔

ف۱ باپ دادا کے سوا دوسری اولیا کا حکم۔

اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو بترتیب[عہ] حق ولایت پہنچتا ہے مگر وہ باپ دادا کے برابر نہیں بلکہ اونکا جدا حکم ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کردے یا مہر غبن فاحش کیساتھ مقرر کردے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اونہوں نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

ف۲ خیار بلوغ حاصل ہونیکی صورت

اور اگر کفو کیساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اوسوقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار رہتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرالیں جسکی شرط ابھی آتی ہے اور اس اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے۔

ف۳ خیار بلوغ میں قضائے قاضی کی ضرورت

اور خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہونیکے لئے قضائے قاضی ہر حال[عہ] میں شرط ہے بدون قضائے قاضی کسی حال میں نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔

اور جہاں قاضی نہو وہاں مسلمان حاکم یا پنچایت علی الترتیب فسخ کرسکتی ہے کما مر مرارا مع الشرائط فی اصل الرسالۃ

ف۴ خیار بلوغ باقی رہنے کی شرط اور اوسکی تفصیل

تنبیہ ضروری بالغ ہونے پر فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اوسمیں اس امر کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کبتک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہو کر فسخ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے لہذا اوسکی تفصیل بیان کیجاتی ہے تاکہ عمل کیوقت اسکا خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح توڑوانا چاہتی ہے اگر وہ[سہ] باکرہ ہو تو اوسکو اختیار فسخ حاصل ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ جسوقت[للعہ] آثار بلوغ ظاہر ہوں اوسی وقت فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے یہ کہدے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں چاہے اوسوقت کوئی اوسکے پاس موجود ہو یا نہو ہر حال میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے البتہ اگر کھانسی یا چھینک وغیرہ کیوجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہوئی یا کسی نے

عہ شریعت نے خاص ترتیب کیساتھ باپ کے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے جسکی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہوسکتی ہے ۱۲ منہ

عہ یعنی چاہے لڑکا بالغ ہو کر فسخ کا خواہاں ہو یا لڑکی ۱۲ منہ

سہ باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نہ اس خاوند سے ہمبستری کی نوبت آئی ہو نہ اس سے قبل کسی اور خاوند سے ۱۲ منہ

للعہ یہ جب ہے کہ پندرہ سال سے قبل آثار بلوغ ظاہر ہو جائیں ورنہ جسوقت پورے پندرہ سال کی عمر ہو جاوے اوسوقت کا اعتبار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان ۱۳۴۰ھ کی ۷ تاریخ کو عین طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان ۱۳۵۵ھ تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی گئی تو ۷ رمضان ۱۳۵۵ھ کو ٹھیک طلوع آفتاب کیوقت اوسکو شرعاً بالغ سمجھا جاویگا پس اگر اوس باکرہ نے اوسیوقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کردیا تب تو اوسکا اعتبار ہوگا ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر کی تو خیار بلوغ باطل ہوگیا۔ اور اسی طرح ثیبہ نے یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کردی تو نکاح لازم ہو جائیگا۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب قمری سال سے کیا جاوے۔ انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں۔ واعتبار البلوغ بالسن فی ہذا الباب لحرزہ صریح ولکن لفظ البلوغ فی عبارۃ الفقہاء مطلق فیشمل بحرفیہ جمیع صور البلوغ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

جبراً مُنہ بند کردیا ہو تو اس مجبوری کیوجہ سے جو تاخیر ہو جاوے اوسکو باعث خیار فسخ باطل نہیں ہوتا اور بدون کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو یہ اختیار باطل ہوگیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا۔ اگر غلط بیان کرکے فسخ کرالیگی تو سخت گنہگار ہوگی۔ ولکن ان احتالت للفسخ ینفذ القضاء ظاہراً وباطناً عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ اعلم۔

نیز باکرہ کو اسکی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم ازکم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام آویں اور گواہ بنانے کا تفصیلی حکم روایات فقہیہ کے بعد بعنوان فائدہ موعودہ آویگا اوسکو ضرور دیکھ لیا جاوے۔

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[عہ] ہے تو پھر اوسکو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جبتک رضامند نہوگی اوسوقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جاوے صرف خاموش رہنے کیوجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے کہدیگی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام ایسا[عہ] کریگی جس سے رضامندی پائی جاوے تو اختیار باطل ہوجائیگا۔ اور پھر ثیبہ کو نامنظوری پر گواہ[م] اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جبتک قولاً یا فعلاً[عہ] منظور نہ کرے اوسوقت تک اختیار باقی رہتا ہے۔ پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہدیا کہ یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ یہ بالکل تنہائی میں یا آہستہ کہنے کیوجہ سے کسی نے نہ سنا ہو اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت آئی ہو تب بھی خیار فسخ نہیں رہتا نیز دعوی کی صورت بھی لڑکے کیواسطے وہی ہے جو ثیبہ کے لئے ابھی گذر چکی۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے جبکہ بلوغ سے پیشتر اونکو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہوگا اور آگے لڑکے کیواسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اوس سب کا لحاظ خبر ملنے کے وقت سے کیا جائیگا۔

وھذہ المسائل کلہا فی الدر المختار مع حاشیتہ للعلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث قال صاحب الدر (ولزم النکاح ولو بغبن فاحش) بنقص مہرھا وزیادۃ مہرہ (او) زوجہا (لغیر کفوءان کان الولی) المزوج بنفسہ لغبن (ابا اوجدا) وکذا المولی وابن المجنونۃ (لم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا) یصح اتفاقا وکذا لو سکران الخ

عہ ثیبہ وہ ہے جس سے ہمبستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اس سے پیشتر کسی اور خاوند سے والموطوءۃ بالشبہۃ او النکاح الفاسد والتی حدت بالزنا او تکرر زناھا وشاع بین الناس ثیبۃ ایضاً کما فی الدر المختار باب الولی تفسیر البکر ۱۲ منہ عہ مثلاً خاوند نے اسکی رضامندی سے بوسہ وغیرہ لیلیا یا ہمبستری کرلی ۱۲ منہ

وفی رد المحتار تحت قولہ (بغبن فاحش) ہو ما لا یتغابن الناس فیہ ای لا یتحملون الغبن فیہ احترازا عن الغبن الیسیر وہو ما یتغابن الناس فیہ ای یتحملونہ قال فی اجوبۃ والذی یتغابن فیہ الناس ما دون نصف المہر قال شیخنا موفق الدین وقیل ما دون العشر اھ وتحت قولہ (بغیر کفوء) بان زوج ابنہ امۃ او بنتہ عبدا الخ وتحت قولہ (بنفسہ) احترز بہ عما اذا وکل وکیلا بتزویجہما وسیاتی بیانہ قریبا ح وتحت قولہ (بغبن) کان علیہ ان یقول او بغیر کفوء ولو قال المزوج بنفسہ علی الوجہ المذکور کما قال فی المنح لسلم من ہذا ح وتحت قولہ (وابن المجنونۃ) ومثلہا المجنون قال فی البحر المجنون والمجنونۃ اذا زوجہما الابن ثم افاقا فالخیار لہما وتحت قولہ (لم یعرف منہما الخ) ای من الاب والجد وینبغی ان یکون الابن کذلک وتحت قولہ (مجانۃ وفسقا) وفی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفہہ او لطمعہ لا یجوز عقدہ اجماعا اھ (ص۲۹۵ جلد ۲) ثم قال (وان کان المزوج غیرہما) ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثا لو عین لوکیلہ القدر صح (لا یصح) النکاح (من غیر کفوء او بغبن فاحش اصلا) وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخہ وہو (وان کان من کفوء وبمہر المثل صح و) لکن (لہما) ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بہما (خیار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ) (الی قولہ) بشرط القضاء للفسخ اھ وقال الشامی تحت قولہ (غیر الاب وابیہ) الاولی ان یزید والابن والمولی لما مر وتحت قولہ (لو عین لوکیلہ القدر) الذی ہو غبن فاحش نہر وکذا لو عین لہ رجلا غیر کفوء کما بحثہ العلامۃ المقدسی وتحت قولہ (اصلا) ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ وتحت قولہ (وملحق بہما) کالمجنون والمجنونۃ اذا کان المزوج لہما غیر الاب والجد والابن بان کان اخا او عما مثلا وتحت قولہ (بالبلوغ) ای اذا علما قبلہ او عندہ قہستانی وتحت قولہ (او العلم الخ) ای بعد البلوغ بان بلغا ولم یعلما بہ ثم علما بعدہ وتحت قولہ (للفسخ) ای ہذا الشرط انما ہو للفسخ لا لثبوت الاختیار وحاصلہ ان المزوج اذا کان للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلہما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختارا الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء اھ (ص۵ ج۲) ثم قال (وبطل خیار البکر بالسکوت) لو مختارۃ (عالمۃ ب) اصل (النکاح) ولا یمتد الی آخر المجلس وان جہلت بہ بخلاف المعتقۃ (وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل) بالسکوت (بلا صریح) رضاء (او دلالۃ) علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مہر (ولا یبطل) (بقیامہما عن المجلس) لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضاء انتہی مختصرا وقال

عــہ وفی حاشیۃ البحر للعلامۃ الشامی ان الاقرب القول الثانی (ص۱۲۶ ج۳) قلت لعل الاختلاف لاختلاف الزمان او المکان فالاولی ان لا یقدر بل ینظر الی العرف واللہ اعلم ۱۲ منہ

عــہ ہذا یدل علی ان الکفاءۃ معتبرۃ فی نکاح کل من الصغیر والصغیرۃ لما حققہ العلامۃ الشامی ۱۲ منہ عــہ ای ان کان العقد بغیر الکفوء او بغبن فاحش ۱۲ منہ عــہ ینبغی ان التفصیل الآتی فی البکر والثیب بعد البلوغ یجری فی المجنونۃ بعد الافاقۃ واللہ اعلم ۱۲ منہ

الشامی (قولہ لو مختارۃ) اما لو بلغہا الخبر فاخذ ہا العطاس او السعال فلما ذہب عنہا قالت لا ارضی جاز الرد اذا قالت متصلا الخ (قولہ آخر المجلس) ای مجلس بلوغہا او علمہا بالنکاح کما فی الفتح (قولہ وان جہلت بہ) ای بان لہا خیار البلوغ او بانہ لا یمتد (قولہ والثیب) شمل ما لو کانت ثیبا فی الاصل او کانت بکرا ثم دخل بہا ثم بلغت کما فی البحر وغیرہ (قولہ دفع مہر) حمل فی الفتح علی ما اذا کان قبل الدخول اما لو دخل بہا قبل بلوغہ فینبغی ان لا یکون دفع المہر بعد بلوغہ رضاء لانہ لا بد منہ اقام او فسخ اھ ومثلہ یقال فی قبولہا المہر بعد الدخول بہا او الخلوۃ افادہ ط (ص ۵۰۶ ج ۲) -

فائدۂ موعودہ باکرہ لڑکی بالغ ہونے پر جب نکاح نامنظور کرے تو اوسکو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ بیشتر گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اسواسطے حسب وعدہ تفصیل لکھی جاتی ہے۔ **تفصیل یہ ہے** کہ اشہاد (یعنی گواہ بنانے) کی دو صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ جسوقت بالغ ہوئی ہے اوسوقت اگر اوسکے پاس گواہ موجود ہیں تب تو اوسی وقت اوسکو کہدینا چاہئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔

دوسری صورت یہ کہ اوسوقت گواہ پاس نہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظور کرکے گواہوں کو بلالیا جاوے یا خود اونکے پاس چلی جاوے اور گواہ چاہے جلدی ملجاویں یا دیر میں بہر دو صورت اونکے سامنے یہی کہنا چاہئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں یہ ہرگز ظاہر نکرے کہ تھوڑی دیر ہوئی بالغ ہوچکی ہوں حتی کہ اگر گواہ صراحۃً بھی دریافت کریں کہ تو کب بالغ ہوئی ہے تب بھی مفصل واقعہ ذکر نہ کرے بلکہ یہی جواب[عہ] دے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اتنا کہدے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح کو توڑ دیا ہے کیونکہ اگر مفصل واقعہ گواہوں سے ظاہر کردیگی تو اونکو گول مول گواہی دینا جائز نہ ہوگا اور تفصیلی شہادت دی تو یہ شہادت اسکے حق میں مفید نہ ہوگی۔ اور مجمل واقعہ سنکر گواہی دینا جائز ہے اونکو نہ اسکی ضرورت ہے کہ تفصیل دریافت کریں نہ اس کا حق ہے۔

پھر قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین[عہ] صورتیں ہیں۔

عہ ویجوز الکذب لاحیاء الحق کما ہو مصرح فی ہذا الباب من کتب الفقہ وفی ابواب اُخر ولکن یختلج فی القلب انہم لما جوزوا التفریق بمحض قولہا عند القاضی انی فسخت کما بلغت وہو صدق یجب من الابتلاء بالکذب فکیف جوزوا لہا الکذب فیہ عند الشہود والقاضی فلیتامل ۱۲ منہ۔

عہ ایک امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ ان تین صورتوں میں سے پہلی صورت میں یعنی جب گواہ ہو چکے ہوں تو اس کو ایک ماہ تک درخواست کی مہلت ہے اگر ایک ماہ گذر گیا تو خیار فسخ جاتا رہا۔ لان ہذا الخیار نظیر خیار الشفعۃ وفی الشفعۃ یبطل الخیار بالسکوت شہرا علی ما حققہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار۔ اور دوسری صورت میں حتی الوسع جلدی کرنا لازم ہے لیکن اس تعجیل کی کوئی خاص تحدید کتب فقہ میں باوجود تلاش کے نہیں ملی۔ البتہ خلاصۃ الفتاوی کی ایک روایت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ چند روز تک مقدمہ پیش نہوا تو خیار ساقط ہوجاویگا وہ روایت یہ ہے (بقیہ بر ص ۹۴)

اوّل ۱ اگر قاعدہ کیموافق گواہ ہوچکے ہیں تب تو قاضی یا اوسکے قائم مقام کی عدالت میں یوں درخواست پیش کرے کہ میں فلاں روز بالغ ہونے پر نکاح کو نامنظور کرچکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں گواہ ہیں اسواسطے میرا نکاح فسخ کردیا جائے۔ اس درخواست پر شہادت کے بعد تفریق ہوجاویگی۔

دوم ۲ اگر کسی کو معتبر گواہ میسر نہوں یا گواہوں سے اس قسم کی تفصیل ظاہر کردی جس سے اونکو مفید گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ حتی الوسع جلد درخواست پیش کرے اور درخواست میں یہ ظاہر نکیا جاوے کہ کب بالغ ہوئی ہے بلکہ صرف اتنا کہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کردیا ہے لہذا فسخ کا حکم دیدیا جاوے۔ اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے تب بھی نہ بتلاوے اگر بتلادیا تو پھر تفریق نہ ہوسکے گی۔

سوم ۳ ایک صورت درخواست کی یہ ہے کہ صاف یوں کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں اس صورت میں نہ کسی گواہ کی حاجت ہے نہ حلف کی بلکہ بدون شہادت اور حلف ہی قاضی اس درخواست کو قبول کرکے نکاح کو فسخ کردے۔ قال العلامۃ الشامی بعد نقل عبارۃ البزازیۃ وغیرھا قلت وتحصل من مجموع ذلك انہا لو قالت بلغت الآن وفسخت تصدق بلا بینۃ ولا یمین ولو قالت فسخت حین بلغت تصدق بالبینۃ او الیمین ولو قالت بلغت امس وفسخت فلا بد من البینۃ الخ (ص۵۰۸ ج۲)۔

تنبیہ اگر حقیقۃً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہدیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں تب تو اوسکو جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اصل واقعہ چھپا کر یہ کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں۔ اور اگر بلوغ کے بعد اس کہنے میں ذرا بھی دیر کردی تھی تو خیار فسخ باطل ہوگیا اب اوسکو ہرگز جائز نہیں کہ شہادت اور درخواست کے قبول ہونے کا حیلہ کرے اگر حیلہ کریگی تو سخت گناہگار ہوگی۔ ولکن ان احتالت مع سقوط الخیار وحکم القاضی بالفسخ انفسخ النکاح عند الامام لان القضاء عنده ینفذ ظاهرا وباطنا فی العقود والفسوخ۔

خیار کفاءت

غیر کفو میں نکاح ہونیکی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح بالکل باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲) قال ھشام سألت محمدا عن صغیرۃ زوجہا امہا فحاضت فبعثت خادمہا لیدعو للشہود فلم یقدر وھی فی موضع ینقطع عن الناس فمکثت ایاما قال لزمہا النکاح (خلاصہ فی جنس خیار البلوغ ص۲۵ ج۲) اور تیسری صورت کا حکم بھی قواعد سے وہی معلوم ہوتا ہے جو دوسری صورت کا۔ لان الامہال فی الصورۃ الاولی کان لتقرر الحق بالاشہاد والتقرر بالاشہاد مفقود فی الثالثۃ کما فی الثانیۃ واللہ اعلم بالصواب۔ تنبیہ چونکہ اس حاشیہ کا یہ سب مضمون قواعد سے لکھا گیا ہے اسلئے عمل کیوقت احتیاطاً اپنے کسی معتقد فیہ عالم محقق سے بھی دریافت کرلینا ضروری ہے ۱۲ منہ

مشرط فور فوت ہونے پر کر تنبیہ

ہوجاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہوجاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے۔ یہاں اصل مقصود تو اونہیں صورتوں کا بیان کرنا ہے جنمیں خیار فسخ ہو کیونکہ قضاۃ قاضی کی ضرورت صرف اونہیں میں پڑتی ہے مگر ہم تتمیم فائدہ کیلئے سب صورتیں درج کرتے ہیں ا ہر ایک کا جداگانہ حکم لکھتے ہیں جنکی

تفصیل یہ ہے

پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ کے غیر کفو میں نکاح کرے اس صورت میں فتوی اسپر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتی کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے لہذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نکرے۔ اگر کریگی تو نکاح کالعدم ہونیکی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہیگی۔ کما فی تنویر الابصار فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی و له اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن عم فی الاصح خانیۃ وخرج ذووا الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفوء مالم تلد ویفتی بعدم جوازہ اصلا اھ وایدہ صاحب الدر بقوله وھو المختار للفتوی وقوی العلامۃ الشامی وغیرہ بقول شمس الائمۃ وھذا اقرب الی الاحتیاط۔

فائدہ اسی سے اوس صورت کا بھی حکم معلوم ہوگیا جسمیں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونیکا علم نہوا و کفو ہونیکی شرط کرکے یا بلا شرط نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اوس سے الگ ہوجائے کیونکہ قول مفتی بہ کے موافق غیر کفو سے بدون اذن ولی نکاح درست نہیں ہوتا تو جسوقت اسکا غیر کفو ہونا ظاہر ہوگیا اوسوقت ثابت ہوگیا کہ نکاح اوّل ہی سے باطل تھا۔ واما قول الدر المختار فلو نکحت رجلا ولم تعلم حاله فاذا ھو عبد لاخیار لها بل للاولیاء فھو مبنی علی ظاھر الروایۃ والا فلا معنی لخیار الاولیاء وقد علمت ان ظاھر الروایۃ متروك بروایۃ الحسن المختارۃ للفتوی۔

دوسری صورت یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کردیا ہو یا باپ دادا نے کیا مگر وہ معروف بسوء الاختیار یا فاسق متہتک ہو (وقد مر تفسیرھما فی خیار البلوغ) یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورتمیں بھی نکاح بالکل باطل ہے۔ کما مر فی خیار البلوغ مفصلاً۔

تیسری صورت یہ کہ باپ یا دادا نے بدرستی ہوش وحواس نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہو اور وہ باپ دادا نہ فاسق متہتک ہو نہ معروف بسوء الاختیار اس صورت میں نکاح لازم ہوجاتا ہے اس نکاح کو فسخ کرانیکا بھی اختیار نہیں ہے۔ کما مر فی خیار البلوغ ایضاً۔

عـه اور اگر عصبہ ہو مگر غائب ہو ... بغیر اذن ولی ... کما ھو مصرح فی عبارۃ الدر ۱۲ منہ

عـه ... چکی ہے ۱۲ منہ

اور یہ حکم عام ہے خواہ باپ دادا کو بوقت نکاح عدم کفاءت کا علم تھا یا نہ تھا۔ بہر دو صورت نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے البتہ اگر دوسری صورت یعنی عدم علم کی صورت میں کفاءت کی شرط پر نکاح کیا ہو تو اوس کا حکم جدا ہے جو صورت ششم میں آتا ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی عدم کفاءت کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہوا حکم اس کا یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا۔ کما لایخفی لرضائہم بسقوط حقہم وسیاتی التصریح بعدم الخیار لاحد فی الصورۃ الخامسۃ فہذہ الصورۃ اولی بہا۔

اور یہ حکم سب اولیاء کیلئے عام ہے خواہ اب وجد ہوں یا اونکے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور اب وجد کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کیلئے محض اوسکا سکوت کافی ہوگا اور اگر لڑکی ثیبہ ہے یا اب وجد کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازت صریحہ کی ضرورت ہے محض سکوت کافی نہیں۔ لما فی خزانۃ المفتین (قلمی ج ۱ ص ۱۲۲) زوج ابنتہ البکر البالغۃ من غیر کفوء فعلمت بذلک فسکتت فسکوتہا لایکون رضا والجد کالاب عند عدم وغیر الاب والجد لیس بولی فی النکاح بغیر کفوء فلم یکن سکوتہا رضا۔ وفی فصل شرائط النکاح من الخانیۃ رجل زوج ابنتہ البکر البالغۃ من غیر کفوء فعلمت بذلک فسکتت قال بعضہم سکوتہا لایکون رضا وقال بعضہم فی قول ابی حنیفۃ رح یکون رضا لان علی قول ابی حنیفۃ الاب ولی فی النکاح من غیر کفوء (فتاوی قاضیخان مصطفائی جلد اول ص ۱۵۰) وظاہر ان ہذا الاختلاف مبنی علی ان الاب والجد ولیان فی الانکاح بغیر کفوء عند الامام خلافا لصاحبیہ کما فی رد المحتار عن شرح المجمع ان تزویج الاب الصغیر والصغیرۃ من غیر کفوء او بغبن فاحش جائز عندہ لاعندہما (شامی باب الولی ص ۵۰۳ ج ۲) و نفتوی علی قول الامام علیہ المتون قاطبۃ فصار سکوتہا فی مسئلتنا ہذہ رضا لتحقق الاستیذان من الولی علی قول الامام المختار للفتوی واللہ اعلم۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی کسی ایسے شخص سے ہوا جسکی کفاءت کا حال معلوم نہ تھا۔ لیکن بوقت نکاح کفاءت کی شرط کرلی تھی یا صراحۃً تو شرط نہ کی تھی مگر خاوند کیطرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اسپر اعتماد کرکے نکاح کردیا ہو۔ پھر خلاف ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے حکم اس صورت کا یہ ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اوسکے ولی کو بھی۔ لما فی کفاءۃ

ھکذا بالاصل (الموجود فی مدرسۃ مظاہر العلوم سہارنپور) والصواب من غیر لا لیستقیم المعنی فانہ مقابل لقولہ الآتی لم یکن۔ کتبہ مولانا عبد اللطیف مد ظلہم العالی ناظم المدرسۃ الموصوفۃ فی فتواہ المرسلۃ الینا وھو الصواب عندنا ۱۲ منہ

الدر المختار مانصہ - ولو زوجوہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد - الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفوء کان لہم الخیار - ولوالجیہ -

لیکن اگر یہ عورت ہنوز باکرہ ہو تو اوس کا خیار سکوت سے باطل ہو جاویگا - یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہدیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہیگا اور بذریعہ حاکم مسلم فسخ کرا سکیگی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو خیار فسخ باقی نہ رہیگا -

یہ حکم اوسوقت ہے جبکہ لڑکی ہنوز باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو چکی ہے تو اوسکے سکوت سے خیار باطل نہیں ہوتا بلکہ جب تک صراحۃً یا دلالۃً[1] رضا نہ پائی جاوے اوسوقت تک اختیار باقی رہے گا کما مر نصہ من الدر المختار والشامیۃ مفصلاً فی خیار البلوغ -

اور یہی حکم ہے ولی کا کہ اوسکا خیار فسخ بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحۃً یا دلالۃً رضا کی ضرورت ہے اور دلالۃً رضا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرلے - کما فی باب الولی من الدر المختار مانصہ (وقبضہ) ای ولی لہ حق الاعتراض (المہر) ونحوہ مما یدل علی الرضی (رضًا) دلالۃً (الا ان قال) و(لا یکون سکوتہ) رضا (شامی ص ۴۸۹ ج ۲) -

چھٹی[2] صورت یہ کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اوسکے والد یا دادا[3] نے ایسے شخص سے کیا جسکو اوسکے بیان کی بنا[4] پر کفو سمجھا گیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کرلیگئی تھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے تو

---

[1] مثلاً شوہر لمس وتقبیل وغیرہ کرلے یا مہر یا نفقہ ادا کردے اور زوجہ اوسکو لمس وتقبیل وغیرہ پر قدرت دے یا مہر وغیرہ قبول کرلے تو یہ دلالۃً رضا ہے کما ھو مصرح فی الدر والرد وقد مر مانصہ ۱۲ منہ -

[3] اسی طرح مجنون اور مجنونہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ۱۲ منہ -

[4] اور اگر کفاءت کی نہ تو شرط کی تھی نہ زوج نے اپنا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ دادا نے محض اپنے گمان سے کفو سمجھکر نکاح کردیا تھا - پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں ہے تو اس صورت میں خیار کفاءت ہونے یا نہونے میں باوجود تتبع اور مراجعت علماء کے کوئی امر منقح نہیں ہوسکا - بعض جزئیات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بظن کفاءت نکاح کردینے اور پھر خلاف ظاہر ہونے کی صورت میں مطلقاً خیار فسخ حاصل ہوتا ہے خواہ یہ ظن کفاءت شوہر کے بیان وغیرہ کی وجہ کر پیدا ہوا ہو یا خود بخود لڑکی والوں نے یہ گمان کرلیا ہو - اور بعض دوسرے جزئیات میں یہ خیار اس قید کیساتھ مقید ہے کہ ظن کفاءت شوہر کے بیان کی بنا پر کیا گیا ہو - اسلئے اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ دونوں مسئلے جدا جدا ہیں اور ہر دونوں صورتوں میں خیار فسخ حاصل ہے - یا مطلق مقید پر محمول ہے اور بغیر اخبار زوج کے محض ظن کفاءت خیار فسخ کے لئے کافی نہیں - اور ہمیں قواعد سے رجحان اسکو معلوم ہوتا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے اور ظن کفاءت بلا اخبار زوج کی صورت میں خیار فسخ نہ دیا جائے - یہ جزئیات فقہیہ رد المحتار باب الولی میں من قولہ (وان عرف لا یصح النکاح) استشکل ذلک الخ اور باب الکفاءت میں من قولہ (فلو نکحت الخ) تفریع الی آخرہ اور آخر باب العنین میں من قول (لو تزوجتہ عنیا بہ حرالی قولہ لہا الخیار) ای لعدم الکفاءۃ الی آخرہ - ۳

اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے بیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے۔ اگر او سنے فسخ کرادیا تو فسخ ہو جاویگا اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہو جائیگا۔

اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اسکے سکوت سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہیگا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہو جائیگا اسلئے بالغ ہونے کے بعد نکاح لازم ہونیکیواسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے۔ باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے اگرچہ دوسرا بقائے نکاح پر رضامند ہو جاوے۔ لما قال فی فتاوی قاضیخان (صـ۱۶۳ ج ۱) رجل زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل ذکر انہ لایشرب المسکر فوجدہ شریبا مدمنا فبلغت الصغیرۃ وقالت لا ارضی قال الفقیہ ابو جعفر ح ان لم یکن اب البنت یشرب المسکر وکان غالب اہل بیتہ الصلاح فالنکاح باطل لان والد الصغیرۃ لم یرض بعدم الکفاءۃ وانما زوجہا منہ علی ظن انہ کفوء اھ۔

اس جزئیہ میں اسکی تو تصریح ہے کہ صورت مذکورہ میں بعد بلوغ کے لڑکی کو اختیار ہے (اور لڑکا کفاءت کے باب میں لڑکی کا حکم رکھتا ہے کما مر فی خیار البلوغ) اور اس صورت میں باپ دادا کے منظور کرنے سے لازم ہو جانا اسوجہ سے ہے کہ اوسکو غیر کفوء میں نکاح کرنیکا حق ہے جیسا کہ خیار بلوغ کے بیانمیں مفصل گزر چکا اور اس جزئیہ مذکورہ میں لان والد الصغیرۃ الخ سے بھی مفہوماً معلوم ہوتا ہے ونیز خزانۃ المفتین میں باپ کو اختیار ہونے کی تصریح ہے۔ فانہ قال لاب اذا زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل وظن انہ یقدر علی ایفاء المعجل والنفقۃ ثم ظہر عجزہ عن ذلک کان للاب ان یفسخ لانہ یخل بالکفاءۃ ولو یسقط حقہ لانہ زوجہ علی انہ قادر انتہی (خزانۃ المفتین قلمی ورق ۱۲۱ صـ۲) اور جب اوسکو ظہور حال کے بعد خیار ملگیا تو بدون کسی مسقط کے ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں لہذا بعد بلوغ بھی باپ کو خیار رہیگا واللہ اعلم۔

فائدہ فرقت کی تمام صورتیں ونیز یہ معلوم ہونے کیلئے کہ کس کس صورت میں قضائے قاضی کی ضرورت ہے اور کس کس میں نہیں درمختار سے ایک نظم نقل کیجاتی ہے۔

وھو ھذا

فرق[۱] النکاح اتتک جمعا نافعا	فسخ طلاق وھذا الذی یحکیھا
تباین[۱] الدار مع[۲] نقصان مہر کذا	فساد[۳] عقد و فقد[۴] الکفوء[۵] یتبعیھا

[۱] غیرہ العلامۃ الشامی ھکذا[۲] ان النکاح لہ فی قولہم فرق ÷ وھو اجود ۱۲ منہ۔
[۲] ھذا علی ظاھر الروایۃ لا علی روایۃ الحسن المختار للفتوی ۱۲ منہ۔

فرقت کی سب صورتیں مع حکم اور قضا یا عدم قضا کی تفصیل

تقبیل سبی واسلام المحارب او	ارضاع ضمن قد عد ذا فیہا
خیار عتق بلوغ ردة وکذا	ملک لبعض فتلک الفسخ خصیصہا
اسا الطلاق فجب عنة وکذا	ایلائہ ولعان ذاک یتلوہا
قضاء قاض الی شرط الجمیع خلا	ملک وعتق واسلام التی فیہا
تقبیل سبی مع الایلاء یا املی	تباین مع فساد العقد یدنیہا

وههنا تمت التتمة ؛ المشتملة على المسائل المهمة ؛ المتعلقة بالحوادث الملمة ؛ بتوفیق من بیدہ عقد الامور والازمة ؛ فی اوائل شہر یبارک فیہ من الملک الدیان ؛ ویفتح لمن صام فیہ باب الریان ؛ المعروف بشہر رمضان ؛ الذی اولہ رحمة واوسطہ مغفرة وآخرہ عتق من النیران ؛ سنة اثنین وخمسین بعد ثلثمائة والف من الھجرة النبویة ؛ علی صاحبہا الف الف صلوة وتحیة ؛ علی ید احقر الانام والانیم ؛ عبدہ الاثیم ؛ الراجی فضلہ العمیم ؛ المدعو بعبد الکریم ؛ ستر اللہ ذنبہ الجو والجمیم ؛ الصغیر منہ والعظیم ؛ وتجاوز عن حدیثہ والقدیم ؛ انہ ہو الغفور الرحیم ؛ **ولیس** لهذا العبد الضعیف فی تحریر هذہ الرسالة ؛ وتسوید هذہ العجالة ؛ الا کمتحرک الظل علی اثر عین ؛ والقلم بین اصبعین وهی بدقہا وجلہا ؛ وقضہا وقضیضہا ؛ من افاضات مجمع البحرین ؛ ومنبع النہرین ؛ خضر الطریقة ؛ حبر الشریعة ؛ بقیة السلف ؛ حجة الخلف ؛ حکیم الامة ؛ عند کل غمة ؛ شیخنا التقی الولی ؛ **العلامة الشہیر باشرف علی** لا زال منغمسا فی بحار لطفہ الخفی والجلی ؛ فجاء بحمد اللہ بما یکشف الغین ؛ ویجلو العینین ؛ متعنا اللہ تعالی بطول بقائہ بالخیر دوام الملوین ودور العصرین ؛ والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات ؛ والصلوة والسلام علی سید الموجودات ؛

دار العلوم دیوبند

التصدیقات

مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون

نظرنا فی التتمة فوجدناہا صحیحة

اشرف علی عفی عنہ الحادی عشر من رمضان سنة ١٣٥٢ھ

العبد الضعیف محمد شفیع غفر لہ خادم دار الافتاء

بدیوبند

العبد المحتاج نحیف

سراج احمد غفر لہ مدرس خانقاہ امدادیہ

لقد تشرفت بمطالعة هذہ التتمة فوجدتہا درة یتیمة حسنا وسیمة فللہ در من اخرجہا و استخرجہا ؛ وزینہا ووشحہا وبہجہا ؛ جزاہ اللہ تعالی عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء واحسنہ ؛ و رزقنی وایاہ عیشة مرضیة وعاقبة حسنة ۔

وانا العبد المذنب

ظفر احمد عفا اللہ عنہ ٢٩ رمضان سنة ٥٢ھ

ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ (الیٰ قولہ تعالیٰ) ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا

ضمیمہ — جزو الحیلۃ الناجزہ

چون از آیت مذکورہ ہویدا است کہ اختلافِ مذہب زوجین در احکام نکاح اثرے قوی میدارد این رسالہ کہ ضمیمہ ایست از حیلۂ ناجزہ للحلیلۃ العاجزہ

یعنی

حکم الازدواج

مع

اختلاف دین الازواج

جامع بود مسائل این باب را

بناءً علیہا

خدام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اہتمام اشاعتش نمودند

دبار اول در ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

ادارۂ اشاعت العلوم دیوبند ضلع سہارنپور شائع کردہ

مطبوعہ ... پریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ولاسیما علی سیدنا المجتبی ومن بھدایہ اھتدی وبعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ اختلاف نکاح سے پہلی ہی موجود ہو دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہوجائے۔

پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال جائز نہیں خواہ کفر کی کوئی قسم ہو۔ اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اوس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ عام اقوام یوروپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اوس سے نکاح صحیح و منعقد ہوجاتا ہے لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔ اسی لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرما دیا تھا۔ (اخرجہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن و الامام محمد فی کتاب الآثار وصرح بالکراھۃ واختیار انہا تحریمیۃ فی الحربیۃ العلامۃ الشامی فی محرمات رد المحتار ص۳۱۲ ج ۲)۔ اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آجکل جسقدر مفاسد ہوں کم ہیں بالخصوص موجودہ اقوام یوروپ کیساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی اونکے دین اور دُنیا کو تباہ کردینے والے ہیں جکا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد زوجین کلا یا ان میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جاے اسکے چار احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہو کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہوگئے۔

دوسرا احتمال یہ ہو کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہوگئے۔

ان دونوں احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ بعینہ قائم رہتا ہے۔ (کما صرح بہ فی نکاح الکافر من التنویر وسائر المتون)۔

تیسرا احتمال یہ ہو کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے اور دوسرا بدستور کفر پر

ف گو ان دو احتمالوں میں اختلاف مذہب صادق نہیں آتا مگر استیعاب احکام کے لئے انکو بھی بیان کردیا گیا ہے

اختلاف مذہب کی پہلی صورت کا حکم

۲

دوسری صورت کے احتمال اوّل و دوم کا حکم

تیسرا احتمال کہ جزو اول ہے

باقی رہے اس کے دو جزو ہیں۔

پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہوجائے اور عورت کفر پر رہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ ہو تو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑیگا بحالہ قائم رہیگا گو وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا اختیار کرے مثلاً یہودیہ سے نصرانیہ ہو جائے یا بالعکس۔ اسی طرح اگر ایسا ہوا کہ جس وقت مرد مسلمان ہوا ہے اوسی وقت مجوسیہ بیوی نے اہل کتاب کا مذہب قبول کر لیا اس صورت میں بھی نکاح پر کوئی اثر نہ پڑیگا۔ البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلام زوج کے بعد کتابیہ بیوی نے مجوسیت وغیرہ اختیار کر لی تو نکاح ٹوٹ جاویگا۔ کما صرح بہ فی باب نکاح الکافر من الدر المختار والشامی۔ اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ دار الاسلام میں ہوا ہو تو قاضی اسکی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کرے تو نکاح بحالہ قائم رہیگا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔ اور اگر یہ واقعہ دار الحرب میں ہوا تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہوا اور تین حیض اسی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہو جائیگا۔

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی ہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اسکا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دار الاسلام کا ہے تو قاضی اسکے خاوند پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قائم رہیگا۔ اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے۔ اور اگر یہ واقعہ دار الحرب کا ہے تو عورت کی تین حیض گذر جانا ہی انکار اسلام کے قائم مقام ہو جائیگا اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہو جائیگی۔

عدت کا حکم

(بصورت اسلام احد الزوجین)

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دار الاسلام میں ہوں اور عرض اسلام کے بعد تفریق کیگئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ اور اگر اون میں سے ایک یا دونوں دار الحرب میں ہیں اور اسلئے عرض اسلام نہ ہو سکا بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اوس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہو

عہ بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو پس اگر اسلام سے پھر کر کتابیہ ہوئی تھی تو اسکے نکاح سابق کو باطل کہا جاویگا ۱۲ منہ

عہ یعنی میاں بیوی دونوں دار الاسلام میں ہوں اور اگر ایک دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں تو تفریق قاضی نہیں ہو سکتی بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہو جاویگی یعنی خود بخود نکاح جاتا رہیگا۔ کما صرح بہ الشامی تحت قول الدر ولو اسلم احدھما ۱۲ منہ

تو بالاتفاق عدت واجب نہیں۔ اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اوس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جاوے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے (شامی باب نکاح الکافر ص۶۳۱ ج۲)۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک معاذ اللہ مرتد ہوجائے اس کے دو جزو ہیں ایک خاوند کا مرتد ہوجانا۔ دوسرے زوجہ کا مرتد ہونا۔ دونوں کے احکام جُدا جُدا درج ذیل ہیں اور اس چوتھے احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔

ف زوجین کے اختلاف مذہب کی پہلی صورت کے احکام میں اور دوسری صورت کے چار احتمالوں میں سے اول کے تین احتمالوں کے احکام میں تو کوئی خفا و اختلاف نہ تھا اس لئے اونکا مسودہ سب حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامت دام مجدہم اور چند حضرات کی ملاحظہ پر اکتفاء کیا گیا اور چوتھے احتمال کی بعض صورتوں کے حکم میں کچھ خفا و اختلاف تھا اس لئے صرف اس احتمال کے احکام کو پیش کرکے سب حضرات کے دستخط حاصل کئے گئے ہیں۔

حکم ارتداد شوہر

اگر کسی عورت کا خاوند معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہوجائے تو باجماع ائمۂ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اوسکا نکاح خودبخود فسخ ہوجاتا ہے قضائے قاضی اور حکم حاکم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ ارتداد شوہر اگر خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔ نیز اوس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے۔ لما فی الدر المختار (و ارتداد احدہما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عددًا (عاجل) بلا قضاء فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرہا لتأکدہ بہا ولغیرہا نصفہ لو مسمّی او المتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ۔

چوتھے احتمال کے جزو اول یعنی ارتداد شوہر کا حکم

عہ یعنی اسکو اسلام کے بعد اوس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کرلینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضائے عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ کیساتھ نکاح جائز نہ ہوتا اور عدت واجب نہ ہونے کا ایک ثمرہ یہ بھی ہے کہ اگر یہ عورت مسلمان ہوجاوے تو اوسکو فوراً دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو ورنہ بعد وضع حمل ۱۲ منہ

عہ البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں ۱۲ منہ

وفی رد المحتار (قولہ بلا قضاء) ای بلا توقف علی قضاء القاضی وکذا بلا توقف علی مضی عدۃ فی المدخول بہا کما فی البحر (شامی باب نکاح الکافر صفحہ ۴۲۵ ج ۳)۔

اور عالمگیری کتاب النکاح باب عاشر صفحہ ۳۱۷ جلد ۱ (مصری) میں ہے

اذا ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقۃ بغیر طلاق فی الحال قبل الدخول وبعدہ

تنبیہ ضروری

بعض لوگوں نے صرف ان عبارات کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تب بھی نکاح فسخ ہو جائیگا۔ اور اسی بنا پر محض ناواقفیت سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے کہ اس نالائق کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہانتک کہ بعض کمبخت عورتوں نے اس کو خاوند سے رہائی حاصل کرنے کا سہل علاج سمجھ لیا اور ارتداد کی بلاء عظیم میں مبتلا ہو کر اپنے عمر بھر کے اعمال صالحہ برباد کر دیئے حالانکہ شرعی طور پر پھر بھی اونکا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ لازم ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح کر کے پہلے ہی خاوند کے ساتھ رہے جس کی تفصیل ارتداد زوجہ کے بیان میں عنقریب آرہی ہے۔

۵

حکم ارتداد زوجہ

زوجہ کے ارتداد میں روایات مختلف ہیں اور کسی قدر تفصیل ہے جو ذیل میں بحوالہ کتب درج ہے

(۱) فی الھدایۃ من باب نکاح الکافر۔ اذا ارتد احد الزوجین وقعت الفرقۃ بغیر طلاق انتہی۔ قال المحقق ابن الھمام ھذا جواب ظاھر المذھب۔ وبعض مشائخ بلخ وسمرقند افتوا فی ردتہا بعدم الفرقۃ حسما لاحتیالہا علی الخلاص باکبر الکبائر۔ وعامۃ مشائخ بخارا افتوا بالفرقۃ وجبرھا علی الاسلام وعلی النکاح مع زوجہا الاول لان الحسم بذلک یحصل۔ ولکل قاض ان یجدد النکاح بینہما بمہر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا وتعزر خمسۃ وسبعین سوطاً۔ ولا تسترق المرتدۃ مادامت فی دار الاسلام فی ظاھر الروایۃ وفی روایۃ النوادر عن ابی حنیفۃ رح تسترق۔ (فتح القدیر نکاح اھل الشرک صفحہ ۲۹۷ ج ۳)۔

فـ ۱ تفصیل ارتداد زوجہ کا حکم

فـ ۲ تفصیل ۱۲ منہ

(۲) وفی فتاوی قاضیخان فصل الفرقۃ بین الزوجین ص۲۶۵ ج۲۔
مسکوحہ اگر مرتدہ شد والعیاذ باللہ تعالیٰ حکی عن ابی النصر وابی القاسم الصفار
انہما قالا لا یقع الفرقۃ بینہما حتی لا تصل الی مقصودہا ان کان مقصودہا
الفرقۃ وفی الروایات الظاہرۃ یقع الفرقۃ وتحبس المرأۃ حتی تسلم ویجدد النکاح
سدا لجھۃ الباب علیہا۔
(۳) وفی العالمگیریۃ الباب العاشر من النکاح مثلہ وبعض الفاظہا تحرم علی
زوجہا فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شئ ولو بدینار
سخطت اورضیت ولیس لہا ان تتزوج الا بزوجہا۔ قال الھندوانی اخذ بہذا
قال ابواللیث وبہ نأخذ وکذا فی التمرتاشی۔
(۴) وفی الدر المختار وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح (الی قولہ) وافتی
مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا (الی قولہ) قال فی النہر والافتاء بہذا (یعنی
بقول مشائخ بلخ) اولی من الافتاء بما فی النوادر (الی قولہ) وحاصلہا انہا بالردۃ
تسترق وتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفہ رح۔ اسے روایۃ النوادر۱۲
(۵) قال فی رد المختار وعبارۃ النہر ولا یخفی ان الافتاء بما اختارہ ائمۃ بلخ اولی
من الافتاء بما فی النوادر ولقد شاہدنا من المشاق فی تجدیدہا فضلاً عن
جبرہا بالضرب ونحوہ ما لا یعد ولا یحد (الی قولہ) ومن القواعد المشقۃ تجلب
التیسیر (قال الشامی بعد نقلہ) قلت المشقۃ فی التجدید لا یقتضی ان یکون
قول ائمۃ بلخ اولی مما فی النوادر بل اولی مما مران علیہ الفتوی وھو قول البخاریین
(الی قولہ) تأمل (شامی ص۲۲۶ ج۲)۔
(۶) وفی تعزیر الدر المختار ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ و
سبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط۔ قال الشامی قولہ لا تتزوج
بغیرہ بل تقدم انہا تجبر علی تجدید النکاح بمہر یسیر وہذہ احدی روایات
ثلاث تقدمت فی الطلاق الثانیۃ انہا لا تبین ردا لقصدہا السیئ۔ الثالثۃ ما
فی النوادر من انہ یتملکہا رقیقۃ ان کان مصرفا۔ ط (شامی ص۳۰۲ ج۳)۔
(۷) وفی قنیۃ الفتاوی تحرم اللعینۃ وتجبر علی الاسلام (برمز النوازل و

الواقعات للناطفی) وفیہا بعض مشائخ بلخ وابو القاسم الصفار واسمعیل الزاهد
ائمۃ بخاری وبعض ائمہ سمرقند کانوا یفتون بعدم الفرقۃ بردتها حسما لباب المعصیۃ
وفی الجامع الاصغر کان شاذان. وابو نصر الدبوسی یفتیان بانها لاتبین
(شرح الصباغی) وفیہا المرتدۃ ما دامت فی دار الاسلام فانها لاتسترق فی ظاهر
الروایۃ وفی النوادر عن ابی حنیفۃ انها تسترق محمد الائمۃ الترجمانی) ثم قال
ولو کان الزوج عالما استولی علیها بعد الردۃ فتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفۃ رح
ثم یشتریها من الامام او یصرفها الیہ ان کان مصرفا فلو افتی مفت بہذہ الروایۃ
حسما لهذا الامر لا باس بہ قلت وفی زماننا بعد فتنۃ التتر العامۃ صارت هذہ
الولایات التی غلبوا علیها واجروا احکامهم فیها کخوارزم وما وراء النهر وخراسان
ونحوها صارت دار الحرب فی الظاهر فلو استولی علیها الزوج بعد الردۃ یملکها
ولا یحتاج الی شرائها من الامام فتبقی فی یدہ بحکم الرق حسما لکید الجهلۃ ومکر
المکرۃ علی ما اشار الیہ فی السیر الکبیر (قنیۃ الفتاوی ص۸ باب نکاح الکافر)
قال الشامی بعد نقل هذہ العبارۃ من القنیۃ قولہ یملکها مبنی علی ظاهر
الروایۃ من انها لاتسترق ما دامت فی دار الاسلام ولا حاجۃ الی الافتاء بروایۃ النوادر
لما ذکر من صیرورۃ دارهم دار حرب فی زمانهم فیملکها بمجرد الاستیلاء علیها
لانها لیست فی دار الاسلام فافهم (شامی ص۵۶۰ ج۲)۔
(۸) وفی شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری رح. وفی المضمرات لو افتی لامرأۃ بالکفر
لتبین من زوجها فقد کفر قبلها. وتجبر المرأۃ علی الاسلام وتضرب خمسۃ وسبعین
سوطا ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها الاول هکذا قال ابو بکر وکان ابو جعفر رح یفتی بها
ویأخذ بهذا انتهی وقال بعضهم ان ردتها لاتؤثر فی افساد النکاح ولا یؤمر بتجدید
النکاح حسما لهذا الباب علیهن. وعامۃ علماء بخاری یقولون کفرها یعمل فی

عہ هکذا فی الاصل ولم یظهر فائدتہ فلیتأمل ۱۲ منہ

عہ فیہ ان الاحراز بدار الاسلام شرط الاستیلاء کما صرح بہ الشامی فی باب الاستیمان
حیث قال ولا ملک قبل الاحراز بدارنا فکیف یصح القول بالملک ههنا فلیتأمل ویمکن
ان یجاب بان الاحراز بالدار یکون شرطا لتملک المستامن الاٰمن لیمکن فی دار الحرب ۱۲ منہ

افساد النکاح لکنہا تجبر علی النکاح مع زوجہا قطعًا وھذہ فرقۃ بغیر طلاق بالاجماع وعلیہا الفتوی کذا فی منہاج المصلین ۔ (شرح فقہ اکبر مجتبائی ص۲۲۲) ۔

(۹) وفی باب المرتد من الدر المختار ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی (قال الشامی تحتہ) وقد افتی الدبوسی والصفار وبعض اہل سمرقند بعدم وقوع الفرقۃ بالردۃ ردًا علیہا وغیرہم مشوا علی الظاهر ولکن حکموا بجبرہا علی تجدید النکاح مع الزوج وتضرب خمسۃ وسبعین سوطا واختارہ قاضیخان للفتوی (شامی ص۳۳۱ ج۳)

رفع الاشتباہ

ولا یختلج فی صدرک ان قول المجیبین بعد الاشتباہ یصادم نص الکتاب من قولہ تعالی ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔ لانا نقول ان النص انما ورد فی اسلام الزوج وبقاء الزوجۃ علی الکفر فمسئلتنا ھذہ اعنی ارتداد الزوجۃ غیر داخل فیہ نصًا بل للاجتہاد فیہ مساغ

قال فی التفسیر الاحمدی ثم منع اللہ المؤمنین عن نکاح المشرکات حیث قال ولا تمسکوا بعصم الکوافر یعنی ولا تمسکوا بما یعتصم بہ الکافرات من عقد وسبب ای لا تدخلوا الکافرات تحت نکاحکم علی ما قالہ الامام الزاهد والاولی ان یحمل الامساک علی حالۃ البقاء دون الابتداء والمراد النہی عن ابقاء نکاح اللتی بقیت فی دار الحرب اولحقت بدار الحرب مرتدۃ علی ما قال صاحب الکشاف والمدارک فالمعنی لا تحفظوہا تحت تصرفکم۔

وفی البحر المحیط ص۲۵۵ ج۱ قال ابن عطیۃ ھذہ الآیۃ کلہا ای قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات الخ قد ارتفع حکمہا وفیہ ایضًا قال ابن العربی کان ھذا حکم اللہ تعالی مخصوصا بذلک الزمان فی تلک النازلۃ خاصۃ باجماع الامۃ۔

لا یقال ان بقاء نکاح المرتدۃ وان لم یصادمہ النص ولکن دلالۃ ھذا النص تعارضہ۔ لانا نقول ان مسئلتنا ھذہ لا تدخل تحت دلالۃ النص ایضا فان دلالۃ النص لا یطلق الا علی ما یستفاد من النص لغۃً بحیث یفہمہ عامۃ اہل اللغۃ۔ وفسخ النکاح بالارتداد لم یزل عرضۃ للاجتہاد۔ فانکرہ القاضی ابن ابی لیلی مطلقا کما فی مبسوط السرخسی ص۱۰۹ ج۵۔ وبہ قال داود الظاهری کما عزاہ الیہ ابن قدامۃ فی المغنی ص۵۶۳ ج۷۔ وقال الشافعیؒ واحمدؒ فی احدی الروایتین ان الارتداد اذا وقع بعد الدخول

يتوقف فسخ النكاح على القضاء العدة كما صرح به في فتح القدير. فلو كان فسخ النكاح بالارتداد مدلول النص فلا يخفى علمه مثل هولاء الائمة الاجلة ولهذا لو نجد في شئ من الكتب ان الذين اختاروا ظاهر الرواية ينكرون على ائمة بلخ وسمرقند بمصادمة النص - فانه لو كانت فتواهم مخالفة للنص لنبّهوا عليها وردوها على اكمل وجه واتمه -

وان قيل ان نص الآية ودلالته وان لم يشمل ما نحن فيه ولكنه ملحق بالمنصوص قياسًا - قلنا ذلك ما كنا نبغ فقد ثبت به ان للاجتهاد فيه مساغا فلا لوم على من لم يلحقه بالمنصوص لفارق بينهما وهو ان الموجب للفسخ في المنصوص هو الاباء عن الاسلام او البقاء على الكفر جزاءً لفعله - والاخفاء في ان الارتداد بعد الاسلام اشد واقبح من البقاء على الكفر الاصلي والاباء عن الاسلام فيقتضي جزاءً اشد وانكل فكيف يقاس الاشد على الاخف - ولا شك ان الحكم بفسخ النكاح في المرتدة مع اختيارها في ابتغاء الازواج وتركها سدى بحيث تذهب الى حيث شاءت وتتزوج بمن شاءت كما في الكافرة الاصلية ليس من العقوبة والنكال في شئ بل هو عين مغزاها ومرماها - نعم الحكم بعدم الفسخ على وجه المعاقبة جزاء بما اكتسبت من ارتدادها اغلظ واقرب للانزجار وهي اولى به انتهى هذا محصل تحقيق علماء السهارنفور مد فيوضهم العالية -

قلت فان خالج في قلبك ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب واللفظ عام فيشمل ما نحن فيه ويخالف فتوى علماء بلخ فازحه ان المراد في هذا الاصل العموم الذي لا يجاوز مراد المتكلم المفهوم من القرائن لا العموم المطلق والا لزم القول بالنهي عن الصوم في السفر مطلقا لحديث ليس من البر الصيام في السفر واللازم منتف وههنا ليس مراد المتكلم العموم لما نحن فيه - ودليله نفس اجزاء الآية من قوله تعالى واسألوا ما انفقتم وليسئلوا ما انفقوا - وقوله تعالى وان فاتكم شئ من ازواجكم فعاقبتم فأتوا الذين ذهبت ازواجهم مثل ما انفقوا فان هذه الاحكام ليست عامة لما نحن فيه ويدل على عدم العموم الاجماع كما مرّ عن ابن العربي -

روایات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہوگیا

کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں -

روایات مذکورہ بالا سے کیا امر ثابت ہوا۔

ایک ظاہر الروایۃ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جائیگا لیکن پھر اس کو حبس و قید کر کے تجدید اسلام پر بھی اور اس پر بھی مجبور کیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے جیسا کہ عبارت قاضیخاں نمبر۱ اور عالمگیری کی عبارت نمبر۳ اور عبارت درمختار و شامی نمبر۹ میں اس کی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اوس کی ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اول سے تجدید نکاح پر بزور حکومت مجبور کیا جائیگا خواہ اوس کے مرتد ہونیکی غرض خاوند اول سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً اوس کے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اوس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا۔ کما صرح بہ الشامی حیث قال ولا یلزم من ھذا ان یکون الجبر علی تجدید النکاح مقصورا علی ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منہ بل قالوا اذلک سد الھذا الباب من اصلہ سواء تعمدت الحیاقام لا کیلا تجعل ذلک حیلۃ (شامی باب نکاح الکافر ص۴۲۵ ج ۲)۔

دوسرا قول مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد اور ابو النصر الدبوسی اور ابو القاسم صفار کا فتوی ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح میں رہتی ہے جیسا کہ عبارت فتح القدیر نمبر۱ و عبارت قاضیخاں نمبر۲ و عبارت درمختار نمبر۷ و عبارت شامی نمبر۵ و نمبر۶ و عبارت قنیہ نمبر۴ اور شرح فقہ اکبر نمبر۸ میں اس کی تصریح ہے۔

تیسرا قول وہ نوادر کی روایت ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحسے کہ یہ عورت دار الاسلام میں بھی کنیز بنا کر رکھی جائیگی اور اس کے خاوند کا قبضہ اس پر بدستور سابق باقی رہیگا۔

لیکن اس روایت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ مرتدہ دار الاسلام میں ہو تو اس کا خاوند اسکو امام المسلمین سے قیمت دیکر خریدیگا یا اگر امام المسلمین اس کو مصرف سمجھیں گے تو اس کو مفت بھی دیدیں گے۔ بہرحال بغیر اجازت امام اسکو اپنے قبضہ میں لانا جائز نہ ہوگا۔

اور اگر دار الحرب میں ہے تو اذن امام کی حاجت نہیں۔ بلکہ جب خاوند اوس پر قبضہ پائے تو

عہ تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی جاوے یا دار الحرب میں ہی مرتد ہو تو اوس کو کنیز بنانے پر ظاہر الروایۃ بھی متفق ہے۔ نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف اس میں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں جیسا کہ فتح القدیر اور قنیہ کی عبارت مذکورہ سے واضح ہے ۱۲ منہ

عہ واذکر ما منا فی الحاشیۃ علی عبارۃ القنیۃ من ان القواعد تقتضی اشتراط الاحراز بدار الاسلام فی الاستیلاء ۱۲ منہ۔

اس کی ملک ہوجاویگی اجازت امام وغیرہ کی کچھ حاجت نہیں جیساکہ عبارت قنیہ نمبر۲ میں اس کی تصریح ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عورت اگر مرتد ہوجائے تو اوس کے نکاح کے بارہ میں حنفیہ کے تین قول ہوئے۔

ایک[1] یہ کہ نکاح فسخ ہوجاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اوس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائیگا۔ (وھو ظاھر الروایۃ)۔

دوسرا[2] یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن وشوی[5] رہیں گے۔

تیسرا[3] یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ نکاح کرے۔ اس لئے یہ بات متفق علیہ ہوگئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا ہرگز اختیار نہ ہوگا۔

اب ہندوستان میں بحالت موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دیدینے کے بعد پھر تجدید نکاح پر مجبور کرنے والی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں۔ اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جیساکہ شامی کی عبارت مندرجہ نمبر۵ میں بیان کیا گیا ہے اس لئے پہلے قول یعنی ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالت موجودہ غیر ممکن ہوگیا کیونکہ اوس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جزو یعنی تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں۔

اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایت سے بھی زیادہ مشکل بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے۔

اس لئے اب بجز اس کے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کو اختیار کرکے اوسی پر فتوے دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا۔

---

[5] لیکن اس روایت پر فتوے دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جاوے جیساکہ متن میں بھی بعض مسائل ضروریہ کے زیر عنوان عنقریب آتا ہے ۱۲ منہ

اور صاحب نہر کو اگرچہ اون مشکلات کا سامنا نہ تھا جو آج ہم پر گذر رہے ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اسی روایت پر فتوے دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں۔ جیساکہ عبارت شامی مندرجہ نمبر ۵ میں اون کی عبارت نقل کی گئی ہے۔

اور علامہ شامی بھی اس فتوی کی مخالفت نہیں کرتے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایت نوادر پر قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے اور جب اوس پر قدرت نہ ہو تو اون کے نزدیک بھی مشائخ بلخ و سمرقند کے قول پر فتوے دینا متعین ہے اسی طرح دوسرے فقہا بھی اس قول کو نقل کرکے تردید نہیں کرتے۔

پس ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کے موافق یوں فتوے دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے۔

بعض مسائل ضروریہ

مسئلہ مشائخ بلخ کے قول کے موافق جبکہ بقاء نکاح کا فتوے دیا جائے تو ساتھ ہی اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ تجدید اسلام کے قبل شوہر کے لئے اس مرتدہ سے استمتاع یعنی جماع اور اوس کے دواعی مثل تقبیل ولمس بالشہوۃ وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لاتنکحوا المشرکات حتی یؤمنّ سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس پر اجماع بھی ہے۔ اور کتابیہ کا استثناء جو آیت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب میں وارد ہوا ہے اوس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے۔ وہ مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کرلیا ہو۔

اور قول مذکور پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالت کفر میں صحبت وجماع و دواعی جماع بھی جائز رہیں۔ فقہ احناف میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود صحت نکاح وبقاء نکاح کے جماع و دواعی جماع حرام ہوتے ہیں۔ جیسے موطؤہ بالشبہۃ کہ اوس کا نکاح بدستور سابق قائم ہے مگر انقضائے عدت تک اوس سے ہمبستری وغیرہ بالکل حرام ہے اسی طرح حاملہ من الزنا اگر غیر زانی

۵ اسی طرح روایت نوادر یعنی استرقاق کی صورت میں بھی گو قبضہ خاوند کا اس پر ہوجاویگا لیکن استمتاع جائز نہ ہوگا جیساکہ امۃ مشرکۃ سے باوجود قبضہ مالکانہ کے استمتاع جائز نہیں ۱۲ منہ

ارتداد زوجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

سے نکاح کرے تو گو نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۲ حلت استمتاع کے لئے تجدید اسلام کا شرط ہونا تو آیت مذکورہ اور اجماع وغیرہ سے مسئلہ اولی میں ثابت ہو چکا ہے۔ پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر الروایۃ کے موافق تجدید نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں۔ مگر مشائخ بلخ کے قول پر تجدید نکاح شرط نہیں۔ جیسا کہ عبارت شرح فقہ اکبر نمبر میں اس کی تصریح گذری ہے۔

لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایت کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں لہذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جاویگا کہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ ۳ صورت مذکورہ میں تجدید نکاح کے لئے انقضائے عدت ضروری نہیں (کما ھو ظاھر) لیکن تھوڑا سا مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر نمبر وغیرہ کی عبارات گذشتہ سے معلوم ہو چکا ہے اور مہر سابق کا بدستور واجب فی الذمہ رہنا ظاہر ہی ہے۔

خلاصۂ فتوےٰ

اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتویٰ کا یہ حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ میں رہیگی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں۔

لیکن جب تک تجدید اسلام کرکے تجدید نکاح نہ کرے اوس وقت اس کے ساتھ جماع اور دواعی جماع کو جائز نہ کہا جاویگا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو المستعان وعلیہ التکلان والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

کتبہ

العبد الضعیف **محمد شفیع** الدیوبندی

عفا اللہ عنہ وعافاہ ویجعل کما یحب ویرضاہ

خادم دار الفتیا بدار العلوم الدیوبندیۃ

لاول الربیعین من سنۃ ۱۳۵۲

اثنتین وخمسین بعد ثلثمائۃ والف

تصدیقات

حضرات علماء امداد العلوم تھانہ بھون و دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور جو ارتداد احد الزوجین کے احکام کی ترتیب و تہذیب و تصحیح و تنقیح میں شریک رہے

از امداد العلوم تھانہ بھون

الاحکام کلہا صحیحۃ
اشرف علی
۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۲ھ

المجواب صواب
سراج احمد امروہی
مدرس خانقاہ امدادیہ

عورت کے مرتد ہونے سے فسخ نکاح نہ ہونے پر جو کچھ جناب مفتی صاحب مدفیوضہم نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اس تحقیق انیق کی خاص جامعیت اور ضرورت کو دیکھکر بیساختہ دل سے نکلتا ہے۔

للہ در المجیب حیث اجاد واصاب فیما افاد واجاب۔

کمترین خلایق احقر
عبد الکریم گمتھلوی عفی عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۱۴ رمضان مبارک سنہ ۱۳۵۲ھ

طالعت ہذہ الضمیمۃ الفخیمۃ وتشرفت بتوسم ہذہ الدرۃ الیتیمۃ فللہ در من اخرجہا من الصدف الانیق واستخرجہا من البحر العمیق وانا موافق لجمیع ما فی الباب ومسرور بضم ہذہ الضمیمۃ باصل الکتاب واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ بقلمہ العبد المذنب
ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۶ رمضان سنہ ۱۳۵۲ ہجری

حاشیہ: اس ضمیمہ کے شروع دو ورق کے بعد جہاں یہ عنوان ہے "چوتھا احتمال" اس عنوان سے آخر میں ف کے تحت میں ان تصدیقات کے متعلق ایک مضمون ہے اسکو ملاحظہ فرما لیا جاوے ۱۲ منہ

از مدرسہ عالیہ

دار العلوم دیوبند

بالکل صحیح و درست ہے۔
فقیر سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ
(مورخہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ)

الجواب صحیح
حسین احمد غفرلہٗ
بندہ سید محمد مبارک علی غفرالہ

الجواب صحیح
بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد رسول خان عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبد السمیع عفی عنہ

الجواب صحیح
مسعود احمد عفا اللہ عنہ

المجیب مصیب
ریاض الدین عفی عنہ

احقر العباد
محمد طیب غفرلہ

از مدرسہ عالیہ

مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ناظم
مدرسہ مظاہر علوم
۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

الجواب صواب
بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ مدرس
مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
محمد زکریا کاندھلوی
مدرس مدرسہ مظاہر علوم

بندہ محمد اسعد اللہ عفا عنہ

خاتمہ

حضرت امام العارفین سراج السالکین خضر الطریق مظہر التوفیق فقیہ العصر حکیم الامت مجدد الملت سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اپنے رسالہ الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ کی تمہید میں حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ چند مسائل متعلقہ ازدواج بصورت اختلاف مذہب کا اضافہ بطور ضمیمہ کیا جاویگا جس میں خصوصیت سے یہ بات بھی واضح کی جاوے گی کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے یا نہیں اور بعد تجدید اسلام دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس نے قلت فرصت کی وجہ سے اس ناکارہ غلام کو ارشاد فرمایا اس لیے تعمیل ارشاد کے لیے یہ رسالہ لکھکر حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور نام اس کا حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج تجویز ہوا حق تعالےٰ اس کو بھی اصل رسالہ کی طرح مفید و مقبول فرماوے اور حضرت کے فیوض سے متمتع فرمائے آمین!

بندہ محمد شفیع دیوبندی غفرلہ

خادم دارالافتاء دیوبند

تمت الضمیمہ

وسیتلوھا مجموعۃ الفتاوی المالکیۃ التی ھی ماخذ اصل الرسالۃ الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وهذه

مجموعة الفتاوى المالكية

لارباب الفتوى من علماء المدينة المنورة التي وعدنا في التمهيد

ان نلحقها بآخر الرسالة مع عدد الروايات التي اخذناها ليتيسر الرجوع الى اصلها

الاستفتاء

ما قول ساداتنا المالكية اطال بقائهم و نفع المسلمين بعلومهم في هذه المسائل الآتية

(١) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتنقير هل يجوز لها بعد مضي اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزوج آخر ام لابد من رفع الامر الى الوالي او الحاكم او جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع اليه فاذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظارها اربع سنين فان لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للدردير ام كيف الحكم

(٢) هل يلزم حكم الحاكم او حكم جماعة المسلمين لانتظار اربع سنين ام يصح ذلك بغير الحكم

(٣) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من اهلها زوجها فيها وليس هنالك حاكم اسلامي يفصل الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل هنالك وفي اي قسم من الاقسام الاربعة المذكورة للمفقود في مختصر الخليل يكون عداده وهل يصح للمرأة هنالك بعد مضي اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج ام سبيلها التعمير فقط

(٤) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها الى البلاد الشركية ففقد هنالك ام تشمل القاطنة بالبلاد التي استولى عليها الكفار و بالديار الحربية الاصلية ام كيف الامر

(٥) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية والشركية اذا لم يترك زوجها عندها نفقة وهي في غاية من الاحتياج والفاقة او كانت بحيث يخشى عليها الفساد بالعزوبة كيف السبيل لها اذا ارادت التزوج او اراد اهلها ذلك۔

(٦) المفقود عنها زوجها اذا لم يكن عندها النفقة وهي محتاجة او يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها او فسخ نكاحها من غير حكم الحاكم الشرعي ام لابد من الحكم وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الاسلامية التي تغلب عليها الكفار؟ فيدونا ولكم الاجر الجزيل۔

الجواب

من العلامة سعيد بن صديق الفلاولی مفتی المالکیة بالمدینة المنورة زادها الله نورا (دامت برکاته)

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب والله اعلم بالصواب ومن فضله نرتجی الثواب هو ان نصوص المذهب مطبقة علی ان المفقود علی ستة اقسام کما ستمر مفصلة الاحکام وعلی ان زوجته لابد لها من الرفع للقاضی او الوالی او من یقوم مقامهما عند عدمهما من والی الماء او جماعة المسلمین لانهم یقومون مقام الحاکم العدل عند عدمه ولکن عند وجود الثلاثة لاترفع الا للقاضی فان رفعت لغیره مع التمکن من الرفع له حرم علیها ذلك وان مضی ما فعله ان کان هو الوالی لا جماعة المسلمین هذا ما یظهر من کلام ابن عرفة کما قاله الاجهوری واما لو رفعت لجماعة المسلمین مع وجود الوالی فالظاهر مضی فصلهم وفی السنهوری و تبعه اللقانی ان ظاهر کلام خلیل ان الثلاث فی مرتبة واحدة الا ان القاضی اضبط ووجود القاضی او غیره ممن ذکر مع کونه یجور او یاخذ المال الکثیر بمنزلة عدمه فترفع لجماعة المسلمین من صالحی جیرانها وعدولهم وغیرهم لانهم کالامام عند عدمه ومایفهم من تعبیرهم بجماعة المسلمین ان الواحد لایکفی وکذا الاثنان وبه صرح الاجهوری فعلم انها ان ارادت الرفع فی شان زوجها ووجدت الثلاثة وجب ترفع للقاضی فان رفعت لغیره حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمین لم یصح وان یکن قاض خیرت فیهما فان رفعت لجماعة المسلمین صح علی الظاهر وان لم یوجد واحد من الثلاثة رفعت جماعة المسلمین واهلها منهم وکذا القضاة والامناء المولون للاحکام من الکفار المستولین علی بلاد المسلمین لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعی بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان کان باطلا تولیة الکافر لهؤلاء القضاة اما بطلب الرعیة له او اقامته لهم للضرورة لذلك فلا یطرح حکمهم بل ینفذ کما لو ولاهم سلطان مسلم فتمضی احکامهم للضرورة ولئلا یزهد الناس فی قبول تولیتهم فتضیع الحقوق وفی کتاب الایمان فی مسالة الحالف لیقضینك حقك الی اجل اقام شیوخ المکان مقام السلطان عند فقده لما یخاف من فوات القضیة وعن مطرف وابن الماجشون فیمن خرج علی الامام وغلب علی بلد فولی قاضیا عدلا فاحکامه نافذة وقال ابن عرفة لم یجعلوا قبول الولایة للمتقلب المخالف للامام جرحة لخوف تعطیل الاحکام واما المفقود فی بلاد الاسلام فقد عرفه ابن عرفة بقوله هو من انقطع خبره ممکن الکشف عنه فالاسیر ونحوه ممن لا یمکن الکشف عنه لا یسمی مفقودا فی اصطلاح الفقهاء فالمفقود فی بلاد الاسلام فی غیر مجاعة ولا وباء ان لم ترض زوجته بالصبر الی قدومه فلها ان ترفع امرها الی الخلیفة او القاضی او من یقوم مقامهما فی عدمهما لیتفحصوا عن حال زوجها بعد ان تثبت الزوجیة وغیبة الزوج والبقاء فی العصمة الی الان واذا ثبت ذلك عندهم کتبوا کتابا مشتملا علی اسمه ونسبه وصفته الی حاکم البلد الذی یظن وجوده فیه وان لم یظن وجوده فی بلد بعینه کتب الی البلد الجامع واستقرب ابن ناجی ان اجرة الرسول الذی یفحص عن المفقود علی الزوجة فاذا انتهی الکشف و رجع الیه الرسول واخبره

الروایة الاولی

ترتیبه لمسودة حسبما اتفق من الفتاوی من غیر رعایة الترتیب فیها ثم بدا لنا المشورة لبعض العلماء ان نستقصی عبارات الفتاوی المالکیة بتمامها ففات الترتیب فی هذه المجموعة

بعدم وقوفه على خبره فالواجب ان يضرب له اجل اربع سنين للحر وسنتان للعبد وهذا التحديد محض تعبد بفعل عمر بن الخطابؓ واجمع عليه الصحابة ومحل التاجيل المذكور ان كان للمفقود مال تنفق منه المرأة في الاجل ويزاد على ذلك عدم خشيتها الزنا بلا وطی لشدة ضرر ترك الوطی الناشی عنه الزنا الا ترى انها لو اسقطت النفقة عن زوجها يلزمها الاسقاط وان اسقطت حقها فی الوطی لا يلزمها ولها ان ترجع فيه وايضا النفقة يمكن تحصيلها من غير الزوج بتسلف ونحوه بخلاف الوطأ وان دامت النفقة ولم تخش الفتنة فيؤجل الاجل المذكور من يوم ترفع ذلك للحاكم ويرسل فی النواحی للكشف عنه ولا يضرب له الاجل بمجرد الرفع بل بعد تمام الكشف* والى جميع ما سبق اشار خليل بقوله ولزوجة المفقود الرفع للقاضی والوالی ووالی الماء والا فلجماعة المسلمين فيؤجل اربع سنين ان دامت نفقتها والعبد نصفها من العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وهی اربعة اشهر وعشر للحرة وشهران وخمس ليال مع ايامها ان كانت رقيقة ويلزمها ما يلزم المتوفی عنها من الاحداد زمن عدتها ولا نفقة لها فی زمن عدتها واما فی مدة الاجل فتنفق من مال الزوج واليه اشار خليل بقوله وسقطت بها النفقة وليس لها البقاء بعد انقضاء العدة فی عصمة المفقود لانها ابيحت لغيره والاحب لها فی انه احق بها ان قدم لانها على حكم الفراق حتى تظهر حياته اذ لو ماتت بعد العدة لم يوقف له ارثه منها واما ان لم يكن له مال فلها التطليق عليه بالاعسار من غير تاجيل لكن بعد اثبات ما تقدم وتزيد اثبات العدم واستحقاقها للنفقة وتحلف مع البينة الشاهدة لها انها لم تقبض منه نفقة هذه المدة ولا اسقطتها عنه وبعد ذلك يمكنها الحاكم من تطليق نفسها بان توقعه ويحكم به او يوقعه الحاكم ومثل المفقود من علم موضعه وشكت زوجته عدم النفقة يرسل اليه الحاكم اما ان تحضر او ترسل النفقة او تطلقها والا طلقها الحاكم بل لو كان حاضرا وعدمت النفقة ثم بعد الطلاق تعتد عدة الطلاق بثلاثة اقراء للحرة وقرئين للامة فيمن تحيض والا فثلاثة اشهر للحرة والزوجة الامة لاستوائهما فی الاشهر* واما زوجة مفقود ارض الشرك ومثلها زوجة الاسير فانهما يبقيان لانقضاء مدة التعمير واولى ما لهما واختلف فی قدرها فقيل سبعون سنة وهو قول الامام مالك وابن القاسم واشهب قال القاضی عبد الوهاب وهو الصحيح وقيل ثمانون سنة وحكم بخمس وسبعين سنة وانما لم يضرب لهما اجل كزوجة مفقود ارض الاسلام لتعذر الكشف عن زوجيهما ومحل بقائهما ان دامت نفقتهما كغيرهما والا فلهما التطليق* واما زوجة المفقود فی القتال الواقع بين المسلمين والكفار فانها تعتد بعد مضی سنة كائنة بعد الفحص عن حاله واما زوجة المفقود فی معترك المسلمين فتعتد بعد الفراغ من القتال والاستقصاء فی الكشف عنه ولا يضرب لها اجل لانه يحمل امره على الموت ولذلك يقسم ماله حين شروعها فی العدة اما لو شهدت البينة على انه خرج من الجيش ولم تشاهده فی المعترك فانه يكون كالمفقود فی بلاد المسلمين فيجری فی زوجته ما تقدم واما زوجة المفقود فی زمن المجاعة والوباء والكبة او السعال فتعتد بعد ذهاب ذلك المرض وبقی من شك فی حاله هل فقد فی بلاد المسلمين او الكفار لا نص فی حاله قال الاجهوری وينبغی العمل بالاحوط فتعامل زوجته معاملة زوجة مفقود ارض الشرك بخلاف من سافر فی البحر فانقطع خبره فسبيله سبيل المفقود الا ان يكون فقد فی شدة ريح والمراكب فی المرسی ولم يتبين له خبره فيحكم بموته لغلبة الظن بغرقه هذا ملخص احكام المفقود باقسامه — حرره فی ۲ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ سعيد بن صديق احسن الله اليه فی الثانية

الرواية الثانية

٥

الرواية الثالثة

الجواب
من العلامة الفاهاشم رحمه الله تعالى مفتى المالكية بالمدينة المنورة زادها الله تعالى شرفا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لمستحقه والتم الصلوة والتسليم على خير خلقه واله وصحبه وتابع ما وصى به + اما السوال الاول
عن مسلمة فقدت زوجها سنين وبولغ فى التفتيش عنه ليستبين فلم ينفع ذلك ولم يظهر اسالم هوام
هالك فجوابه اذا كان الفقد فى ارض الاسلام وله مال ينفق منه على زوجته المتروكة فى المقام هو
ما فى المؤطا والمدونة وغيرهما عن مالك عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب قال ايما امرأة فقدت زوجها
فلم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل وعن ابن وهب ان عمر عمل
بذلك ورواه الائمة مالك والشافعى واحمد وابن ابى شيبة والبيهقى والدارقطنى عن عمر وعثمان وعلى
وابن عباس وابن الزبير رضى الله عنهم وقال مالك ينفق على امرأة المفقود من ماله فى الاربع سنين
لا فى العدة وقال لا يقسم ميراث هذا المفقود حتى يأتى موته او يبلغ من الزمان ما لا يحيى مثله وهو سبعون
او خمس وسبعون او ثمانون ذكره الشيخ خليل وغيره وفى هذا قال الناظم محمد ابن عاصم فى تحفة الحكام
ومن بارض المسلمين يفقد + فاربع من السنين الامد + وباعتداد الزوجة الحكم جرى + وبتعرضا
المال فيه عمرا + وقول السائل هل تعتد لنفسها بعد الاربعة الاعوام عدة الحمام ام ترفع امرها الحكام
او جماعة الاسلام فجوابه ما فى مدونة سحنون قلت ارأيت امرأة المفقود اتعتد لاربع سنين فى قول مالك
بغير امر السلطان قال ابن القاسم قال مالك لا وان اقامت عشرين سنة ثم ذكرانها ترفع امرها للسلطان
فيبحث عنه وبعد اليأس تضرب اربع سنين وفى مختصر الشيخ خليل المالكى وشروحه وحواشيه ان لزوجة
المفقود الرفع للقاضى والوالى ووالى الماء اى جابى الزكاة والا فلجماعة المسلمين قيل اقلهم ثلاثة من
الصلحاء او واحد عدل عارف يرجع اليه فى المهمات والبرحاء اما مفقود ارض الشرك والاسير فلا
يورث مالهما ولا تنكح زوجتهما الا بعد التعمير وفى حاشية العدوى على الرسالة ان زوجة مفقود
ارض الشرك وزوجة الاسير تبقيان مدة التعمير لتعذر الكشف عن زوجيهما ان دامت نفقتهما والا
فلهما التطليق كما اذا خشيتا على انفسهما الزنا ومثله فى شروح المختصر وغيرها اعتاق ام ولدهما بعدم
النفقة ايضا دفعا للضرر او تتزوج بمن ينفق عليها وفى هذا قال الناظم محمد بن عاصم
وحكم مفقود بارض الكفر + فى غير حرب حكم من فى الاسر + تعميره فى المال والطلاق + ممتنع ما بقى الانفاق
اما المفقود فى حرب المسلمين مع بعضهم فيورث ماله وتعتد زوجته عدة الوفاة بعد انفصال الصفين
ورجوع الخبر الى البلدين وفى ذلك قال الناظم محمد بن عاصم — وحكم مفقود بارض الفتن + فى المال
والزوجة حكم من فنى + مع التلوم لاهل الملحمة + بقدر ما تنصرف المنهزمة + واما المفقود فى حرب
المسلمين للكفار فتعتد زوجته عدة الوفاة ويقسم ما عنده من التركات بعد سنة وشيء من
الانتظار وفى ذلك قال الناظم محمد ابن عاصم + وان يكن فى الحرب فالمشهور + فى ماله والزوجة
التعمير + وفيه اقوال لهم معينه + اصحها القول بسبعين سنة + وقد الى القول لضرب عام +

الرواية الثانية عشر

الرواية الرابعة

(٦)

ـــه توفى رحمه الله تعالى مدة قليلة من هذه الافادة الجليلة آواه الله تعالى فى محبوبه جنانه ۱۲ منه

الروایة الخامسة

من حين يأس منه لا القيام + ويقسم المال على مماته + وزوجه تعتد من وفاته + وذا به القضا
في اندلس + لمن مضى فمقتفيهم مؤتس + اما السوال الثاني وهو هل يلزم حكم الحاكم او جماعة من
المسلمين بانتظار الاربع سنين او يصح بلا حكم من المذكورين فجوابه ما في شرح الدردير وحاشيته ان رفعها
امرها للقاضي يجب فان رفعت لوالي السياسة او والي الماء الجابي للزكاة مع وجود القاضي حرم عليها
ذلك وصح الحكم وان رفعت لجماعة المسلمين مع وجود القاضي بطل الحكم وان لم يوجد قاض خيرت في
الرفع للوالي والساعي فان رفعت لجماعة المسلمين مع وجودهما فالظاهر الصحة اما ان كانوا جائرين
يأخذ مال منها ظلما ليكشفوا لها عن حال زوجها فلها الرفع لجماعة المسلمين اما اجرة المبعوث لطلب
الزوج فقيل على الزوجة وقيل على بيت المال وقيل ان كان لها مال فعليها والا فعلى بيت المال - وعند
الحنابلة لا يفتقر في ضرب المدة الى حاكم البلد الخ اهـ -

فائدة عن المسئول عنه زائدة + عند الحنفية لا تطلق زوجة المفقود ولا يورث ماله الا بعد
سن التعمير مائة وعشرين او تسعين او ثمانين او سبعين او ستين او برأي حاكم المسلمين وعند الحنابلة
ان كان ظاهر غيبته السلامة لا تطلق امرأته ولا تورث في تركته الا بعد تسعين سنة وان كان ظاهر
الهلاك فبعد اربع سنين وعند الشافعية في قول الشافعي القديم تطلق بعد اربع سنين ويورث بعد
مدة لا يعيش الى مثلها وفي الجديد لا تطليق ولا توريث الا بعد ثبوت موته او طلاقه لما رواه الشافعي
عن علي رضي الله عنه امرأة المفقود ابتليت فلتصبر حتى يأتي يقين موته ولحديث امرأة المفقود
امرأته حتى يأتيها البيان رواه الدارقطني والبيهقي عن المغيرة ابن شعبة لكن الشافعية والحنابلة
كالمالكية في جواز تطليقها بعدم النفقة واما السوال الثالث عن مسئلة فقدت زوجها في بلاد اسلامية
استولى الكافر عليها وحازها وليس هناك حاكم اسلامي كيف تعمل اذا ارادت زواجها فجوابه ما
في شرح اقرب المسالك للدردير ان زوجة المفقود في ارض الاسلام تعتد عدة وفاة ان رفعت
امرها للحاكم ان كان ثم حاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه ولو حكما قال كما في زماننا بمصر اذ لا حاكم
فيها شرعي فيكفي الواحد من جماعة المسلمين ان كان عدلا عارفا شانه ان يرجع اليه في اهمات الامور
بين الناس لاطلق واحد وعند الحنابلة لا تفتقر امرأة المفقود الى حكم حاكم البلد كما في كشاف القناع
وشرح المنتهى للشيخ منصور الحنبلي وقول السائل وفي اي قسم المفقود يكون هذا جوابه انه من الفقد في
بلاد الاسلام اذا كانت شعائره فيها تقام وفي حاشية الصاوي والدسوقي ان بلاد الاسلام لا تصير
دار حرب باخذ الكفار لها بالقهر ما دامت شعائر الاسلام قائمة بها وعليه يكون اعتدادها
عدة الوفاة بعد اربع سنين وانتهاء الكشوفات ويختص حكم المفقود بزوجة الساكنة في بلاد الاسلام
او في التي استولى عليها الكفار مع اقامة شعائر الاسلام فيها بين الانام واما الساكنة في البلاد الحربية
الاصلية فلا موالاة لنا معها في امورها بالكلية اما السوال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعدم النفقة
في زمن التربص والقعود فجوابه ما في شرح الدردير وعبد الباقي والخرشي وغيرها ان المفقود انما اوجل

لامرأته مادامت نفقتها والا طلقت عليه بعد النفقة وقضى صلى الله عليه وسلم فى الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته بان يفرق بينهما رواه الدارقطنى والبيهقى وذكره مالك والشافعى وعلماء الحنابلة عن سعيد ابن المسيب واخبران ذلك من السنة وعلى ذلك المالكية والشافعية والحنابلة واستحسن متاخروا الحنفية نصب غير حنفى يحكم بذلك للضرورة فى حضور الزوج ذكره صدر الشريعة والكواكبى وابن عابدين وغيرهم - اما السوال الخامس عن فسخ نكاح امرأة المفقود بخشية الفساد والزنا فجوابه ما فى حاشية العدوى على الرسالة والصاوى على اقرب المسالك وشرح الدرديرات ضرب الاجل لامرأة المفقود انما هو اذا دامت نفقتها من ماله ولم تخش العنت والزنا والا فلها التطليق لعدم النفقة او لخوف الزنا اما السوال السادس وهو هل يصح تطليقها او الفسخ بغير حاكم شرعى وكيف العمل فى ذلك فى البلاد الاسلامية التى تغلب عليها الكفار بالقوة الظلومية فجوابه ما فى حاشية الصاوى المالكى على اقرب المسالك وكتب الشافعية ان الفسخ لعدم النفقة ونحوها انما يكون بحكم الحاكم او المحكم وان لم يكن حاكم فجماعة المسلمين العدول يقومون مقامه فى ذلك وفى كل امر يتعذر فيه الوصول الى الحاكم العادل والواحد منهم كاف ان كان عدلا عارفا فيرجع اليه فى المهمات عمرنا الله بخيره فى الحياة وبعد الممات وصلى الله وسلم على صاحب المعجزات والكرامات ـ العبد الفقير محمد الشهير بالفاهاشم بن احمد لا زال مع الاخوان فى عناية الحاق

الحاق - طريق تطليق زوجة المفقود او الغائب الذى تعذر الارسال اليه او ارسل اليه فتغافل ان كانت لعدم النفقة فان الزوجة تثبت بشاهدين ان فلانا زوجها وغاب عنها ولم يترك لها نفقة ولا وكيلا بها ولا اسقطتها عنه وتحلف على ذلك فيقول الحاكم فسخت نكاحه وطلقتك منه او يأمرها بذلك ثم يحكم به وهذا بعد التلوم بنحو شهر وباجتهاده عند المالكية وفورا او متراخيا عند الحنابلة وبعد ثلاثة ايام عند الشافعية وان كان لخوفها الزنا وتضررها بعدم الوطى والغنا مع وجود النفقة والغنا فبعد صبرها سنة فاكثر عند جل المالكية وبعد ستة اشهر عند الحنابلة وفقنا الله الى الاعمال الزكية ـ العبد الفقير محمد **الفاهاشم** ـ

الجواب
من العلامة محمد طيب بن اسحق الانصارى دامت بركاته المالكى المدرس

بالمسجد النبوى على صاحبها الصلوة والسلام

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسوله وآله **اما بعد** فالجواب عن المسئلة الاولى هو ما فهمتم لا زلتم من اهل الفهم من المدونة ومختصر الشيخ خليل من ان المفقود عنها زوجها لا بد لها من احد امرين اما ان ترضى المقام مع زوجها المفقود او تريد المفارقة فان ارادتها فلا بد لها من رفع امرها اما الى القاضى او الى الوالى او الى الماء وان لم يوجد فالجماعة المسلمين من صالحى بلدها وجيرانها واما انها تعتد وتتزوج برجل آخر من غير رفع امرها الى القاضى ومن ذكر فلا قائل بحليته وجوازه لما فيه مما لا يخفى من الفساد ونص المدونة قلت اى قال سحنون لابن القاسم ارأيت امرأة المفقود

الروایۃ السادسۃ من قول السوال الخامس الی قول خوف الزنا

الروایۃ (٨) العاشرۃ والحادیۃ عشر والثانیۃ عشر من قول الحاق الی قول عند الحنابلۃ

الجواب المسألة الرابعة
من قول الفقيه الاول ان المفقود

العدد الاربع سنين فى قول مالك بغير امر السلطان قال قال مالك لا قال مالك وان اقامت عشرين
سنة ثم رفعت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه الذى خرج اليه فان يئس منه ضرب لها
من تلك الساعة اربع سنين فقيل لمالك تعتد بعد الاربع سنين اربعة اشهر وعشرا عدة الوفاة من غير
ان يأمرها السلطان بذلك قال نعم ما لها وما للسلطان فى الاربعة الاشهر وعشر التى هى عدة و
نص المختصر ولزوجة المفقود (شرح: وهو من غاب فى بلاد الاسلام وانقطع خبره وامكن الكشف عنه)
الرفع للقاضى والوالى (ش اى وحاكم البلد ووالى الماء الساعى لجلب الزكوات) والا فلجماعة المسلمين
من صالحى بلدها (ش ولها عدم الرفع والبقاء فى عصمته حتى يتضح امره) فيؤجل الحر اربع سنين ان دامت
نفقتها (ش فان لم تدم نفقتها فلها التطليق بلا تاجيل وكذا ان خشيت على نفسها الفساد) من يوم
العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وسقطت بها النفقة. ثم ودليل ذلك ما رواه مالك عن يحيى بن
سعيد عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه انه قال ايما امرأة فقدت
زوجها ولم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل وما روى ابن وهب
عن عبد الجبار عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب رضى الله سبحانه وتعالى عنه ضرب للمفقود من
يوم جاءته اربع سنين ثم امرها ان تعتد عدة المتوفى عنها زوجها ثم تصنع فى نفسها ما شاءت
اذا انقضت عدتها وفى الحديث لا ضرر ولا ضرار. اما المسئلة الثانية فجوابها يعلم مما قبلها وهو قول
مالك لا لمن قال له العدد الاربع سنين بغير امر السلطان ونص القاضى ابن فرحون فى كتابه تبصرة
الحكام فى اصول الاقضية ومناهج الاحكام فى فصل ما يفتقر الى حكم الحاكم على ان التطليق على الغائبين
وغيرهم مما لا بد فيه من حكم الحاكم +

٩

واما المسئلة الثالثة فجوابها والله اعلم ان المرأة المسلمة التى فقدت زوجها فى بلاد استولت عليها الكفار
مدة مديدة كما فى مصر والشام والهند تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة وفاة اربعة اشهر وعشرا وزوجها
يكون فى عداد القسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه بانه من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف
عنه وعرفوا القسم الثانى وهو المفقود فى ارض الحرب بانه من غاب وانقطع خبره ولم يمكن الكشف عنه لانه
فقد فى ارض الحرب اما البلاد المذكورة وان كان حاكمها كافرا فلا تكون كارض حرب من كل وجه لوجود
قضاة المسلمين فيها وولاتهم وامكان الكشف عنه فاتضح بهذا ان حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد
الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير. واما المسئلة الرابعة فيفهم جوابها مما قبلها ايضا وهو انه لا فرق بين المفقود
فى ارض الاسلام وبين المفقود فى البلاد المستعمرة لما قدمنا من وجود قضاة المسلمين فيها وولاتها وامكان
الكشف عنه فعلى هذا لا تختص الصورة الثانية المذكورة فى المختصر بالمسلمة الكائنة فى بلاد الاسلام
بل تشمل من كانت فى البلاد المستعمرة للكفار لما قدمنا من ان المراد بالشركية البلاد الحربية التى لا يمكن
للمسلم الوصول اليها فلا تتمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لانها ربما تكون سلمية او
ذمية واما القاطنة بالبلاد الشركية الحربية فحكمها هى وزوجها حكم المسبية فينفق عليهما الامام
من بيت المال ان كان والا فمن ماله بالغا ما بلغ والا ففعلى جميع المسلمين

واما المسئلة الخامسة فجوابها ان المفقود عنها زوجها ولم يترك لها النفقة واحتاجت غاية الاحتياج او خافت على نفسها الفساد فان لها التطليق بلا تاجيل كما هو مفهوم الشرط فى قول الشيخ خليل فى مسئلة المفقود وتوجل ربع سنين ان دامت نفقتها وقال شراحه قاطبة فان لم تدم نفقتها او خشيت الفساد فلها التطليق بلا تاجيل فترفع امرها الى الحاكم وتثبت عدم النفقة والاحتياج بما يثبت به فاما ان يطلق الحاكم بنفسه او يامرها بالتطليق وهو قول الشيخ خليل فهل يطلق الحاكم او يامرها به قولان واما ارادة اهلها تزويجها فلا عبرة به ما لم تطلب الفراق بنفسها الا ان تكون سفيهة فيقوم وليها مقامها اذا تحقق لديه ضررها

واما المسئلة السادسة فجوابها انه لا يحل لمن لم تكن عندها النفقة او من خشيت الفساد من النساء ان تطلق نفسها قبل ثبوت ضررها عند الحاكم سواء عدم النفقة او خشية الفساد لما تقدم فى الجواب عن المسئلة الاولى من جواب مالك وما تقدم فى الجواب عن المسئلة الثانية وهو قول قاضى المدينة ابن فرحون فى تبصرته ان التطليق على الغائبين وغيرهم مما يفتقر الى حكم الحاكم فلا بد من ثبوت ضررها عند الحاكم فاما ان يطلق الحاكم واما ان يامرها بتطليق نفسها وهو قولان مشهوران لكن القول الثانى اقوى لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم لبريرة لما عتقت انت املك بنفسك ان شئت اقمت مع زوجك وان شئت فارقتيه — واما قولكم وعلى الثانى كيف يعمل فالجواب عنها ان احكام قضاتهم نافذة ماضية وان كانت توليتهم الصادرة من الكفار باطلة وبهذا افتى الامام ابو عبد الله المازرى لما سئل عن احكام تاتى فى زمنه من صقلية من عند قاضيها وشهود تذ ولما ذا اجاب جوابا طويلا الى ان قال واما الوجه الثانى وهو تولية الكافر للقضاة والامناء لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان باطلا تولية الكافر لهذا القاضى اما بطلب الرعية له واقامته لهم لذلك فلا يقدح حكمه وينفذ كما لو ولاه سلطان مسلم — وفى كتاب الايمان فى مسئلة الحالف لاقضينك حقك الى اجل اقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما يخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فيمن خرج على الامام وغلب على بلد فولى قاضيا عدلا فاحكامه نافذة انتهى وفى كتاب بيان وجوب الهجرة للشيخ عثمان فودى الفلانى المالكى ما نصه — وتولية الكافر للقاضى باطلة ومع ذلك لا يقدح فى تنفيذ احكامه اذ حجز الناس بعضهم عن بعض واجب وفى ذلك يقول الناظم

تولية الكافر للقضاة + باطلة والحكم ذو اثبات + لان حجز الناس بعضهم على بعض محتم كما قد انجلى

قلت اقل احوالهم ان يكونوا كالمحكمين او بمنزلة جماعة المسلمين فقد تقدم ان المفقود زوجها ترفع امرها للقاضى او للوالى وان لم يوجد فلجماعة المسلمين والعلم لله وصلى الله على سيدنا محمد واله وسلم —

امر بكتابته

محمد الطيب

مهر

الرواية الثامنة + الرواية التاسعة

١٠

الاستفتاء من العلماء المالكية ثانيا

(١) ما قولكم رحمكم الله تعالى فيما اذا رجع المفقود او السير المعسر او اطاع المتعنت بعد فسخ نكاحه فهل ترد اليهم ازواجهم ام لا

(٢) هل يكفي الواحد العدل فيما يرجع منها الى جماعة المسلمين ام لا بل من الجماعة الاصطلاحية

(٣) ما حكم زوجة العنين عندكم هل يفرق عن زوجها ام لا وهل يؤجل بمدة ام لا وهل يحتاج فيه الى قضاء القاضي او من يقوم مقامه ام لا

(٤) وكذلك المجنون هل تطلق عليه زوجته اذا طلبت ذلك ام لا وعلى الاول فكيف السبيل اليه

الجواب

من العلامة الصالح التونسي المدرس في المسجد النبوي بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الحكيم العليم والصلوة والسلام على من بعث بالعلم الحكيم وعلى آله وصحبه اولى الحث على البحث السليم السديد القويم والحض على توفير الحظ من السؤال الشافي المشفوع بالجواب الموفي المفيد العميم وبعد فقد وردت على الاسئلة الآتية من طرف بعض الاخوان مع ما اطلعني البعض عبارات لفقهاء المالكية متضمنة كيفية الفسخ لنكاح المفقود والمعسر عن النفقة والمتعنت في دفعها مخللة بعبارات للحنفية على سبيل التنظير ملتمسا التفاهم فيها لما يؤديه مبناها ويبديه معناها للتوصل بها الى الحكم في المسائل الآتية على المذهب المالكي واليك خلاصة الاسئلة[١] (س ١) اذا فسخ النكاح بين من ذكر على الوجه المقرر المفيد شرعا ثم عاد المفقود او السير المعسر او اطاع المتعنت فما حكم المرأة حينئذ (س ٢) عن عبارة لبعض الشراح في ان الفسخ او التطليق المذكور يكون للحاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه حسا او اعتبارا او الواحد منهم كاف اذا كان عدلا عارفا يرجع اليه في المهمات وما هو العارف وما هي المهمات -

(س ٣) ما حكم زوجة العنين من حيث بيان مدة التأجيل وكيفية التفريق اذا اقتضاه الحال و اباه الزوج (س ٤) ما حكم زوجة المجنون كذلك

الجواب

لما كانت تلك العبارات المورودة المسرودة ليست مرصودة ومقصودة لذاتها بل للاستعانة بها والتوصل منها الى معرفة الحكم وكان غيرها افصح واصح اعرضت عن التعرض لبيان مؤداها وما يقتضيه فحواها واكتفيت بذكر الاجوبة الآتية متحريا مظانها ومحالها الحقيقية بحول الله تعالى -

(ج عن س ١) اذا فسخ النكاح على الوجه المقرر المعتبر شرعا في حق من ذكر ثم عاد المفقود او السير المعسر او اطاع المتعنت فان كان ذلك في العدة رجعت الزوجة لزوجها مطلقا لكون الطلاق رجعيا لم تنفصل فيه العصمة حسب القاعدة المقررة من ان كل طلاق اوقعه الحاكم فهو بائن الا طلاق المولى والمعسر وسواء اوقعه الحاكم بالفعل وجماعة المسلمين او امراها به على حسب ما يأتي

[illegible]

[١] اوردنا هذه الاسئلة مختصرة وما للاختصار ١٢ منه

ولقول خليل واله الرجعة ان وجد في العدة ليسار القوسر لواجب مثلها الشامل للمعسر وللغائب المطلقة عليه من اجل النفقة من باب اولى كما يتبين لك بعد فاذا كان التفريق لخصوص الفقد لا لانقطاع النفقة ولا للموت فهي للاول ولو بعد انقضاء العدة ما لم يدخل الثاني المستفاد من قول خليل وقدر طلاق يتحقق بدخول الثاني وتفريع الزرقاني عليه بقوله فان جاء الاول قبل دخول الثاني كان احق بها* واذا كان الغائب مشهودا عليه بالموت فقدم او ثبتت حياته او طلقت زوجته لانقطاع النفقة فتبين استمرارها ففي هاتين الصورتين لا تفوت بدخول الثاني بل ترجع للاول ولو ولدت الاولاد وهو مفاد خليل في المنعي لها زوجها مع حل الزرقاني عليه مصورا لها بقوله من شهدت بينة بموته فتزوجت ثم قدم فلا تفوت بدخول كما يفيده قوله يعني خليلا في الاستحقاق كمشهود بموته وفي القضاء ونقض ان ثبت كذبهم لحياة من قتل وقوله والمطلقة لعدم النفقة ثم ظهر اسقاطها المعطوفة والمعطوف عليها المسائل المشتركة في الحكم المخبر به عليها بقوله فلا تفوت بدخول وتصوير الزرقاني لها بقوله بان اقام بينة انه كان يرسلها اليها او يخلفها وصلتها او انه تركها عندها فلا تفيتها دخول الثاني وتاييد البناني ذلك بنقل كلام المواق ونصه واما مسئلة المطلقة لعدم النفقة فقال ابن سهل ان ثبت بعد قدومه تركها لها ردت اليه ولو دخل بها من تزوجها لما ذكر عن ابن عرفة عن ابن يونس مثله ومثله التي ... المنعي لها زوجها او المطلقة لعدم النفقة ثم ظهر سقوطها يعني فلا تفوت بدخول الثاني لما صرح به في اخر النظائر ومثل المجموع بقوله وان نعي لها ثم تبين الكذب او طلق عليه لعدم النفقة ثم تبين اسقاطها لم تفت بدخول *

ج عن س٢ الذي عليه الجمهور وبه العمل وهو المشهور ان ذلك التفريق ووسائله وما يتعلق به للحاكم فان عدم حسا او معنا فجماعة المسلمين الثلاثة فما فوق تقوم مقامه ولا يكفي الواحد في مثل هذا وان نسب ذلك للاجهوري في احدى الروايتين عنه وتبعه بعض الشراح من المصريين والاول هو الذي عليه المعول وعليه فلا لزوم لتعريفه معرفة هذا الواحد ولا لبيان المهمات التي يرجع فيها اليه على ان ذلك واضح وهي كناية عن كونه عالما عاقلا مرجعا لاهل جهته في حل مشكلاتهم مطلقا *

ج عن س٣ وهو ان الحكم في زوجة العنين التاجيل سنة من يوم الحكم او التراضي من طرف الحاكم او جماعة المسلمين كما مر والتفريق كذلك على ان العنين يطلق باطلاقين على مستتر الذكر وعليه فالحكم ما تقرر وعلى صغيره كالزر الذي لا يتاتى معه الجماع وهذه الزوجة الخيار في الحال ولا تحتاج الى ضرب اجال

ج عن س٤ هو ان حكم زوجة المجنون مثل حكم المعترض وهو العنين على التفسير الاول من التاجيل سنة والتفريق على حسب ما مر والى ذلك يشير صاحب التحفة بقوله –

الرواية الخامسة عشر من قوله فاذا كان ...

الرواية السادسة عشر من قوله اذا كان الغائب ...

(١٣)

الرواية السابعة عشر من قوله الذي عليه الجمهور ...

الرواية الثامنة عشر من قوله ...

الرواية التاسعة عشر من قوله ...

وحيث عيب الزوج باعتراض ÷ او برص وقيم عند القاضى + اجله الى تمام عام + كذلك فى الجنون والجذام + وبعده يحكم بالطلاق ÷ ان عدم البرء على الاطلاق ÷ اى مطلقا بعد تمام السنة رجى برؤه ام لا وهو معنى قول خليل وبجنونهما وان مرة فى الشهر قبل الدخول وبعده اجلا فيه وفى برص وجذام رجى برءهما سنة اى قمرية وقوله بعد ذلك واجل المعترض سنة بعد الصحة من يوم الحكم وعبارة الزرقانى فى الحل على قوله (بعد الصحة) من مرض غير الاعتراض وابتداؤه من يوم الحكم) لا من يوم الرفع لانه قد يتقدم عن يوم الحكم فان لم يترافعا وتراضيا على التاجيل فمن يوم التراضى والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه وسلم وكتب ذلك عن املاء الفقير صالح التونسى بالمسجد النبوى فى ربيع الاول سنة ١٣٥٠ وفقه الله تعالى

تنبيه لم يصرح احد من اصحاب المتون والشراح التى وقفت عليها بالحاق المتعنت بالمعسر وغاية ما ذكروا فى حقه انه يجبر على النفقة او يطلق عليه وهل هذا الطلاق يعد رجعيا فتلحق بالمعسر فى الحكم وتشمله القاعدة المقدرة فى الاصل حيث ان الممتنع من الوطء الحقوه بالمولى فلعله نظيره او يعد بائنا ولا يشمله حكم المعسر حينئذ والله اعلم.

فتلخص من ذلك ان المعسر اذا اليسر فى العدة والغائب المطلق عليه من اجل النفقة اذا قدم موسرا فى العدة فان منهما احق بزوجته ما لم تنقض العدة وان المفقود المطلق عليه من اجل الفقد اذا قدم ولو بعد العدة وقبل دخول الثانى هو احق بها وان الغائب المشهود عليه بالموت فقدم او تحققت حياته والمشهود عليه بقطع النفقة فقدم واثبت استمرارها فالزوجة لهما ولا تفوت بدخول الثانى ولو ولدت الاولاد حسب النصوص الصحيحة الصريحة المتقدمة المعزوة لاربابها بمحالها وان المتعنت اذا رجع يحتمل الحاقه بالمعسر وهو الاقرب فله رجعتها فى العدة لا بعدها ويحتمل ان الطلاق عليه بائن وعليه فلا رجعة له حيث لا نص صريح فى المسئلة كما تقدم والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب
من العلامة سعيد بن صديق الفلاتى متعنا الله تعالى بعلومه

بسم الله الرحمن الرحيم

ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ثم الصلوة واتم التسليم على سيدنا محمد الهادى الحليم وعلى آله وصحبه والآتى ربه بقلب سليم

اما الجواب عن امرأة المفقود فى موطا امام دار الهجرة ونجم السنة مالك بن انس عليه رحمة رب الانس والجنة - **باب** فى عدة التى تفقد زوجها حدثنى يحيى عن مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب ان عمر بن الخطاب قال ايما امرأة فقدت زوجها فلم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل، قال مالك وان تزوجت بعد انقضاء

عدتها فدخل بها زوجها او لم يدخل بها فلا سبيل لزوجها الاول اليها قال مالك وذلك الامر عندنا وان ادركها زوجها قبل ان تتزوج فهو احق بها قال مالك وادركت الناس ينكرون الذي قال بعض الناس على عمر بن الخطاب انه قال يخير زوجها الاول اذا جاء في صداقها او في امرأته قال مالك وبلغني ان عمر بن الخطاب قال في المرأة يطلقها زوجها وهو غائب عنها ثم يراجعها فلا يبلغها رجعته وقد بلغها طلاقه اياها فتزوجت انها اذا دخل بها زوجها الآخر او لم يدخل بها فلا سبيل لزوجها الاول الذي كان طلقها اليها قال مالك وهذا احب ما سمعت الي في هذا وفي المفقود وفي المدونة في باب المفقود قلت ارأيت المرأة ينعى لها زوجها فتعتد منه ثم تتزوج والمرأة يطلقها زوجها فتعلم بالطلاق ثم يراجعها في العدة وقد غاب زوجها ولم تعلم بالرجعة حتى تنقضي العدة فتتزوج وامرأة المفقود تعتد اربع سنين بامر السلطان ثم اربعة اشهر وعشرا فتنكح اهؤلاء عند مالك محملهن محمل واحد قال لا اما التي نعي لها زوجها فهذه يفرق بينها وبين زوجها الثاني وترد الى زوجها الاول بعد الاستبراء بثلث حيض وان ولدت منه اولادا واما امرأة المفقود والتي طلقت ولم تعلم بالرجعة فانه قد كان مالك يقول مرة اذا تزوجتا ولم يدخل بهما ازواجهما فلا سبيل لازواجهما اليهما ثم ان مالكا وقف قبل موته بعام او نحوه في امرأة المطلق اذا اتى زوجها الاول ولم يدخل بها زوجها الآخر فقال مالك زوجها الاول احق بها قال وسمعت منه في المفقود انه قال هو احق بها ما لم يدخل بها زوجها الثاني وانا ارى فيهما جميعا ان ازواجهما اذا ادركوهما قبل ان يدخل بهما ازواجهما هؤلاء الآخرون فالاولون احق وان دخلوا فالآخرون احق وقال اشهب مثل قوله واختار ما اختاره وقال المغيرة وغيره بقول مالك الاول وقالوا الا ترى امرأة زوجين تتوارث زوجا ثم ترجع الى زوج غيره وقال ليس استحلال الفرج بعد الاعذار من السلطان بمنزلة عقد النكاح وقد جاء زوجها ولم يطلق ولم يمت قلت ارأيت ان قدم زوجها بعد الاربع سنين وبعد الاربعة اشهر وعشر اترد اليه في قول مالك ويكون احق بها قال نعم قلت افتكون عنده على تطليقتين قال لا ولكنها عنده على ثلاث تطليقات عند مالك وانما تكون على تطليقتين اذا هي رجعت اليه بعد زوج قلت ارأيت المفقود اذا ضرب السلطان لامرأته اربع سنين ثم اعتدت اربعة اشهر وعشرا ايكون هذا الفراق تطليقة ام لا قال ان تزوجت ودخل بها فهي تطليقة قلت فان تزوجت بعد الاربعة الاشهر وعشر ثم جاء موته انه مات بعد الاربعة الاشهر وعشر اترثه ام لا قال ان انكشف ان موته بعد نكاحها وقبل دخوله بها ورثت زوجها الاول لانه مات فهو احق بها فهو بمنزلة ان لو جاء او علم انه حي وفرق بينها وبين الآخر واعتدت من الاول من يوم مات لان عصمة الاول لم يسقط وانما تسقط بدخول الآخر بها ولكن لو مات الزوج الآخر قبل دخوله بها وورثته ثم انكشف ان الاول مات بعده او قبله وبعد نكاحه او جاء ان الزوج الاول حي بطل ميراثها من الزوج الآخر وردت الى الاول ان كان حيا واخذت ميراثه ان كان ميتا قلت ارأيت امرأة المفقود لتعتد الاربع سنين في قول مالك بغير امر السلطان قال قال مالك لا وان اقامت عشرين سنة ثم

١٤

رفعت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه الذى خرج اليه فان يئس منه ضرب
لها من تلك الساعة اربع سنين فقيل لمالك هل تعتد بعد الاربع سنين عدة الوفاة اربعة
اشهر وعشرا من غير ان يامرها السلطان بذلك قال نعم مالها وما للسلطان فى الاربعة الاشهر
وعشرا التى هى عدة وقال مالك ينفق على امرأة المفقود من ماله فى الاربع سنين قلت
ففى الاربعة الاشهر وعشر بعد الاربع سنين قال لا لانها معتدة وقال مالك يوقف مال المفقود
والسلطان ينظر فى ذلك ويوقف ماله ولا يدع احدا يفسده ولا يبذره وقال ربيعة بن ابى
عبد الرحمن المفقود الذى لا يبلغه سلطان ولا كتاب السلطان قد اضل اهله وامامه فى الارض
لا يدرى اين هو وقد تلوموا الطلب والمسئلة عنه فلم يوجد فذلك المفقود الذى يضرب له الامام
فيما بلغنا لامرأته ثم تعتد بعدها عدة المتوفى عنها يقولون ان جاء زوجها فى عدتها وبعد العدة
ما لم تنكح فهو احق بها وان نكحت بعد العدة ودخل بها فلا سبيل له عليها وقال ابن وهب عن
عبد الجبار عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب ضرب للمفقود من يوم جاءته امرأته اربع سنين
ثم امرها ان تعتد عدة المتوفى عنها زوجها ثم تصنع فى نفسها ما شاءت ان انقضت عدتها و
قال خليل فى مختصره ولزوجة المفقود الرفع للقاضى والوالى ووالى الماء والا فلجماعة المسلمين و
ظاهره انها تخير فى الرفع لاحد الثلاثة والنقل انها حيث ارادت الرفع ووجدت الثلاثة وجب
الرفع للقاضى وان رفعت لغيره حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وان لم يوجد
قاض خيرت فيهما فان رفعت لجماعة المسلمين معهما صح على الظاهر وجماعة المسلمين هم
عدول جيرانها وغيرهم لانهم كالامام عند عدمه وذكر ابن عرفة ان عمل قضاة تونس ان
الرفع للعدول كالرفع للسلطان فان تعسر رفعها للسلطان ونائبه قام من ذكر مقامه وبه قال
ابن الهندى وابو محمد وصوبه اللخمى لثقل الرفع له على كثير وتعبيرهم بجماعة المسلمين يقتضى
ان الواحد لا يكفى وبه صرح الاجهورى فيؤجل الحر اربع سنين ان دامت نفقتها من ماله والا
بان عدم نفقتها من ماله فلها التطليق لعدم النفقة بلا تاجيل وكذا ان خشيت على نفسها الزنا
فيزاد على دوام نفقتها عدم خشيتها الزنا وفى مجموع الامير وهل لزوجة المفقود الرفع للقاضى
والوالى ووالى الماء وظاهره ان الثلاثة فى مرتبة وان كان القاضى اضبط وهو ما فى الخرشى والا
يوجد واحد ممن ذكر فلجماعة المسلمين قال محشيه من صالحى جيرانها وغيرهم العدول ولا يكفى
الاثنان كما فى الاجهورى لان اقل الجمع ثلاثة خلافا لما فى عبد الباقى والخرشى من كفاية الواحد وقد
رد الاجهورى كفاية الاثنين فضلا عن الواحد قائلا التحقيق ان اقل الجماعة ثلاثة فيؤجل اربع سنين
من العجز عن خبره ان دامت نفقتها ولم تخف زنا والا فلها تعجيل الطلاق قال المحشى والعدم
نفقتها بان لم يكن له مال اصلا او فرغ او دامت وخافت الزنا فلها تعجيل الطلاق الى ان قال
ولها المهر كاملا ولا ترد ما قبضته ان قدم على ما به القضاء والارجح ان كان الصداق مؤجلا

(١٥)

لا يحل لانه تموبيت لاموت اه قال ابن الحاجب حكم الغائب ولا مال له حاضر حكم العاجز الحاضر فلها ان تطلق نفسها اه قلت فيجرى فيه قول خليل فهل يطلق الحاكم او يامرها به ثم يحكم قولان واذا ثبت لها التطليق بذلك فبخشية الزنا اولى لان ضرر ترك الوطأ اشد من ضرر عدم النفقة الا ترى ان اسقاط النفقة يلزمها وان اسقطت حقها فى الوطأ فلها الرجوع فيه ولان النفقة يمكن تحصيلها بنحو تسلف وسؤال بخلاف الوطأ اه *

واما الجواب عن امرأة المعسر الذى لا يجد ما ينفق عليها ففى المدونة قال لنا مالك وكل من لم يقو على نفقة امرأته فرق بينهما ولم يقل لنا مالك حرة ولا امة و قال لان الرجل اذا كان معسرا لا يقدر على النفقة فليس لها عليه النفقة انما لها ان تقيم معه او يطلقها كذلك الحكم فيها وقال ابن وهب عن عبد الرحمن عن ابى الزناد وعبد الجبار عن ابى الزناد انه قال خاصمت امرأة زوجها الى عمر بن عبد العزيز وانا حاضر فى امرته على المدينة فذكرت له انه لا ينفق عليها فدعاه عمر فقال نفق والا فرقت بينك وبينها وقال عمر اضربوا له اجل شهر او شهرين فان لم ينفق عليها الى ذلك ففرقوا بينه وبينها قال ابو الزناد وقال عمر بن عبد العزيز سل لى سعيد بن المسيب عن امرهما قال فسألته عن امرهما فقال يضرب له اجل فوقت له من الاجل نحو امما كان وقت له عمر وقال سعيد فان لم ينفق عليها الى ذلك الاجل فرق بينهما ابن وهب عن مالك وغيره عن سعيد بن المسيب انه كان يقول اذا لم ينفق الرجل على امرأته انه يفرق بينهما قال وسمعت ما لكا يقول كان من ادركت يقولون اذا لم ينفق الرجل على امرأته فرق بينهما ابن وهب عن الليث عن يحيى بن سعيد انه قال اذا تزوج الرجل المرأة وهو غنى فاحتاج حتى لا يجد ما ينفق فرق بينهما فان وجد ما يقيمها من الخبز والزيت وغليظ الثياب لم يفرق بينهما او فى شرح بلوغ المرام وقد اختلف العلماء فى هذا الحكم وهو فسخ النكاح عند اعسار الزوج بالنفقة على قوال الاول ثبوت الفسخ وهو مذهب على وعمر وابى هريرة رضى الله عنهم وجماعة من التابعين ومن الفقهاء مالك والشافعى واحمد وبه قال اهل الظاهر مستدلين بحديث لا ضرر ولا اضرار والثانى ما ذهب اليه الحنفية وهو قول للشافعى انه لا فسخ للاعسار بالنفقة مستدلين بقوله تعالى ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما اتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما اتاها. قالوا واذا لم يكلفه الله النفقة فى هذا الحال فقد ترك ما لا يجب عليه ولا يا ثم بتركه فلا يكون سببا للتفريق بينه وبين سكنه وبآية وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة فتؤمر بالصبر والاحتساب وقال مالك والشافعى ايضا واحمد فى اظهر روايته ان المرأة اذا تزوجت عالمة باعساره او كان موسرا عند تزوجه ثم اصابته جائحة فانه لا فسخ لها وفى ابن الحاجب ويثبت لها حق الفسخ بالعجز عن النفقة الحاضرة لا الماضية حرين او عبدين او مختلفين ما لم تكن علمت فقره قبل العقد كما ذكره ميارة فى شرح التحفة فاذا عرفت هذه الاقوال عرفت ان اقواها دليلا واكثرها قائلا الاول

(١٦)

وقد اختلف القائلون بالفسخ فی تاجیله بالنفقة فقال مالك يؤجل شهرا او شهرين وقال الشا[فعی]
ثلاثة ايام قال ابن عرفة وطلقة المعسر بها رجعية اتفاقا وشرط رجعته ليسره بنفقتها فتصح الر[جعة]
ان وجد فی العدة يسارا يقوم بواجب مثلها لان هذه فلا تصح رجعته لان الطلقة التی اوقعها
الحاكم انما كانت لدفع ضرر عجزه فلا تصح رجعته الا اذا زال وذلك بان يجد ما لو قدر عليه
اولا لم يطلق عليه قال ابن عبد السلام ينبغی تقييد هذا بظن قدرته على ادامته بعد ذلك
وقال عبد الله ابن فودی المالكی فی ضياء التاويل عند اية ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما
اتاه الله قال وهذا يفيد ان النفقة ليست مقدرة شرعا وانما تقدر عادة بحسب المنفق
والمنفق عليه ولها الفسخ بطلقة رجعية ان عجز عن الانفاق اه قلت ومثلها الزوجة
المطلقة فی حال غيبة زوجها من الحاكم او جماعة المسلمين لدعواها عدم النفقة من ماله بان
ادعت انه لم يدرك لها ما تنفقه ولم يرسل لها ولم يوكل من ينفق عليها وطلبت الطلا[ق]
وحلفت على ذلك فيطلق عليه الحاكم او يامرها بتطليق نفسها فيحكم به اه وفی كتاب جامع
اهم مسائل الاحكام فی قطع الخصام مما اشتد اليه حاجة الحكام للشيخ ادريس ابن خالد
المالكی ما نصه السادس فی اعسار الغائب فاذا قامت زوجته عند القاضی كلفها اثبات الزوجية
واثبات غيبته وان لم يعلموا انه ترك شيئا ولا احالها به ويؤدون الشهادة فی ذلك على عينها
ثم يضرب لها اجلا من شهر وفی تحفة الحكام وزوجة الغائب حيث املت فراق زوجها بشهر
اجلت فان انصرم الاجل ولم يقدم الرجل حلفت على مثل ما شهدت به الشهود وطلقت
نفسها طلقة رجعية فان قدم موسرا فی عدتها فله ارتجاعها وان قدم عديما لم يكن له عليها
سبيل الا ان ترضى بالمقام معه بدون نفقة وان كانت محجورة ورضيت بالمقام معه بدون نفقة
على ان تنفق على نفسها من مالها فذلك لها ولا كلام لوليها اذ لو طلقت لم يكن لها بد من النفقة
على نفسها فمع الزوج اولى لان فيه صونها اه
واما المتعنت الممتنع عن الانفاق ففی مجموع الامير ما نصه ان منعها نفقة الحال فلها القيام
فان لم يثبت عسره انفق او طلق والا طلق عليه قال محشيه قوله والا طلق ای طلق عليه الحاكم
من غير تلوم الى ان قال وان تطوع بالنفقة قريب او اجنبی فقال ابن القاسم لها ان تفارق
لان الفراق قد وجب لها وقال ابن عبد الرحمن لا مقال لها لان سبب الفراق هو عدم النفقة
قد انتفى وهو الذی تقتضيه المدونة كما قال ابن المناصف انظر الحطاب انتهى
واما السوال عن حكم زوجة العنين فجوابه ما فی المدونة قال ارايت العنين متى يضرب له
الاجل من يوم تزوجها او من يوم ترفعه الى السلطان قال من يوم ترفعه الى السلطان وكذلك
قال مالك قلت ارأيت العنين اذا فرق بينهما ايكون املك بها فی العدة قال قال مالك لا يكون
املك بها فی العدة ولا رجعة له عليها قلت ارأيت العنين اذا لم يجامع امرأته فی السنة فرق
بينهما بعد السنة ايكون لها نصف الصداق قال قال مالك لها الصداق كله كاملا قال مالك

الرواية الثانية والعشرون من قوله قلت ومثلها الى قوله فيحكم به

١٧

الرواية الثالثة والعشرون من قوله واما المتعنت الى قوله انتهى

الرواية الرابعة والعشرون من قوله واما السوال الى قوله كاملا

وبلغنی عن سلیمان بن یسار انه قال اجل المعترض عن اهله سنة ابن القاسم عن مالك عن ابن
شهاب عن ابن المسیب انه قال اذا دخل الرجل بامرأته فاعترض عنها فانه یضرب له اجل سنة
فان استطاع ان یمسها والا فرق بینهما ابن وهب قال موسی بن علی وقال بن شهاب ان القضاة
یقضون فی الذی لا یستطیع امرأته یتربص سنة یبتغی فیها النفسه فان الم فی ذلك باهله فهی امرأة
وان مضت سنة ولم یمسها فرق بینه وبینها ویقضی القضاة بذلك من حین تناکره امرأته او یناکره
اهلها قال بن شهاب وان کانت تحته امرأة فولدت له ثم اعترض عنها فلم یستطع لها فلم اسمع
احدا فرق بین رجل وبین امرأته بعد ان یمسها وهذا الامر عندنا قلت ارأیت العنین ایجوز له
ان یؤجله صاحب الشرط او لا یکون ذلك الا عند قاض او امیر یولی القضاة قال قال مالك اری
ان یجاز قضاء اهل هذه المیاه قال ابن القاسم وانما هم امراء علی تلك المیاه ولیسوا بقضاة فاری
ان صاحب الشرط ان ضرب للعنین اجلا جاز وکان ذلك جائزا۔ انتهی۔
واما السوال عن حکم زوجة المجنون فجوابه ما فی الموطا فی باب ما جاء فی الخیار حدثنی یحیی عن مالك
انه بلغه عن سعید بن المسیب انه قال ایما رجل تزوج امرأة وبه جنون او ضرر فانها تخیر فان
شاءت قرت وان شاءت فارقت وفی المدونة قال قلت فالمجنون المطبق قال وقال مالك فی المجنون
اذا اصابه الجنون بعد تزویجه المرأة انها تعزل عنه ولیضرب له اجل فی علاجه فان برء والا
فرق بینهما وقال بن القاسم عن مالك انه قال لیضرب له اجل سنة ابن وهب عن مسلمة عمن حدثه

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال کتب عمرو بن العاص الی عمر بن الخطاب فی رجل مسلسل
بقیود یخافونه علی امرأته فقال اجلوه سنة یتداوی فان برء والا فرق بینهما وقال بن جزی فی القوانین
اسباب الخیار خمسة وهی العیوب والغرور والاعسار بالنفقة وعتق الامة تحت العبد والفقد و
اما العیوب فهی اربعة الجنون والجذام والبرص وداء الفرج ویختص الرجل من داء الفرج بالجب
والخصاء والعنة والاعتراض وتختص المرأة بالقرن والرتق والعفل وبخر الفرج الی ان قال فاذا
کان فی احد الزوجین احد العیوب کان للآخر الخیار فی البقاء معه والفراق بشرط ان یکون العیب
موجودا حین العقد فان حدث بعده فلا خیار الا ان یبتلی الزوج بعد العقد بجذام او جنون او برص
فیفرق بینهما للضرر الداخل علی المرأة ثم ان کان العیب بالزوجة فان قامت به قبل الدخول فلا شیء لها
من الصداق وکذلك بعد الدخول الا ان طال مکثها معه وخلعت شورتها فلها الصداق و
قال الخرشی وان حصل الرد بعد البناء ای بناء من یتصور وطئه کالمجنون والابرص فمع عیب
الزوج یجب لها المسمی لتدلیسه وقولنا من یتصور وطئه احترازا من المجبوب والعنین الذی
ذکره کالزر والخصی وقیل وهو الذی لا یقوم ذکره وان المعترض هو الذی یجری علیه فی
بعض الاوقات فانه لا مهر علی من ذکر کما قال ابن عرفة وفی القوانین فرعان الاول تعجیل
الفرقة بطلاق فی جمیع العیوب الا الاعتراض فان المعترض یؤجل سنة وان لم یطأ فلها الخیار
وان وطأ سقط خیارها والقول قوله فی دعوی الوطأ وطلاق العنین وشبهه رجعی کالطلاق بالاعسار
بالنفقة اھ۔ قال المیتطیة اعلم ان الغائبین عن ازواجهم خمسة فالاول غائب لم یترك النفقة

وخلف مالا ولا لزوجته عليه شرط فى المغيب فان احبت زوجته الفراق فانها تقوم عند السلطان لعدم الانفاق والثانى غائب لم يترك نفقة ولزوجته عليه شرط فى المغيب فزوجته مخيرة فى ان تقوم لعدم الانفاق او بشرطها وهو ايسر عليها لانه لا يضرب لها فى ذلك اجل والثالث غائب خلف نفقة ولزوجته عليه شرط فى المغيب فهذه ليس لها ان تقوم الا بالشرط خاصة وسواء كان الغائب فى هذه الثلاثة الاوجه معلوم المكان او غير معلوم المكان الا ان معلوم المكان يقدر اليه ان امكن من ذلك والرابع غائب خلف نفقة ولا شرط لامرأته وهو مع ذلك معلوم المكان فهذا يكتب اليه السلطان اما ان يقدم او يحمل اليه امرأته او يفارقها والا طلقها عليه - والخامس غائب خلف نفقة ولا شرط لامرأته عليه وهو مع ذلك غير معلوم المكان فهذا هو المفقود انتهى و فى القوانين وهو الذى يغيب وينقطع اثره ولا يعلم خبره وهو على اربعة اوجه مفقود فى بلاد المسلمين وفى بلاد العدو وفى قتال المسلمين مع الكفار وفى قتال المسلمين فى الفتن فاما المفقود فى بلاد المسلمين فاذا رفعت زوجته امرها للقاضى كلفها اثبات الزوجية غيبته ثم يبحث عن خبره وكتب فى ذلك الى البلاد فان وقف له على خبر فليس بمفقود ويكاتبه بالرجوع او الطلاق فان قام على الاضرار طلق عليه وان لم يوقف له على خبر ولا عرفت حياته من موته ضرب لها اجلا من اربعة اعوام للحر وعامين للعبد من يوم ترفع امرها فاذا انقضى الاجل اعتدت عدة الوفاة ثم تزوجت وقال ابوحنيفة رح والشافعى رح ولا تحل امرأة المفقود حتى تصح موته - فروع اربعة

الاول ان كان قد دخل بها فنفقتها فى الاربعة الاعوام عليه وان كان لم يدخل بها فان كانت غيبته بعيدة لزمته النفقة تفرض لها فى ماله ان شاءت ذلك وان كانت غيبته قريبة فقولان - الثانى فان جاء زوجها فى الاجل والعدة او بعده قبل تزوج فهى امرأته وان جاء بعد ان تزوجت فان كان الثانى دخل بها فهى له دون الاول وان لم يدخل بها فقولان الثالث ان وقع الفراق من المفقود قبل الدخول وجب لها نصف الصداق هذا حكمه فى زوجته واما ماله فموقوف لا يورث حتى يعلم موته او يعمر فياتى عليه من الزمان ما لا يعيش الى مثله واختلف فى حد ذلك فالمشهور سبعون سنة وقيل ثمانون وقيل تسعون وقيل مأته وذلك كله من اول عمره فان فقد وهو ابن سبعين تربص به عشرة اعوام بعدها على المشهور واما المفقود فى فتن المسلمين فحكمه كالاسير لا تتزوج امرأته ولا يقسم ماله حتى ياتى عليه من الزمان ما لا يعيش الى مثله الا عند اشهب وهو عنده كالمفقود فى بلاد المسلمين فى زوجته وماله واما المفقود فى فتن المسلمين فحكمه كالاسير فى المشهور وقيل كالمفقود وقيل يحكم فى زوجته بحكم المقتول بتلوم سنة ثم تعتد وتتزوج ويحكم فى ماله بحكم المفقود نيعمر ما لا يعيش الى مثله وفى المختصر وبقيت ام ولده على حكم الحياة وكذا يوقف ماله اى قسمه وبقيت زوجة الاسير التى ترك لها ما تنفق منه وكذا ام ولده وماله و يبقى زوجة مفقود اهل الشرك وام ولده وماله للتعمير قال الشيخ خيطى فى هذا المحل بشرطان تدوم النفقة لكل زوجة الاسير ومفقود ارض الشرك والا فلها الطلاق واذا ثبت لهما الطلاق بذلك فليثبت لهما اذا خشيتا الزنى بالاولى لان ضرر ترك الوطء اشد من ضرر عدم النفقة الا ترى

ان اسقاط النفقة يلزمها واسقاطها حقها في الوطء لها ولها ان ترجع فيه وايضا النفقة يمكن تحصيلها بالتسلف والسؤال بخلاف الوطء قال البزرلي طلاق امرأة الغائب عليه المعلوم موضعه ليس بمجرد شهوة الجماع بل حتى تطول غيبته جدا سنة فاكثر على ما لابي الحسن قاله عبد الباقي واما المفقود في الفتن ففيه قولان احدهما انه يحكم له بحكم المقتول فتعتد امرأته ويقسم ماله ثم اختلف هل ذلك من يوم المعركة او بعد التلوم قدر ما ينصرف من هرب او انهزم فيتلوم في البعد سنة وفي القرب اقل واختلف ايضا هل تدخل العدة في التلوم ام لا والقول الثاني انه يضرب له اجل سنة ثم تعتد امرأته ويقسم ماله واما السؤال عمن يرجع اليه في المهمات فالجواب انه يشمل كل من يرجع اليه في الولاية الخاصة والعامة في الامور الدينية والدنيوية كالقضاة فيما يختصون بها وهي النظر في الوصايا والولاء والاحباس المعقبة والترشيد والتسفيه والتحجير والقسم في المواريث والنظر للايتام وامور الغياب وفي الانساب والجراحات والقذفيات فهذه لا ترفع الا الى القضاة والمراد باختصاص القضاة بها انها حين احتيج اليها فانها ترفع الى القضاة وقد علمت فيما تقدم ان جماعة المسلمين ينوبون منابه وكذا الامام فيما يختص به من السياسة العامة من قسمة الغنائم وتفريق اموال بيت المال على المصالح واقامة الحدود وترتيب الجيوش وقتال البغاة وتوزيع الاقطاعات واقطاع المعادن ونحو ذلك فلا يجوز لاحد الاقدام عليه الا باذن الامام فمن يرجع اليه في المهمات ليس له حد في الشرع فيشمل كل من يرجع اليه في الولايات الدينية لان كل مسلم حاكم ووال وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم المقسطون يوم القيمة على منابر من نور عن يمين الرحمن وكلتا يديه يمين وهم الذين يعدلون في انفسهم واهليهم وما ولوا رواه مسلم والنسائي وقال صلى الله عليه وسلم كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالامام راع على الناس ومسئول عنهم والرجل راع في اهل بيته وهو مسئول عنهم والعبد راع في مال سيده ومسئول عنه الا وكلكم راع ومسئول عن رعيته فجعل صلى الله عليه وسلم في هذه الاحاديث الصحيحة كل هؤلاء رعاة وكذلك العالم الحاكم فانه اذا افتى يكون قضى وفصل الحلال والحرام والفرض والندب والصحة والفساد فجميع ذلك امانة تؤدى وحكم يقضى فيرجع الى كل ممن ذكرنا فيما اختص به من المهمات الدينية والدنيوية فاما المفقود يرفع لمن يحسن التفتيش عنه في البلاد التي يظن به الخروج اليها ويكتب في الكتاب اسمه وصفته وحرفته واسم ابيه ويبذل الجهد في التفتيش عنه ومن هنا نقل الشيخ الحاج السيوطي ان المفقود اليوم ينتظر به مدة التعمير لعدم من يبحث عنه الآن وافتى به تلميذه عبد الحميد كما في البدر اه والله اعلم وبالله التوفيق

املاه العبد الفقير الى مولاه سعيد صديق الفلاني

٢٠

الاستفتاء مرة ثالثة

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى - اما بعد فالمسؤل من سادات العلماء المالكية وارباب الفتوى منهم متع الله المسلمين بهم انه قد بقيت فى مسئلة المفقود والمطلق عليه لعدم النفقة سوالات عديدة لابد فى تنقيح هذه المسائل وتفصيل حوادث الفتوى فيهما من جوابها مشرحة - فالمرجو من اولئك الكرام ان يبذلوا الجهد فى تمامها وتفصيلها كما بذلوه اول مرة فى توضيحها وتكميلها على مذهبهم الشريف والاجر عند الله جزيل - وهذه التفصيل لسوالات

(۱) قد تقرر فى عامة كتب المالكية وثبت عندنا من فتاواهم ان من اقسام المفقود الاربعة قسم يختص بحكم التعمير لزوجته وهو مفقود ارض الشرك ودار الحرب ولكن لم يتنقح مراده بعد فهل المراد ان رجلا من سكان دار الاسلام اذا ذهب الى دار الحرب اسيرا او تاجرا ثم فقد هناك ولم يدر احيٌّ هو ام ميت وبقيت زوجته فى دار الاسلام فلها حكم التعمير ام المراد ان سكان دار الحرب اذا فقد منهم رجل وزوجته ايضا فى دار الحرب فعليها التعمير وعلى الاول فلابد من بيان الحكم للصورة الثانية فانها هى حادثة الفتوى وبها تعلق غرض السائل فهل لزوجة المفقود فى هذه الصورة ايضا حكم التعمير

(۲) البلاد التى تسلط عليها الكفار الا ان بعض الشعائر الاسلامية فيها قائمة بعد كبلادنا الهندية اليوم هل هى فى امر المفقود فى حكم دار الحرب ام دار الاسلام

(۳) الغائب المطلق عليه لعدم النفقة اذا جاء بعد تزوجها وبعد دخول الثانى واثبت بالحجة ارسال النفقة ووصولها اليها او اسقاطها عنه - وكذا المنعى لها زوجها اذا جاء بعد دخول الثانى فالحكم عند السادة المالكية انها ترد الى زوجها الاول وان ولدت الاولاد كما صرح به فى شرح الدردير على مختصر الخليل وهو المصرح فى غاية فتاوى المالكية فههنا سوالات عديدة

(الف) الاول انها اذا ردت الى الزوج الاول فهل يجدد له النكاح ام لا

(ب) الثانى انه يجدد لها المهر ام لا

(ج) الثالث هل تجب عليها عدة الزوج الثانى ام لا وعلى الاول فكم عدتها

(د) الرابع هل على الثانى مهرها ام لا

(ه) الخامس ان نسب اولادها بمن يثبت بالاول ام الثانى

(۴) قد تقرر عندهم ان امرأة المفقود والمعسر الغائب والمطلق عليه لعدم النفقة يفيتها دخول الثانى بتقدير الطلاق من حين الشروع فى العدة كما صرح به الدردير وغيرهم فهل الخلوة الصحيحة فيه تقام مقام الدخول ام لا -

(۵) ما المراد فى الرواية التى جعلوا فيها حكم جماعة المسلمين كحكم القاضى من قولكم رحمكم الله تعالى (فان عدم الحاكم حسا او اعتبارا فجماعة المسلمين)

(۶) القضايا التى يراجع فيها الى جماعة المسلمين على مذهب المالكية هل يجب ان تكون

(۲۱)

موافقة لمذهبهم وهل يكون تلفيقا ممنوعًا ان حكمنا بقضاء جماعة المسلمين فى قضية هى مخالفة لمذهب المالكية وهى تحتاج الى القضاء على مذهب الحنفية اجيبوا رحمكم الله اجاب الله دعواتكم

الجواب

من العلامة محمد طيب بن اسحق الانصارى المدنى المدرس بالمسجد النبوى على صاحبها الصلوة والسلام

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين

الحمد لله نحمده ونستهديه ونشكره ونستجديه لا نحصى ثناء عليه وصلى الله على سيد العرب والعجم المخصوص بجوامع الكلم وعلى اله وصحبه ذوى الهمم - اما المسئلة الاولى والثانية[٢٥] فجوابهما والله اعلم ان المرأة المسلمة التى فقدت زوجها فى بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما فى مصر والشام وبقية الامصار تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة وفاة اربعة اشهر وعشرا وزوجها يكون فى عداد القسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه بانه من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثانى وهو المفقود فى ارض الحرب بانه من غاب وانقطع خبره ولم يمكن الكشف عنه لانه فقد فى ارض الحرب فالبلاد المذكورة وان كان حاكمها كافرا لا تكون كارض الحرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين فيها ولانهم وامكان الكشف فاتضح بهذا ان حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير فلا تختص الصورة الثانية المذكورة فى المختصر بالمسلمة الكائنة فى بلاد الاسلام بل تشمل من كانت فى البلاد المستمرة للكفار لان المراد بالشركية البلاد الحربية التى لا يمكن المسلم الوصول اليها ولا تتمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لانها ربما تكون سلمية او ذمية واما القاطنة فى البلاد الشركية الحربية فحكمها هى وزوجها حكم المسبيين فيفديهما الامام من بيت المال ان كان والا فمن ماله بالغا ما بلغ والا فعلى جميع المسلمين - واما المسئلة الثالثة[٢٦] فالحكم عند المالكية كما ذكر انها ترد الى زوجها الاول فاما الغائب المطلق عليه لعدم النفقة فقال عبد الباقى على مختصر خليل والمطلق لعدم النفقة تتزوج ويدخل بها ثم تبين اسقاطها عن المطلق عليه بان اقام بينة انه كان يرسلها اليها وانها وصلتها او انه تركها عندها فلا يفيتها دخول الثانى واما المنعى لها زوجها فقال عبد الباقى ايضا اذا اخبرت من غير عدلين بموته فاعتمدت واعتدت وتزوجت ثم قدم فلا تفوت عليه بدخول الثانى ولو ولدت منه اولادا سواء حكم به الحاكم ام لا على المشهور وترد اليه فى الصورتين من غير تجديد عقد ولا مهر ويجب عليها الاستبراء بثلاث حيض ان كانت ممن يحيض ووضع حمل ان كانت حاملا و ثلاثة اشهر ان كانت صغيرة او ايسة ويجب على الثانى جميع الصداق المسمى ان كان والا فصداق المثل لقول الشيخ خليل وتقرر بوطء وان حرم قال الدردير وتقرر جميع الصداق الشرعى المسمى وصداق المثل فى التفويض بوطء المطيقة من بالغ وان حرم ذلك الوطء ويلحق نسب الاولاد بالثانى وهذا مما لا خلاف فيه فى مذهب المالكية - واما المسئلة الرابعة[٢٧] فقال الدردير رحمه الله تعالى وقدر طلاق من المفقود حين الشروع فى العدة يفيتها عليه تحقق وقوعه بدخول الزوج

الرواية الخامسة والعشرون

(٢٢)

الرواية السادسة والعشرون

الرواية السابعة والعشرون

الثانى عليها حتى لو جاء الاول قبل دخول الثانى كان احق بها وبعد الدخول بانت من الاول وتاخذ منه جميع المهر وان لم يكن قد دخل بها فلم ينصل الا على امرأة المفقود واما المعسر الغائب والمطلق عليه لعدم النفقة فلا يفيتها دخول الثانى ولو ولدت منه اولادا كما تقدم ذكره فى المسئلة الثالثة واذا اختلى بها خلوة اهتداء فقد دخل بها وقال فى حاشية العدوى على مجموع الامير عند قوله وقدر طلاق يتحقق عند دخول الثانى اى خلوته بها وان انكر التلذذ بها لان الخلوة مظنته وقائمة مقامه كما فى التوضيح واما المسئلة الخامسة فالجواب ان المسائل التى تنوب فيها جماعة المسلمين عن القاضى كثيرة ومنها مسئلة المفقود فان امرأته لا بد لها من احد امرين اما ان ترضى المقام مع زوجها المفقود وتريد المفارقة فان ارادتها فلا بد لها من رفع امرها اما الى القاضى او الوالى او والى الماء وان لم يوجدوا فلجماعة المسلمين من صالحى بلدها وجيرانها واما انها تعتد او تتزوج برجل اخر من غير رفع امرها الى القاضى ومن ذكر فلا قائل بحليته وجوازه لما فيه من الفساد واما المسئلة السادسة فجوابها ان القضايا التى يرجع فيها الى جماعة المسلمين يجب ان تكون موافقة لمذهبهم لان التلفيق حرام باتفاق والله سبحانه وتعالى اعلم + امر بكتابته محمد الطيب بن اسحق الانصارى المدنى خادم العلم فى المسجد النبوى

الجواب

من العلامة الصالح التونسى المالكى المدرس بالمسجد الشريف بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٣

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله وعلى اله وصحبه ومن والاه وبعد فقد وردت على اسئلة متفرعة عن مسئلة المفقود وهى هذه

(١) اذا ردت زوجة المفقود ونحوه الى الزوج الاول بعد دخول الثانى فهل يجدد للاول النكاح ام لا

(٢) وهل يجدد لها المهر ام لا

(٣) وهل تجب عليها العدة للزوج الثانى اولا وكم عدتها

(٤) وهل لها المهر على الثانى اولا

(٥) نسب اولادها من الثانى بمن يلحق

(٦) هل الخلوة الصحيحة المعتبر بها العدة ونحوها تقوم مقام الدخول اولا

(٧) القضايا التى يكون المرجع فيها ونظرها الى القاضى فان عدم حسا او اعتبارا فجماعة المسلمين فهل يكون تلفيقا ممنوعا ان كان اصلها على المذهب الحنفى واريد جعل النظر فيها لجماعة المسلمين على المقرر عند المالكية بشرطه المذكور

الجواب

بعون الله على المذهب المالكى حسب المقرر فى كتبهم المتداولة المعمول بها فى الحكم والفتوى فعلى المسئلة الاولى ان رجوع الزوجة لزوجها الاول بعد دخول الثانى لا يحتاج لتجديد النكاح وعلى الثانى انه لا مهر لها من جديد وعلى الثالث وجوب العدة وتسمى استبراء وهو ثلاث حيض

وعلى الرابع بوجوب المهر كاملا لها على الثاني للقاعدة المجمع عليها وهو تكميله بالوطء* وعلى الخامس يلحق نسب اولادها من الثاني به للقاعدة وانه كلما سقط الحد لحق الولد* وعلى السادس بان الخلوة الصحيحة تقوم مقام الدخول في هذا ومثله الا في حل المبتوتة فبثبوت الايلاج* وعلى السابع بان ذلك ليس من التلفيق الممنوع سواء سميناه تقليدا او تلفيقا كما يقتضيه كلام المجموع باول وبباب النكاح عند قوله والمبتوتة حتى يولج بالغ الخ وهو الاولى لسماحة الدين والتوسعة على المسلمين ولبعد الانسان اذا قلد مذهبا من المذاهب يكون مربوطا به في جميع نوازله وكافة حوادثه ومسائله فهو خلاف العقل والنقل ودين الله يسر والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه وسلم۔

كتبه بيده مستجيزا وصالح التونسي المالكي المدرس بالمسجد النبوي يوم الاربعاء الرابع والعشرين من صفر الخير عام واحد وخمسين وثلاثمائة والف هجريه غفر الله له وعفا عنه

الاستفتاء من العلماء المالكية بالمرة الرابعة

السوالات

(۲) السوال الثاني۔ ان جماعة المرفوع اليها اذا كانت حنفي المذهب ورفع اليها امر يوجب التفريق عند الحنفية ولا يوجبه عند المالكية - مثاله تقبيل ابن الزوج اياها او غيره من الافعال التي توجب حرمة المصاهرة عند الاحناف فهل يجوز لهذه الجماعة الاحناف عند المالكية ان يحكموا بالتفريق وهل ينفذ حكمهم ان حكموا بها مع ان هذا الحكم ملفق خارق للاجماع ظاهرا لان الحنفية لم يعتبروا الحكم الجماعة اي لم يعدوه بمنزلة حكم القاضي - والمالكية وان عدوا جماعة المسلمين بمنزلة القاضي ولكن هذا الامر لا يوجب التفريق عندهم فهل يجوز مثل هذا التفريق ام لا بينوه مع نقل العبارة من كتب الفقه جزاكم الله تعالى عنا وعن سائر المسلمين - والذي فهمنا في الجواب عن هذا السوال بناء على القواعد هو ان الفقهاء صرحوا بان قضاء القاضي اذا صادف محلا مجتهدا فيه نفذ وهذا الحكم المسئول عنه مجتهد فيه وهذه الجماعة تنوب مناب القاضي فاذا حكموا بالتفريق فقد تحقق ان القضاء وقع فصلا مجتهدا فيه فينبغي ان ينفذ وكذا يقال في كل امر مجتهد فيه اياما كان اما لزوم محذور التلفيق كما لزم في هذه الصورة حيث ان الحاكم حكم على المذهب المالكي لا الحنفي والحكم حكم على المذهب الحنفي لا المالكي فاعدل الاقاويل فيه ان التلفيق لا يجوز في المسئلة الواحدة ويجوز في مسئلتين او اكثر - وهاهنا كذلك لان كون الجماعة في حكم القاضي مسئلة وحرمة المصاهرة مسئلة اخرى فلا باس بالتلفيق فيه - هذا ما فهمنا فان كان صحيحا فبها ونعمت وان لم يصح فاوضحوا لنا وجه الغلط جزاكم الله تعالى ومتعنا بكم الى ازمنة تتوالى

(۳) السوال الثالث الامر الذي يوجب التفريق بالاتفاق ولكن كانت شرائطه مختلفا فيها مثلا اخذ

حكمه تركنا السوال الاول لعدم الحاجة اليه ۱۲

الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة (marginal text, vertical)

كان الجنون مطبقا فعند المالكية يؤجل صاحبه سنة كما اذا كانت [illegible] من سادتنا الحنفية
يقول محمد ان الجنون اذا كان مطبقا لا يؤجل بل يفرق فى الحال فاجب فهل يجب على جماعة المسلمين
ان يراعوا الشرائط المعتبرة عند المالكية ام يجوز الاكتفاء بالشرائط المرعية عند الحنفية افيضوا علينا متع
الله المقتبسين بطول بقائكم

الفتوى من العلامة محمد بن على البيضاوى المالكى متع الله المقتبسين بعلومهم

(صورة ما كتبه العلامة فى ضمن الجواب عن السؤال الاول)

وقبل ذكر صور الاربع اذكر لكم مقدمة فيها مسائل منها تعريف المفقود وهو الذى انقطع خبره ممكن الكشف عنه
ومنها ان كل من ليس له مال تنفق منه زوجته من اسير او مفقود باقسامه الاربعة الآتية فحكمه حكم المعسر
الغائب الذى لم يترك لزوجته نفقة فتأجل شهرا وتحلف وتطلق نفسها كما فى شرح التحفة للشيخ على بن
عبد السلام التسولى وهذا الشهر الذى تؤجله يكون بعد اتيانها ببينة تشهد لها بان زوجها غاب عنها
قبل البناء او بعده بموضع كذا او لا يعلمون موضعه وانه غاب منذ كذا او لا يعلمونه ترك لها نفقة ولا كسوة
ولا شيئا تقوت به نفسها ولا ما تعدى فيه ولا انه ابعث اليها ولا بعث بشئ وردّ عليها فى علمهم الى حين تاريخه
كما فى التسولى المذكور ثم انها كونها تطلق بعد ثبوت ما ذكر واليمين اذا لم يتطوع قريب او اجنبى بنفقتها
والا فليس لها ان تطلق نفسها على المعتمد لان سبب الفراق وهو عدم النفقة قد زال كما فى التسولى هبهم

المسئلة الثانية اعلم وفقنى الله واياك ان المالكية لا يرون الحكم على الزوجين بالتفريق لان من
خلاف ذلك ولا يأمرون الحنفية بالحكم بالتفريق لان الامر فى ذلك خلاف مذهبهم نعم اذا اراد
جماعة الحنفية الحكم بذلك تقليد للمالكية فى حكم جماعة المسلمين فتكون المسئلة عندهم من باب التلفيق
وهو جائز على الصحيح وينبغى عدم ارتكابه فى الفروج بخلاف تتبع الرخص فلا يجوز كما يأتى ففى الشبرخيتى
انه يمتنع تتبع رخص المذاهب وفسرها بما ينقض به حكم الحاكم من مخالف النص وجلى القياس وزاد فى مراقى
السعودى مخالفة الاجماع وقاعدة الدين ـ ولغيره ان معناه رفع مشقة التكليف باتباع كل سهل
وفيه ايضا منع التلفيق والذى قاله شيخنا الامير عن شيخه العدوى عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه
اى التلفيق وهو فسحة لكن لا ينبغى فعله فى النكاح لانه يحتاط فى الفروج ما لا يحتاط فى غيرها انتهى من
بلغة السالك لاقرب المسالك للشيخ احمد الصاوى مع بعض زيادة وبيان
وما ذكره اعلاه من منع تتبع الرخص وكذا التلفيق نقله الشيخ محمد الامير فى مجموعه ثم تعقبه بقوله وسمعت
من شيخنا عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اى التلفيق وهو فسحة انتهى مع زيادة بيان
قال محشى الشيخ حجازى ينبغى الا فى الفروج للاحتياط فيها كما قاله بعض المحققين انتهى ـ وذكر الشيخ حجازى
ايضا قبل ان منع تتبع الرخص نص عليه القرافى وغيره ثم ذكر مناقشة المواق فى سنن المهتدين فى ذلك
ولكن غير مسلمة وذكر الشيخ ابو العباس سيدى احمد بن عبد الرحمن الشهير بابن حلولو فى الضياء اللامع
فى شرح جمع الجوامع ان الانسان اذا التزم مذهبا معينا ثم اراد الخروج اختلف فيه فالمازرى و
الغزالى على عدم الجواز وصحح الرافعى الجواز والقول الثالث لا يجوز فى بعض المسائل ويجوز فى البعض[1] لبعض الذى م لا يجوز فيه هو الذى عم

[1] تركنا هذا السوال واكثر الجواب لما لم نر اليهما مزيد حاجة ۱۲ منه

واختار عز الدين والقرافي جواز الانتقال وان المذاهب كلها مسالك الى الجنة وذكر القرافي عن الزناتي ان ذلك جائز بثلاثة شروط

الاول ان لا يجمع بينها على وجه يخالف الاجماع كمن تزوج بغير ولى ولا صداق ولا شهود فان هذه الصورة لم يقل بمجموعها احد

الثاني ان يعتقد فيمن يقلده الفضل بأصول اخباره اليه

الثالث ان لا يتتبع رخص المذاهب انتهى - وجوز بعضهم تتبع الرخص للموسوس دون غيره كما في نشر البنود على مراقي السعود وقال وهو قول حسن وامتناع تتبع الرخص شامل للملتزم مذهب معين وغيره انتهى منه

فعلم من هذه النصوص ان تتبع الرخص ممنوع سواء التزم مذهبا معينا ام لا الا في حق الموسوس والتلفيق يجوز على الصحيح غير انه لا ينبغي فعله في النكاح

والمسئلة التي ذكرتم من التلفيق او من تتبع الرخص فتجوز وان كانت هنا في الفروج لانها عزيمة واحتياط واما نقله الشيخ حجازي عن بعض المحققين انه ينبغي الا في الفروج للاحتياط فيها منها لا في الرخصة انتهى والله اعلم

واما المسئلة الثالثة ذكرتم فيها هل يجب على جماعة المسلمين الحنفية ان يراعوا الشرائط المالكية ام يجوز الاكتفاء بالشرائط المرعية عند الحنفية الى آخره -

اعلم وفقنى الله واياكم انه يجب على جماعة المسلمين ان يراعوا شروط المالكية ليخرجوا من تتبع الرخص الممنوع لانهم اذا لم يراعوا شروط المالكية فيكونوا الا ارتكبوا رخصة حكم جماعة المسلمين كما تقول المالكية والحال انهم ليسوا المالكية ثم ارتكبوا رخصة شروط الحنفية والحال انهم حكموا بمذهب المالكية - والله سبحانه وتعالى اعلم

قاله واذن بكتبه عبيد ربه محمد بن على البيضاوى عفر الله له

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی۔ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امّا بعد زمانۂ موجودہ میں عورتوں کی مشکلات اور سوالات کی کثرت پر نظر کر کے تین رسالے تیار کئے گئے ہیں۔ ایک الحیلۃ الناجزۃ جس میں ایسے مسائل متعلقہ ازدواج کو نہایت مکمل اور مفصل طریقہ پر یکجا جمع کر دیا گیا ہے جنمیں عورتوں کا ابتلائے عام ہے۔ اس رسالہ میں اس شبہ کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ اسلام نے مظلوم عورتوں کی رہائی کے لئے کوئی صورت تجویز نہیں کی۔ اور ایسی مظلوم عورتوں کے لئے رہائی کی تدبیر بھی بتلائی گئی ہے۔ اور اس رسالہ کے دو جزو ہیں جزو اوّل اون عورتوں کے لئے جنکا ابھی نکاح نہیں ہوا۔ جزو دوم اون کے لئے جنکا نکاح ہو چکا ہے۔

(۱)

دوسرا رسالہ جو تتمہ ہے اصل رسالہ کے جزو دوم کا مسمّی بہ المختارات۔ اوس میں حرمت مصاہرت اور خیار بلوغ اور خیار کفارت کے احکام مفصل درج ہیں۔

تیسرا رسالہ جو ضمیمہ ہے اصل رسالہ کا حکم الازدواج اوس میں زوجین کے اختلاف مذہب کی سب صورتوں کے مفصل اور مدلل احکام بیان کئے گئے ہیں لیکن یہ رسالے عام فہم نہ تھے اسلئے ان کے مسائل کا خلاصہ جدا جدا بالترتیب لکھا جاتا ہے اس خلاصہ میں مختصر طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ نکاح سے قبل کیا صورت اختیار کرنا مناسب ہے اور نکاح ہو چکا ہو تو کس کس موقع پر نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ طالب تفصیل کے لئے اگر وہ عالم ہے تو خود اور اگر عالم نہیں تو کسی عالم کی امداد سے اصل رسائل دیکھنا ضروری ہے جن میں ہر مسئلہ کی دلیل بھی موجود ہے۔ امید کہ اس رسالہ سے مظلوم عورتوں کو بہت مدد ملیگی۔

تنبیہ | لیکن ان مسائل پر عمل کرنے کے وقت دو باتیں عمل کرنے والوں کے ذمہ ہیں۔

ایکؔ یہ کہ محض اس رسالہ کو دیکھکر اپنی قوت مطالعہ کے بھروسہ کوئی کارروائی نہ کریں بلکہ کسی محقق عالم کے سامنے صورت واقعہ مع اس رسالہ کے پیش کرکے اوس کی تجویز کے موافق اس طرح عمل کریں کہ ہر ہر جزئی میں اوس کی رائے معلوم کرکے اوس کا اتباع کیا جائے۔

دوسرےؔ یہ کہ ہمیں حکومت موجودہ کے قانون سے واقفیت نہیں، اس لئے کارروائی کو موافق قانون یا مخالف قانون ہونے کو قانون داں وکلاء سے دریافت کرکے اپنی واقفیت اور ہمت کے بھروسہ عمل کریں ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

خلاصہ

الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

(جسکے دو جزو ہیں)

جزو اوّل

(۲)

بابت

تفویض طلاق بوقت نکاح

(از فقہاء حنفی)

سوال آجکل ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونیکی وجہ سے جو مشکلات عورتوں کو پیش آرہی ہیں محتاج بیان نہیں۔ کبھی مرد ظلم کرتا ہے اور بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق۔ کبھی بیوی بچّوں کو چھوڑ کر لاپتہ ہو جاتا ہے۔ کہیں مرد عورت کے قابل نہیں ہوتا۔ کہیں مجنون ہو جاتا ہے۔ اگر شرعی قاضی موجود ہوتے تو ان مشکلات کا حل سہل تھا۔ لیکن اب جو دشواریاں ہیں کسی سے مخفی نہیں لہذا دریافت طلب یہ ہے۔

(۱) کہ بعض جگہ ان مشکلات کا جو یہ علاج تجویز کیا گیا ہے کہ بوقت نکاح کابین نامہ میں مرد سے کچھ شرطیں ایسی لکھوالی جائیں جنکی وجہ سے عورتوں کو بوقت ضرورت اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا خود اختیار حاصل ہو جائے۔ یہ شرعاً صحیح و معتبر ہے یا نہیں۔

(۲) اور کیا اس کابین نامہ کے قبل از نکاح اور بعد از نکاح لکھوانے یا عین عقدِ نکاح کے وقت شرطوں کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے۔

الجواب

(۱) اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا جسمیں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہو اور بوقت ضرورت اوس سے کام لینا جائز ہے۔ اور اصطلاح فقہ میں اس اختیار دیدینے کو تفویض طلاق کہتے ہیں۔

(۲) اس تفویض طلاق کی کئی صورتیں جائز ہیں جنکی تفصیل مع شرائط کے اصل رسالہ الحیلۃ الناجزۃ میں مذکور ہے۔ اس جگہ صرف وہ صورت ذکر کی جاتی ہے جو عوام کے لئے سب سے زیادہ آسان اور عورتوں کے لئے زیادہ مفید اور طرفین کے سب مصالح کی جامع ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مرد سے لکھوالیا جائے۔ یہ یاد رہے کہ اس اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور کر کے شرعی قواعد کے موافق طرفین کے مصالح کی پوری رعایت رکھکر لکھا گیا ہے اسمیں سے کوئی لفظ بدلا نہ جائے۔ ورنہ بعض صورتوں میں یہ اقرار نامہ بالکل بیکار و بے فائدہ ہو جائیگا۔

اور وہ اقرار نامہ بشکل کابین نامہ یہ ہے۔

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد میں کہ پسر قوم ساکن ضلع کا ہوں میرا نکاح مسماۃ دختر قوم ساکن ضلع کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر روپیہ سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے۔ لہذا میں بدرستی ہوش و حواس بلا کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اسکا پابند رہوں اور درصورت عدم پابندی مسماۃ مذکورہ کے لئے رہائی کی صورت ہو سکے۔

پس میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط ذیل کا پابند ہونگا اور بغرض اطمینان مسماۃ لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو نکاح کرنے کے بعد جب

ف چونکہ طلاق میں جلدی کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے اسلئے عورت کو لازم ہے کہ اختیار ملجانے کے بعد بھی طلاق واقع کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ سوچ سمجھکر غصہ فرو ہونیکو بعد اپنے خیر خواہوں سے مشورہ اور سنت کیموافق استخارہ کرکے رائے قائم کرے ۱۲ منہ

تفویض طلاق کا حکم

تفویض طلاق کی آسان صورت

(۳)

تفویض کے بعد عورت کو طلاق دینے میں جلدی نہ چاہیئے

کبھی اوسکو اس نکاح میں رکھتے ہوئے شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں اور اس خلاف شرط ہونے کو مندرجہ ذیل اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم کرلیں تو اسکے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اوسیوقت یا خلاف شرط تسلیم ہونے سے ایک ماہ تک کسی وقت اگر چاہے اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرکے اس نکاح سے الگ ہوجاوے اور جب کبھی کسی شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو ہر بار ایک ایک ماہ کے لئے اختیار حاصل ہوتا رہیگا مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے اگر کسی طرح فرقت و علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اوس کے بعد یہ اختیار اور شرائط نہیں بلکہ اوسوقت جو کچھ دوبارہ طے ہوجاوے اوس کے موافق عمل درآمد ہوگا۔

وہ اشخاص یہ ہیں

شرائط یہ ہیں

(۴)

لے زیادہ احتیاط درکار ہو تو "تسلیم کرلیں" کے بعد یہ جملہ بھی لکھدیا جاوے "اور وہ دونوں صاحب عورت کے لیے علیحدگی کو مناسب بھی قرار دیدیں" ۱۲ منہ

ع مناسب ہے کہ اس جگہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کرکے لکھدیئے جائیں ۱۲ منہ

سے جو شرائط طے ہوں اون میں اہل فہم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا مناسب ہے۔ نیز وکلاء سے بھی کہ یہ شرائط قانون میں معتبر ہیں یا نہیں اور کابین نامہ کی رجسٹری ہوجاوے تو بہتر ہے اور مرد کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ مہر معاف کرنیکی شرط لگالے اور کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے "اپنے اوپر ایک طلاق واقع کرے" اس سے پیشتر یہ لفظ لکھدیئے

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر لکھنے / سینے کے بعد آج بتاریخ ماہ
سنہ میں دستخط / نشان انگشت کرتا ہوں ۔
العبد گواہ شد گواہ شد

اس کابین نامہ کا اثر

یہ کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ خلاف شرط کرنے سے عورت کو صرف ایک ماہ کے لئے اختیار ملیگا اور مہینے کے ختم پر اختیار ساقط ہوجائیگا۔ لیکن اوسکے بعد اگر پھر کبھی کسی شرط کی خلاف ورزی کرئی تو پھر مکرر اختیار ایک ماہ کے لئے ملجائیگا اور ہر مرتبہ خلاف کرنے سے اسی طرح اختیار ملتا رہیگا مگر ایک مرتبہ عورت طلاق واقع کرے یا اور کسی طرح علیحدگی ہوجاوے تو اوس کے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلاف شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

(۵)

مقدمہ

نکاح ہوجانے کے بعد جو مشکلات عورتوں کو شوہر کی طرف سے پیش آتی ہیں اور جنمیں ابتلاء عام اور ضرر شدید ہے وہ چند ہیں۔

ایک[۱] یہ کہ خاوند نامردی وغیرہ کی وجہ سے عورت کے قابل نہو جسکو اصطلاح فقہ میں عنین کہتے ہیں
دوسرے[۲] یہ کہ مرد مجنون ہو۔ تیسرے[۳] یہ کہ مفقود ولاپتہ ہوجائے
چوتھے[۴] یہ کہ موجود ہے اور نان نفقہ دینے پر قدرت بھی ہے مگر ظلم کرتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق

؎۵ اس جگہ اصطلاحی فسخ مراد نہیں بلکہ تفریق بین الزوجین مراد ہے خواہ فسخ اصطلاحی ہو خواہ طلاق خواہ حکم بالموت بغرض تفہیم عوام یہ عنوان اختیار کیا گیا ۱۲ منہ

پانچویں یہ کہ لاپتہ تو نہیں مگر بیوی بچوں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا گیا نہ نان نفقہ وغیرہ کا کچھ انتظام کرتا ہے نہ خود آتا ہے نہ اون کو اپنے پاس بلاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔

ف۱ ان سب صورتوں میں عورت کی رہائی کے لئے شرعی صورتیں جدا جدا ہیں جنکو بالتفصیل لکھا جائیگا لیکن ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس رہائی میں عورت یا اوس کے اولیاء خود مختار نہیں بلکہ قضائے قاضی شرط ہے یعنی ضروری ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں دائر کرے اور قاضی باقاعدہ شرعی تحقیق کے بعد تفریق وغیرہ کا حکم کرے مگر ہندوستان میں بحالت موجودہ چونکہ عموماً قاضی شرعی کا وجود نہیں اسلئے اوسکی شرعی تدبیر بتلانا سب سے مقدم ہے۔

صورت قضائے قاضی در ہندوستان

ہندوستان کی جن ریاستوں میں ف۲ قاضی شرعی موجود ہیں وہاں تو معاملہ سہل ہے لیکن گورنمنٹی علاقوں میں جہاں یہ صورت نہیں اونمیں وہ حکام جج وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو اونکا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اور اگر مسلمان نہوں تو اونکا فیصلہ کالعدم ہے حتی کہ اگر کئی ججوں یا ممبروں وغیرہ کی کمیٹی فیصلہ کرے تو اون سب کا مسلمان ہونا شرط ہے اگر ایک جج یا ممبر وغیرہ بھی غیر مسلم ہو تو شرعاً فیصلہ معتبر نہیں۔

اور اگر کسی جگہ حاکم مسلمان موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لیجانے کا قانوناً اختیار نہ ہو۔ یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں مذہب حنفی کے مطابق عورت کی علیحدگی کے لئے بجز خاوند کی طلاق یا خلع کے کوئی صورت نہیں۔ لیکن اگر خاوند طلاق اور خلع پر بھی کسی طرح راضی نہ ہو یا مفقود یا مجنون یا نابالغ ہونے کی وجہ سے اوس سے طلاق و خلع نہ ہو سکے تو اوسوقت مذہب امام مالک کے موافق جس کا اختیار کرنا بضرورت شدیدہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے مسلمانوں کی جماعت کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جائیگا اور اوسکی صورت یہ ہے کہ محلہ یا بستی کے دیندار (اور باا‌ثر) مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے جنکا عدد کم از کم تین ہو اپنا معاملہ پیش کیا جائے اور وہ جماعت واقعہ کی تحقیق کرکے شریعت کے موافق حکم کردے۔

جماعت مسلمین کی شرائط

ف۳ اس جماعت کو قاضی کے قائم مقام کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جس جماعت میں یہ شرطیں موجود

ف۱ قضائے قاضی کی ضرورت اور ہندوستان میں اوسکی صورت

ف۲ موجودہ حکام جج وغیرہ کا فیصلہ کن شرائط کے ساتھ معتبر ہو سکتا ہے

ف۳ جماعت مسلمین کا حکم اور اوسکی شرائط

نہ ہوں وہ شرعاً معتبر نہ ہوگی۔
(۱) کم از کم تین آدمیوں کی جماعت ہو ایک یا دو آدمی فیصلہ کریں تو وہ معتبر نہیں۔
(۲) اس جماعت کے سب ارکان کا عادل ہونا شرط ہے۔ اور عادل وہ شخص ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو۔ لہذا سود خوار اور رشوت لینے والا۔ ڈاڑھی منڈانے والا۔ جھوٹ بولنے والا۔ اور بے نماز اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔ (اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے با اثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کر لیجائے کہ وہ با اثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دیدیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور اون با اثر اشخاص کو کوشش کا ثواب حاصل ہو جائے)۔
(۳) فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم اور شرط ہے صرف عوام کی جماعت کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے اولاً تو یہ چاہئے کہ جماعت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک معاملہ فہم عالم کو ضرور جماعت کا رکن بنائیں اور دوسرے ارکان معاملہ کے تمام پہلوؤں کو اون عالم صاحب سے خوب سمجھکر رائے قائم کریں۔ اور اگر کسی جگہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر یہ لازم ہے کہ جماعت کے ارکان معاملہ کی روداد مکمل کر کے علمائے محققین سے ہر ہر جزئی کا حکم دریافت کریں۔ اور جو اونکا فتوی ہو اوس کے موافق فیصلہ کیا جاوے۔ اگر ایسا نہ کیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اور فیصلہ بالکل بیکار و غیر معتبر رہیگا اگرچہ وہ فیصلہ شریعت کے موافق بھی ہو۔
(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ جماعت مسلمین کے سب ارکان متفقہ فیصلہ دیں اگر رائے مختلف رہے اور کثرت رائے کی بنا پر فیصلہ کرنا چاہیں تو وہ فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔ پس اگر ارکان میں اختلاف رہے تو مقدمہ خارج کر دیا جاوے۔

فائدہ اگر اختلاف رائے کی وجہ سے کسی درخواست پر تفریق کا حکم نہ ہو سکا تھا تو وہ درخواست ہمیشہ کے لئے مسترد نہ ہو جائیگی بلکہ مستغیثہ کو اختیار ہوگا کہ معاملہ کی حالت بدل جاوے یا ضرورت کی شدت بڑھ جائے تو دوبارہ درخواست پیش کرے۔ اور دوبارہ درخواست دینے پر اگر ارکان کی رائے متفق ہو جائے تو تفریق کر دیجاوے۔

اب اون اسباب کو بیان کیا جاتا ہے جنکی وجہ سے عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور اختیار ہونے کی جو شرطیں ہیں وہ سب لکھی جاتی ہیں آجکل اکثر لوگ فسخ نکاح کا اختیار

ہونے میں شرطوں کی خبر نہیں رکھتے اور بلا وجود شرائط نکاح فسخ کرا لیتے ہیں مگر ایسے فسخ کا شرعاً بالکل اعتبار نہیں اور دوسری جگہ جو نکاح کیا جاویگا وہ سراسر باطل ہوگا۔ اسواسطے ان کا خاص طور پر دھیان رکھنا لازم ہے۔

زوجہ عنین کا حکم

سوالات

(۱) عنین اصطلاح فقہ میں کسکو کہتے ہیں۔
(۲) زوجہ عنین کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائیگا یا نہیں۔
(۳) اگر اختیار دیا جائے تو اوس کی کیا صورت ہوگی اور اوس کے لئے کیا شرائط ہیں۔
(۴) تفریق کے بعد عنین پر پورا مہر واجب ہوگا یا نصف و نیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں۔

الجواب

(۱) فقہاء کی اصطلاح میں عنین اوس کو کہتے ہیں جو باوجود عضو مخصوص ہونے کے عورت سے جماع کرنے پر قادر نہو۔ خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اسوجہ سے کہ اوسپر کسی نے جادو کر دیا۔ اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ بعض عورتوں سے جماع کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جس سے ہمبستری پر قدرت نہو اوس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائیگا۔

(۸) عنین کس کو کہتے ہیں۔

(۲) زوجہ عنین کو اپنے خاوند سے تفریق یعنی علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے اور اوسکو وہ شرائط ہیں جو جواب نمبر (۳) مندرجہ ذیل میں ابھی آتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرماویں۔

(۳) زوجہ عنین کے لئے تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے قاضی واقعہ کی تحقیق کرے یعنی اوّل خاوند سے دریافت کرے اگر وہ خود اقرار کرے کہ بیشک میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اوسکو ایک سال کی مہلت علاج کرنے کے لئے دیدے اور اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ جماع کا دعوے کرے تو اوسوقت یہ تفصیل ہے کہ اگر عورت باکرہ ہونیکا دعوی نہ کرتی ہو تب تو مرد سے حلف لیا جاویگا اگر اوس نے حلف کر لیا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہوسکیگا اور اگر شوہر نے حلف سے انکار کر دیا تو اوس کو ایک سال کی مہلت بغرض علاج دیدی جاویگی

زوجہ عنین کے متعلق دعوی اور فیصلہ کا طریقہ۔

۵ اور جس شخص کا عضو مخصوص قطع ہوگیا یا اصل سے ہی بالکل موجود نہ تھا اوسکا حکم آگے آتا ہے ۱۲ منہ ۞

اور اگر عورت باکرہ ہونیکی مدعی ہو تو قاضی عورتوں سے اس کی بیوی کا معائنہ کرائے ایک عادل تجربہ کار
عورت کا معائنہ بھی کافی ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ دو عادل عورتیں[۵] معائنہ کریں آگے بعد معائنہ
کے دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ یہ عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں رہی تب تو
خاوند سے اسبات پر حلف لیا جائے کہ اوس نے جماع کیا ہے اگر وہ حلف کرلے تو اوسکا قول معتبر
ہو جائیگا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہیگا اور اگر شوہر حلف سے انکار کرے تو تاجیل یعنی ایک
سال کی مہلت کا حکم کردیا جائیگا۔ اور دوسری صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ ابھی تک یہ
لڑکی باکرہ (کنواری) ہے تو پھر (یعنی بدون کسی سے حلف لیئے ہوئے شوہر عنین کو ایک سال کی
مہلت علاج کے لیئے دیدے خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے متحقق ہو جاوے کہ عورت باکرہ نہیں بلکہ
ثیبہ ہے خواہ ثیبہ ہونا اس طرح معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر اوّل سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے
اقرار سے یا عورتوں کے معائنہ سے ان تینوں حالتوں میں مرد کا قول حلف کیساتھ قبول کرلیا جاویگا
کہ وہ ہمبستری کرچکا اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائیگا۔ اور اگر ان تینوں حالتوں میں مرد حلف سے
انکار کردے تو عورت کا دعوے درست مان کر مرد کو ایک سال کی مہلت دیدیں۔ اور اگر عورتوں کے
معائنہ سے زوجہ کا باکرہ ہونا ثابت ہو تو بدون حلف ہی ایک سال کی مہلت دیدی جاوے۔ اور اس
مہلت کے لیئے ظاہر الروایۃ میں تو قمری سال کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن روایت حسن میں شمسی سال کو
لیا ہے اور بعض اصحاب ترجیح نے احتیاطاً اوسی کو اختیار کیا ہے اور عموماً متاخرین نے اوسی پر فتوے
دیا ہے اور اب بھی عام اہل فتوی کا یہی معمول ہے اور یہ سال حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع
سمجھا جائیگا اس سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گذر گئی ہو معتبر نہ ہوگی۔ پھر اس سال بھر کے عرصہ میں
اگر شوہر کسی طرح علاج کرکے تندرست اور جماع پر قادر ہوگیا اور ایک مرتبہ بھی ہمبستری کرلی تو عورت
کو فسخ نکاح کا حق نہ رہا بلکہ ہمیشہ کے لیئے حق باطل ہو چکا اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور اگر
اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کرسکا تو عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے
اگر خود شوہر نے اقرار کرلیا کہ بیشک میں قادر نہیں ہوا تب تو عورت کا دعوی بلاغبار صحیح ہوگیا اس
صورت میں قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اگر علیحدگی درکار ہے تو طلب کرو ورنہ اپنے خاوند کی ساتھ
رہنے کو گوارا کرو اسپر اگر وہ اوسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو خاوند سے طلاق دلوا دیجائے۔ اگر وہ انکار

---

[۵] اس کو احتیاط کہنا اوسوقت ہے جبکہ قاضی فیصلہ کرنیوالا ہو۔ اور اگر پنچایت فیصلہ کرے تو مالکیہ کا مذہب
لینا لازم ہے اور اونکا مذہب یہ ہے کہ دو عورتوں کا معائنہ ضروری ہے ایک عورت کافی نہیں ہے ۱۲ منہ

کرے تو خود قاضی تفریق کردے جیسا کہ آیندہ عنقریب آویگا۔ اور اگر خاوند اقرار نہ کرے بلکہ جماع ہوچکنے کا دعوے کرے تو اوسوقت یہ تفصیل ہے کہ مہلت دینے کے وقت اگر عورت کا ثیبہ ہونا ثابت ہوچکا تھا یا اب عورت اقرار کرے کہ کسی طرح بکارت زائل ہوچکی ہے مگر ہمبستری نہیں ہوئی تب تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ قسمیہ کہدے کہ میں نے اس عورت سے جماع کیا ہے۔ تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہ ہوسکے گی اور اگر شوہر نے اوسوقت بھی حلف سے انکار کردیا تو عورت کو طلب فرقت کا اختیار دیدیا جاویگا اور اگر مہلت دینے کیوقت معائنہ سے باکرہ ہونا ثابت ہوا تھا اور اب دوبارہ معائنہ میں بھی باکرہ ہونیکی تصدیق ہو تب بھی بدون عورت سی حلف لئے ہوئے قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہے یا تفریق کا مطالبہ کرے۔ اور جن صورتوں میں قاضی عورت کو اختیار دے چکا اون میں حکم یہ ہے کہ اگر عورت اوسی مجلس میں تفریق چاہے تب تو تفریق ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ پس اگر عورت نے اوسی مجلس تخییر میں یہ کہدیا کہ میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہوں تو قاضی اوسکے شوہر سے کہے کہ اس عورت کو طلاق دیدو اسپر اگر خاوند نے طلاق دیدیا تو طلاق بائنہ واقع ہوجائیگی اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کردے تو قاضی خود تفریق کردے یعنی مثلاً یہ کہدے کہ میں نے تجھکو اس کے نکاح سے الگ کردیا یہ تفریق بھی شرعاً قائم مقام طلاق بائنہ کے ہوجاوے گی۔

(۱۰) زوجۂ عنین کے لئے تفریق کے شرائط

شرائط تفریق

زوجۂ عنین کو اپنے شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کی ساتھ حاصل ہوسکتا ہے وہ شرائط یہ ہیں۔

اوّل یہ کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اوس شخص کے عنین ہونیکا علم نہ ہو پس اگر اوسوقت علم تھا اور باوجود معلوم ہونے کے نکاح کیا ہے تو اب اوسکو تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو اور اگر ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع کرچکا ہے اور پھر عنین ہوگیا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہوگا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اوسوقت سے عورت نے اوس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح[عہ] نہ کی ہو۔ مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کی ساتھ بسر کرونگی کیونکہ اگر وہ اپنی رضا کی تصریح کرچکی ہو تو پھر اوسکو مطالبۂ تفریق کا حق نہیں رہتا۔ ہاں محض سکوت[عہ] سے اس جگہ رضا نہ سمجھی جائیگی۔

عہ یعنی زبان سے کہدیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے تاجیل سے پیشتر یا بعد از تاجیل ۱۲ منہ

عہ بلکہ تقبیل و مضاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں ۱۲ منہ

چوتھی شرط یہ ہے کہ جسوقت سال بھر کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اوسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے پس اگر اسی مجلس میں اوس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرلیا یا اسقدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہوگئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے کھڑی ہوگئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے اُٹھ گیا تو اوس کا اختیار باطل ہوگیا اب کسی طرح تفریق نہیں ہوسکتی ونیز مجلس برخاست ہونے اور عورت کے اوٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جس سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہوجاتا ہے۔ مثلاً کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی وغیر ذلك ؛

پانچویں شرط عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گذرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کردینا وغیرہ یہ سب امور جنکا اوپر مفصل ذکر ہوچکا حکم قاضی کے محتاج ہیں بدون حکم قاضی کے ازخود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں۔ اور جس جگہ قاضی نہ ہو اوس کا مفصل حکم اس جزدوم کے مقدمہ میں مفصل گذرچکا وہاں دیکھ لیا جاوے۔

جواب سوال (نمبر) بوجہ خلوت صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہوچکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔

فائدہ عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر بیان کیا گیا صرف اوس شخص کے لئے ہے جس کو عرفاً عنین کہتے ہیں لیکن وہ شخص کہ جس کا عضو تناسل قطع ہوگیا ہو جسکو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو تناسل خلقۃً بہت کم مثل نہ ہونے کے ہو اوسکو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پہلے ہی درخواست پر مجبوب وغیرہ ہونے کی تحقیق کرکے عورت کو اختیار دیدیا جائیگا۔

تتمۃ الفائدۃ اگر عورت دعوی کرے کہ میرا شوہر مجبوب وغیرہ ہے اور مرد اسکا انکار کرے اور بدون معائنہ کے اسکا فیصلہ نہ ہوسکے تو معائنہ بھی جائز ہے پس قاضی کسی معتبر شخص کو کہدے کہ معائنہ کرکے بتلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے ؛

ھدایت یہ مختصر بیان بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اس کے سوا اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ بوقت ضرورت علمائے اہل فتوے سے دریافت کرلیا جاوے ؛

(۱۱)

زوجۂ مجنون کا حکم

سوال

(۱) کیا زوجۂ مجنون کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنون کی زوجیت سے نکل جائے۔

(۲) اگر ہے تو اوس کی کیا صورت ہے اور کیا شرائط ہیں۔

(۳) اور تفریق کے بعد مہر اور عدت کا کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) جنون کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عقد نکاح کے وقت جنون موجود ہو اور بے خبری میں نکاح ہو جائے۔ دوسری یہ کہ عقد کے وقت جنون نہ تھا مگر نکاح کے بعد لاحق ہو گیا۔ خواہ ہمبستری سے پہلے ہو گیا ہو یا بعد میں۔

ان دونوں صورتوں میں تفریق کا اختیار عورت کو اون شرائط کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے جو جواب نمبر ۲ میں ابھی آتی ہیں۔ مگر پہلی صورت یعنی موجود وقت العقد میں امام محمدؒ کے نزدیک بھی اختیار ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی اور دوسری صورت یعنی حادث بعد العقد میں صرف مالکیہ کے نزدیک اختیار ہوگا۔ اس لئے دوسری صورت میں بغیر ضرورت شدیدہ کے نکاح فسخ نہ کیا جائے۔ عہ

(۲) تفریق کی صورت یہ ہے کہ مجنون کی عورت قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک جنون ثابت کرے۔ قاضی واقعہ کی تحقیق کرے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنون عہ کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دیدے اور بعد اختتام سال اگر زوجہ پھر درخواست کرے اور شوہر کا جنون اب تک موجود ہو تو عورت کو اختیار دیدیا جائے۔ اسپر اگر عورت اوسی مجلس میں فرقت طلب کرے جس میں اوسکو اختیار دیا گیا ہے تو قاضی تفریق کردے۔ اور یہ تفریق اگر اوس جنون کیوجہ سے

عہ کیونکہ معمولی جنون میں خیار فسخ نہیں ہے بلکہ ایسا جنون شرط ہے جس کی وجہ سے اندیشہ ہو اور ناقابل برداشت ایذاء پہونچتی ہو ۱۲ منہ

عہ مگر خود مجنون کو حکم سنانا کافی نہیں بلکہ اگر اوسکا ولی ہو تو ولی جوابدہی کریگا اور ولی ہی کو حکم مہلت کا اور انقضائے مدت کے بعد تفریق کا سنایا جائیگا۔ اور اگر ولی نہ ہو تو قاضی کسی شخص کو مجنون کیطرف سے جوابدہی کیلئے

زوجۂ مجنون کیلئے خیار فسخ کا بیان

دعوی اور تفریق کی صورت

(۱۲)

کی گئی ہے جو عقد نکاح کے وقت موجود تھا تب تو طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے اور اگر حادث بعد العقد کیوجہ سے کیگئی ہے تو اوس میں طلاق ہونے کا احتمال ہے علمائے مالکیہ سے تحقیق کیجاوے اور جب تک تحقیق نہ ہو اوسوقت تک طلاق قرار دینا چاہئے کہ اس میں احتیاط ہے۔

اور زوجۂ مجنون کو خیار فسخ حاصل ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں اگر یہ شرطیں نہ پائی جاویں تو تفریق کا حق نہیں اس لئے ان کو غور سے سمجھ لینا لازم ہے۔

(الف) ایک شرط یہ ہے کہ عورت کی طرف سے رضامندی نہ پائی جاوے۔ پس اگر نکاح سے پہلے جنون کا پتہ تھا اور اس کے باوجود نکاح کیا گیا تو خیار فسخ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اگر نکاح کے بعد جنون ہوا ہو تو یہ شرط ہے کہ جنون کی خبر ہونے کے بعد اوس کے نکاح میں رہنے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو اگر ایک مرتبہ بھی رضامندی ظاہر کر چکی تو خیار فسخ باطل ہوگیا۔

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ جنون کا پتہ لگنے کے بعد اپنے اختیار سے عورت نے جماع یا دواعی جماع کا موقع نہ دیا ہو البتہ اگر مجنون نے بجبر و اکراہ ہمبستری وغیرہ کر لی تو اس سے خیار ساقط نہیں ہوتا

فائدہ متعلقہ ہر دو شرط اگر رضامندی کا اظہار یا جماع وغیرہ کا موقع دینا ایسے جنون کے بعد پایا جاوے جو موجب خیار ہے تب تو خیار نہ رہیگا لیکن اگر معمولی جنون کی حالت میں نکاح کر لیا یا معمولی جنون پر نکاح میں رہنے کو منظور کر لیا تھا۔ یا ہمبستری وغیرہ کا موقع دیا تھا اور بعد میں جنون بڑھ گیا تو اوس رضا و تمکین سے خیار فسخ ساقط نہ ہوگا مگر اس گنجائش سے نفع حاصل کرنے میں کامل دیانت اور سخت احتیاط سے کام لینا لازم ہے

(ج) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضائے قاضی شرط ہے اور جس علاقہ میں قاضی موجود نہ ہو وہاں مسلمان حاکم سے استغاثہ کیا جاوے بشرطیکہ اوسکو حکومت کی طرف سے ایسے معاملات کے تصفیہ کا حق دیا گیا ہو اور شرعی طریق پر فیصلہ کرتا ہو ورنہ جماعت مسلمین سے درخواست کی جاوے جسکی شرطیں مقدمہ میں گذر چکی ہیں اونکو ضرور دیکھ لیں۔

(د) جب مہلت کا سال گذر جانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت کو فرقت کا اختیار اوسی مجلس تک رہتا ہے۔ اگر مجلس برخاست ہوگئی یا عورت از خود یا کسی کے اوٹھانے سے اوٹھ گئی یا اور کسی طرح مجلس بدل گئی تو خیار فسخ باطل ہوگیا۔

حاشیہ: تبدل مجلس کا بیان عنین کے بیان میں گذر چکا ہے اوسکو دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

فائدہ متعلقہ ہر دو شرط

(۱۴)

(۱۳) مہراور عدت کا یہ حکم ہے کہ اگر خلوت صحیحہ سے قبل نکاح فسخ ہوگیا ہے تب تو مہر بالکل ساقط ہوجاویگا اور عدت کی بھی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے قبل خلوت صحیحہ ہو چکی تھی بعدازاں جنون کا پتہ لگنے پر فسخ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم رہیگا اور عدت بھی واجب ہوگی ۔

فائدہ زوجۂ مجنون کا نکاح فسخ ہونے کے لئے جو شرائط اوپر مذکور ہوئے ہیں اگر کسی جگہ وہ شرائط موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے تفریق نہیں ہوسکتی۔ لیکن اگر یہ مجنون آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا ہو اور نہ اوسکو کسب معاش پر قدرت ہو اور زوجہ کے لئے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل بھی نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کے لئے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہوجانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتوی کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی بناپر عدم نفقہ کی وجہ سے قاضی یا اوسکا قائم مقام ان دونوں میں تفریق کردے۔ اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہوگی ۔

لیکن اس میں کامل تدبر سے کام لیکر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عدم نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح اوسوقت ہوسکتا ہے جبکہ عقد نکاح سے پہلے اوسکو خاوند کے فقیر ونادار ہونے کا علم نہ ہو۔ ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے عقد نکاح کیا گیا ہے تو اب بوجہ عدم نفقہ کے بھی اوس کو مطالبۂ تفریق کا حق نہ ہوگا۔ اور باقی شرائط اس مسئلہ کی بوقت ضرورت کتب مالکیہ کی مراجعت سے معلوم ہوسکتی ہیں۔ جن کے نام اصل رسالہ کے دیباچہ میں مذکور ہیں۔

زوجۂ مفقود کا حکم

عوام بلکہ بعض خواص بھی یہ سنکر یا دیکھکر کہ مفقود کی بیوی کو امام مالک رح چار سال کے بعد دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیتے ہیں۔ زوجۂ مفقود کے معاملہ کو بہت ہی سہل سمجھ بیٹھے ہیں۔ مگر دراصل امام مالک رح کے مذہب میں اس کے لئے چند شروط وقیود ہیں جنکا لحاظ ضروری ہے۔ بدون ان شرطوں کی رعایت کے کسی کے نزدیک بھی دوسری جگہ اوس کا نکاح حلال نہیں ہوسکتا۔

لیکن اوّل تو یہاں فقہ مالکی کی کتابیں کم ہیں دوسرے مالکی مذہب کے علماء نہیں۔

مہر اور عدت کا حکم

شرائط مذکورہ نہ ہونے پر زوجۂ مجنون کے لئے ایک گنجائش

(۱۴)

حکم زوجۂ مفقود میں ایک مغالطہ کا ازالہ

عند المالکیہ ...

اسواسطے اس کی ضرورت ہوئی کہ علماء مالکیہ سے اس مسئلہ کو مفصل تحقیق کرکے شائع کیا جائے تاکہ علمی اور عملی غلطیاں دور ہوں۔

اس بنا پر مدینہ منورہ کے علماء مالکیہ سے چند بار سوال کرکے اس مسئلہ کو خوب منقح کیا گیا۔ اون سب سوالوں کو مع جوابات ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت اس تفصیل کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔

سوالات

(اوّل) جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اوس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا۔ کیا اوس کی زوجہ کے لئے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اوس کی زوجیت سے نکالکر دوسرا نکاح کرسکے۔ اگر یہ حق ہے تو کیا اوس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اوسکو اختیار دیدیا جائیگا۔

(دوم) اگر مہلت دیجاویگی تو اوس کی ابتدا کب سے شمار ہوگی مرافعہ اور مخاصمہ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے۔

(سوم) کیا زوجۂ مفقود فسخ[۱] نکاح میں خود مختار ہے یا قضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت فسخ کیا ہوگی۔

(چہارم) اگر قضائے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اوس کو مایوسی ہوجائے اوسوقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اوس کے اولیا کا تلاش کرلینا کافی ہے۔

(پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ وہاں اس کی کیا صورت کی جائے۔

(ششم) مفقود کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں یکساں ہے یا مختلف اگر مختلف ہو تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دار الاسلام سمجھے جاوینگے یا دار الحرب۔ (اعینونا اعانکم اللہ تعالیٰ)

---

[۱] فسخ نکاح سے اس جگہ فسخ اصطلاحی مراد نہیں بلکہ محاورات اردو کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا اور بغرض تفہیم عوام اس رسالہ کے اکثر مواقع میں لفظ فسخ ہی کا اطلاق کیا گیا ہے ۱۲ منہ

جوابات

(جواب سوال اوّل) زوجۂ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا (اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو ان معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے یعنی شہرت عام کی بنا پر بھی شہادت دیجاسکتی ہے) اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولاپتہ ہونا ثابت کرے۔ بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہوجائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جاویگا اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

اور اب چار سال گذرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدت وفات کے لئے حکم حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قضائے قاضی صرف اوّل بار بوقت تاجیل ضروری ہے مگر احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کئے تھے ختم ہوچکیں تو دوبارہ درخواست دیکر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کرلیا جائے تاکہ مذہب حنفیہ کی حتی الوسع رعایت ہوجاوے لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کی طرف دوبارہ مرافعہ زیادہ دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ ثانی کے ہی عمل کرلینے میں بھی مضائقہ نہیں۔

یہ حکم مذکور تو دارالاسلام میں تھا اور دارالحرب میں زوجۂ مفقود کا جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو حنفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اوس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اوسوقت تک اوس کی بیوی کے لئے اوسکے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں مگر اشہبؒ نے (جو امام مالکؒ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔ اور فقہائے مالکیہ میں بلند پایہ رکھتے ہیں) دارالحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہی حکم رکھا ہے جو دارالاسلام میں گذرچکا۔

(جواب سوال دوم) حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کے لئے مقرر کریگا اوس کی ابتدا اوسوقت سے لیجاویگی جسوقت حاکم خود بھی تفتیش کرکے پتہ چلنے سے مایوس ہوجائے اور قاضی کی عدالت میں پہونچنے اور اوس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گذرچکی ہو اوسکا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

(جواب سوال سوم) زوجۂ مفقود کسی صورت میں اوس کے نکاح سے خارج ہونے میں

(۱۶)

دارالحرب میں مفقود کا حکم

خود مختار نہیں بلکہ ہر حال میں قضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت مرافعہ اور فسخ کی سوال اوّل کے جواب میں گذر چکی ہے۔

(جواب سوال چہارم) ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اوس کے اولیاء کی تفتیش اور اون کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے۔

تفتیش مفقود کی صورت اور اوس کے مصارف

اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جائے (اور جس جگہ جانے کا غالب گمان نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیجکر تحقیق کرے۔ اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرے۔ الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے۔ کما لا یخفی) ؛ اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے اوس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے۔

اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا بیت المال کے ذمہ اور بعض کے نزدیک یہ تفصیل[۵] ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اوس کے ذمہ ہونگے ورنہ بیت المال کے ذمہ (اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ اگر ان مواقع میں حکومت وقت مصارف برداشت کرے تو بہتر ورنہ مسلمانوں سے چندہ کر لیا جائے)۔

(۱۷)

جہاں قاضی شرعی نہ ہو وہاں حاکم مسلم یا پنچایت مسلمانوں کا فیصلہ کافی ہے

(جواب سوال پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات کا تصفیہ کرنیکا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے موافق کریں تو اونکا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ اس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اوس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کر کے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد شرعی فیصلہ صادر کر دے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہو جاویگا لیکن پنچایت کا اون شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گذر چکی ہیں وہاں غور سے دیکھ لیا جاوے۔

تتمۃ ھذا الجواب

اگر زوجہ مفقود ایسی جگہ چلی جاوے جہاں قاضی شرعی

[۵] اور یہ تفصیل ۱/۱۷۱ البتہ لوڈی سے ۱۲ منہ

یا مسلمان حاکم موجود ہو اور اوس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اوس کا فیصلہ بھی زوجۂ مفقود کے لئے کافی ہے ۔ لیکن زوجۂ مجنون یا زوجۂ عنین تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ مجنون و عنین بھی اوس قاضی کے علاقہ میں ہوں ۔

(جواب سوال ششم) مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اوّل کے جواب میں مفصل گذر چکا مگر علمائے مالکیہ کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں باوجود حکومت کافرہ مسلط ہوجانے کے شعائر اسلام ہنوز قائم ہیں ۔ اون سب میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے بلکہ جس دارالحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اوس دارالحرب میں بھی وہی حکم ہے جو دارالاسلام میں بس اصل بناء امکان تفتیش ہے ۔

اس لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اوس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑیگا اور زوجۂ مفقود کو اون ممالک میں چار سال کی مہلت کے بعد عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کا اختیار دیدیا جاویگا ۔

ہندوستان وغیرہ میں مسئلہ مفقود میں حکم دارالاسلام کا ہے۔

(۱۸)

واپسی مفقود کے احکام

سوال

(۱) اگر مفقود بعد حکم بالموت یا بعد نکاح ثانی قبل صحبت واپس آجائے یا دوسرے خاوند سے صحبت وغیرہ ہوچکنے کے بعد واپس آجائے تو مفقود کو عورت ملیگی یا نہیں ۔ اور سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف ۔

(۲) دوسرے خاوند سے صرف نکاح یا نکاح اور صحبت دونوں ہو جانے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر زوجہ اوس کو ملجاتی ہو تو اوس کے متعلق چند سوالات مفصلہ ذیل ہیں ۔

(الف) کیا پہلے خاوند کو تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی یا ویسے ہی پہلا نکاح قائم سمجھا جائیگا ۔

(ب) درصورت تجدید نکاح تجدید مہر کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں ۔

ع۵ اگر کوئی شبہ کرے کہ مفقود الخبر جس جگہ کا باشندہ ہے وہاں کے قاضی کی ولایت اسوقت تو اوسپر ثابت نہیں ہے مگر پیشتر اوسپر ولایت تھی اسواسطے ولایت اصلیہ کی بنا پر وہاں کے قاضی کی قضا نافذ ہوسکتی ہے اور جس قاضی کی ولایت میں اول ہی سے نہ تھا اوسکی قضا نافذ نہ ہونا چاہیئے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ قضا کے لئے ولایت حال شرط ہے ولایت سابقہ معتبر نہیں پس سب جگہ کے قاضی مفقود کے بارہ میں یکساں شمار ہونگے ۔

(ج) اس صورت میں دوسرے خاوند کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں۔ اور اگر واجب ہوگی تو کتنے ایام اور یہ عدت شوہر ثانی کے مکان پر گذاری جائیگی یا شوہر اوّل کے۔

(د) دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اوس کا ادا کرنا واجب رہیگا یا نہیں۔

(ہ) اگر زوج ثانی سے اولاد ہوچکی ہو یا تفریق کے بعد زمانۂ عدت میں ہوجاوے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا پہلے خاوند سے یا دوسرے سے۔

الجواب

(ا) وہ مفقود جس پر مرافعہ اور تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کرکے قاضی نے موت کا حکم کردیا ہے اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اوس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک[۱] یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آجاوے خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد۔

اور دوسری[۲] صورت یہ کہ ایسے وقت واپس آئے جبکہ عدت وفات گذارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کرچکی اور خلوت صحیحہ بھی ہوچکی ہو۔

ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ شوہر اوّل ہی کے نکاح میں بدستور سابق رہیگی دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب[۱] یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے پاس رہیگی شوہر اوّل کا اب اوس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر مفقود حکم بالموت کے بعد بھی واپس آجاوے تو اوس کی عورت ہر حال میں اوسی کو ملیگی خواہ عدت وفات کے اندر آجاوے یا بعد انقضائے عدت اور خواہ نکاح ثانی اور خلوت وصحبت کے بعد آئے یا پہلے۔ اور حنفی کے لئے غیر حنفیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے تاجیل زوجۂ مفقود وغیرہ کی صورتیں۔ لیکن واپسی مفقود کی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں لہذا اس صورت ثانیہ میں بھی یعنی جبکہ واپسی مفقود سے قبل شوہر ثانی خلوت صحیحہ بھی کرچکا ہو تب بھی زوجہ اپنے

(19)

[۱] ایک ضروری بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوج ثانی سے ہمبستری کے بعد شوہر اوّل کا حق فوت ہوجانے کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے اور اگر خبر ہو کہ اس کا خاوند لاپتہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول اور ہمبستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اوّل کا نکاح باقی رکھا جائیگا اور اوسی کو ملجاویگی ۱۲ منہ

سابق خاوند ہی کے نکاح میں رہیگی شوہر ثانی کے پاس رہنا جائز نہیں کیونکہ شوہر اوّل کی واپسی سے نکاح ثانی باطل قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم ؂

(۴) اس سوال کے پانچ اجزاء ہیں سب کا جواب نمبروار درج ذیل ہے۔

(الف) پہلا نکاح قائم رہیگا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ دوسرے خاوند سے صحبت بھی ہو چکی ہو۔

(ب) ظاہر ہے کہ جب تجدید نکاح نہیں تو پھر تجدید مہر کہاں۔

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گذارنا واجب ہے جب تک عدت ختم نہ ہو اوس وقت تک شوہر اوّل کو اوس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں بلکہ پوری احتیاط لازم ہے اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ورنہ تین حیض۔ باقی رہا یہ سوال کہ زمانۂ عدت کہاں گذارے سو اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر اوّل کے ہاں گذاریگی۔

(د) اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں مہر کا حکم صراحۃً نظر سے نہیں گذرا مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مہر بالکل نہ ملیگا۔

(۲۰)

(ہ) اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

(فائدہ) زوجۂ مفقود کے لئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اوس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جبکہ عورت اتنی مدت تک صبر و تحمل اور عفت کیساتھ گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلاء ظاہر کرے اور اوس نے ایک عرصۂ[عـه] دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اوس حالت میں درخواست دی ہو جبکہ صبر سے عاجز ہو گئی۔ تو اس صورت میں اس کی بھی گنجایش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی جاوے کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہو تو اون کے نزدیک کم از کم ایک سال[عـه] صبر کے بعد تفریق جائز ہے۔

(بزمانۂ ابتلاء کے وقت زوجۂ مفقود کے لئے ایک سال کی مدت)

عـه اور عرصۂ دراز کی تعیین حاکم کی رائے پر ہے یعنی قاضی یا جماعت مسلمین مدعیہ کے خاص حالات میں غور کر کے قرار دیں کہ مقدمہ پیش ہونے سے پیشتر اوس نے کافی انتظار کیا ہے یا نہیں اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کر دیا ہے تب تو احکام گذشتہ کے موافق چار سال مزید انتظار کا حکم دیا جاوے اور اگر کافی انتظار کر کے مقدمہ پیش کیا ہے تو اس گنجائش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے ۱۲ منہ

عـه لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائیگا۔ (بقیہ بر صـ۱۶۱)

مگر علماء سہارنپور دونوں صورتوں میں چار ہی سال کی مدت کے مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں۔ اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے لیکن جہاں قرائن قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہو تو ایک سال کے قول پر بھی حاکم کو حکم کر دینے کی گنجائش ہے مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جائے۔ (اشرف علی)

تتمہ ھذہ الفائدۃ اگر تفریق اس قاعدہ کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجۂ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گذارنے ہونگے۔ اور اگر مفقود اس صورت میں بعد تفریق واپس آگیا تو اوسمیں یہ تفصیل ہوگی۔ کہ اگر عدت کے اندر اندر آکر رجعت کرلے تو رجعت صحیح ہوجائیگی اور زوجہ بدستور اوس کے نکاح میں رہیگی۔ اور اگر عدت کے بعد آیا۔ یا پہلے ہی آگیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب اوس کی زوجہ پر طلاق بائنہ ہوکر وہ خود مختار ہوگئی۔ خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرے یا کسی دوسرے سے

واللہ اعلم

حکم زوجہ متعنت فی النفقہ

متعنت اصطلاح میں اوس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ مستورات کی رہائی کے لئے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے جو ذیل کے سوال وجواب میں مذکور ہے۔

سوال

(۱) جو شخص باوجود قدرت کے اپنی زوجہ کے حقوق نفقہ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو کیا اوس کی زوجہ کو حق ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اوس کی زوجیت سے نکال سکے اگر ہو تو اوسکی کیا صورت ہے۔
(۲) اگر قاضی اون میں تفریق کرسکتا ہو تو جب قاضی اوس متعنت کی زوجہ پر طلاق واقع کرچکے جو نان نفقہ نہ دیتا ہو اوسوقت یا اوسکے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اوسکو مل جائیگی اور اگر اوسکو ملسکتی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے اسکی تصریح فتاوی مالکیہ میں نہیں ہے اور جسقدر کتب مالکیہ یہاں موجود ہیں اونمیں بھی دستیاب نہیں ہوئی اور ظاہر ہو کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مرافعہ کو بعد ہی سال انتظار شمار ہوگا ۱۲ منہ

توقبل عدت اور بعد عدت میں یا قبل نکاح ثانی اور بعد نکاح ثانی میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں۔

الجواب

(۱) زوجۂ متعنت کو اوّل تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ اونکے نزدیک زوجۂ متعنت کو تفریق کا حق ملسکتا ہے۔

دعوی اور تفریق کی صورت۔

اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہوسکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔ اور دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہوسکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔

اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور اون کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت[۱] مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعوی صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اوس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو۔ ورنہ ہم تفریق کردینگے اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا جو شرعاً اوس کے قائم مقام ہو اوس کی بیوی پر طلاق واقع کردے۔ اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں۔

(۲۲)

(۲) متعنت اگر اپنی حرکت سے اوسوقت باز آئے جبکہ حاکم اوس کی زوجہ پر طلاق واقع کرچکے اور عدت بھی گذر چکے تو اب اوس کا کوئی اختیار زوجہ پر نہیں رہتا (کیونکہ عدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا گو طلاق رجعی بھی ہو البتہ تراضی طرفین سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے)۔

متعنت اپنے فعل سے باز آجاوے تو کیا حکم ہے۔

اور اگر انقضائے عدت سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہوجائے تو اس بارہ میں مذہب مالکیہ میں صریح روایت نہیں اس لئے ارباب فتوی کے نزدیک دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جاوے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح کہا جاوے دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دیجاوے اور رجعت کا حق خاوند کو نہ دیا جاوے لیکن علامہ صالح نے احتمال اول کو اقرب لکھا ہے اور ہم کو بھی علامہ صالح کی رائے اون کے

[۱] جماعت مسلمین ونیز مسلمان حاکم کا مفصل بیان اس جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا ہے اوسکا ملاحظہ ضروری ہے ۱۲ منہ

فتوی میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوتی ہے اسواسطے ہمارے نزدیک فتوی یہی ہے کہ عدت کے اندر اندر تعنت سے باز آجانے کی صورت میں عورت کو اوسی کے پاس رہنا پڑیگا۔ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت[ے] میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں۔ مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہوجاوے تو بہتر ہے۔

غائب[ٹ] غیر مفقود کی زوجہ کا حکم

یہ حکم بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت شدیدہ مظلومہ کو نجات حاصل ہوسکے

سوال

(۱) جو شخص غائب ہوجائے اور پتہ اوس کا معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اوس کے خرچ وغیرہ کا کچھ انتظام کرتا ہے۔ اور نہ طلاق دیتا ہے اسوجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اوس کی عورت کے لیئے کوئی سبیل ہے کہ اوس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کرسکے۔

(۲) درصورت جواز تفریق اگر تفریق کے بعد نکاح ثانی سے پیشتر یا نکاح ثانی کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان نفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا زوجہ اوس کو ملجائیگی اور اگر واپس ملجاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کیساتھ ملتی ہے۔

(۲۳)

غائب کی عورت کی صورت اور اوس کی شرائط

الجواب

(۱) اس عورت کی رہائی کے واسطے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اوس خاوند کو خلع پر راضی کیا جاوے اور اگر وہ سنگدل خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرکے اپنا زمانہ عفت میں گذار سکے تو بہتر ورنہ جب گذارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرے۔

وہ صورت یہ ہے کہ اولاً قاضی[ٹ] کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں سے اوس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھکو نفقہ دیکر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اوسنے

[ے] جب رجعت صحیح ہوگئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہوا لیکن عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح کرلے لیکن اگر عورت اپنی بیوقوفی سے تجدید نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید بھی رکھے ۱۲ منہ

[ٹ] اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں کا حکم مقدمہ میں مفصل گذرچکا ہے اوسکو ضرور دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

میرے لئے نفقہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا غرض نفقہ کا وجوب بھی اوس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی اسکے نفقہ کی کفالت کرے تو خیر ورنہ قاضی اوس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اوسکو بلا لو یا وہیں سے کوئی انتظام کرو ورنہ اوسکو طلاق دیدو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ کے مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہوئی ہو تو عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کر دے۔

اور یہ ظاہر ہی ہے کہ تفریق کے لئے عورت کی طرف سے مطالبہ شرط ہے پس اگر اوس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کر دے تو پھر تفریق نہ کیجائیگی۔

تنبیہ ضروری قاضی جو اس غائب کے پاس حکم بھیجے تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں بلکہ اوس کی صورت یہ ہے کہ حکمنامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر اونکے حوالہ کر دے کہ اسکو غائب کے پاس لیجاؤ یہ دونوں شخص غائب کو حکمنامہ پہنچا کر اوس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی نفی یا اثبات میں دے اوسکو خوب محفوظ رکھیں (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تاکہ واپس ہو کر اوسپر شہادت دے سکیں اور اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دیدیں۔

الغرض قاضی جو حکم کرے ان دونوں کی شہادت پر کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے۔

فائدہ اگر غائب شخص کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ پر ہو جہاں پوری جد و جہد اور امکانی کوشش کرنے کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام ممکن نہ ہو تو مذکور الصدر مجبوری کیوقت اسکی بھی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قائم مقام حاکم واقعہ کی بقاعدہ مذکورہ تحقیق کے بعد تفریق کا حکم کر دے۔

(۲) اگر یہ غائب حکم بالطلاق کے بعد آجاوے تو اوس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجاوے اور باقاعدہ خرچ دینے وغیرہ پر آمادہ

عہ اور اگر کسی نے اوسوقت نفقہ کی کفالت کر لی لیکن پھر چھوڑ دیا تو عورت کو مکرر مرافعہ کا حق ہوگا ۱۲ منہ

عہ یعنی بذریعہ دو ثقہ آدمیوں کے جسکا ذکر تنبیہ میں آتا ہے ۱۲ منہ

غائب کے پاس حکم بھیجنے کی ضرورت اور اوسکا طریقہ

(۴۲)

غائب اگر ملک بعیدہ میں ہو تو حکم بھیجنا شرط نہیں

غائب اگر واپس آجاوے تو کیا حکم ہے

ہو اس صورت میں تو اوس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کریگا تو صحیح ہو جاویگی اور اگر رجعت نہ کی تو عدت کے بعد نکاح ٹوٹ جائیگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہوچکنے کے بعد واپس آیا ہو سو اوسمیں یہ تفصیل ہے کہ اگر اوس نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت کردی مثلاً یہ کہ میں نے اوسکو پیشگی خرچ دیدیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کردیا تھا تب تو اوسکو ہر حال میں عورت ملجائیگی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کرچکی ہو حتی کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہوچکی ہو تب بھی شوہر اوّل ہی کا نکاح باقی سمجھا جاویگا۔ اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جاویگا۔

اور اگر خاوند نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اوس کو نہ ملیگی کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اوّل کو عورت ملیگی اوسکو نہ تجدید نکاح کی ضرورت نہ تجدید مہر کی البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہوچکی ہو تو عدت واجب ہے یعنی عدت گذارنے سے پیشتر شوہر کو جماع اور اوس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔

(۲۵)

اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہ ہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گذرچکی یعنی اگر اوس سے خلوت صحیحہ ہوچکی ہے تو پورا مہر واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہوجاویگا و نیز احکام مفقود میں یہ بھی گذرچکا ہے کہ عدت شوہر اوّل کے مکان میں گذاریگی۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حیلۂ ناجزہ کا خلاصہ ختم ہوا اب المختارات کا خلاصہ شروع ہوتا ہے

خلاصہ

المختارات فی مہمات التفریق والخیارات

بعد حمد و صلوۃ گذارش ہے کہ مسائل خمسہ مذکورہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں بکثرت فسخ نکاح کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اس لئے ان صورتوں میں بھی گنجائش ہے کہ جس جگہ قاضی نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم حکومت کی طرف

اختیار رکھتا ہو یا باوجود اختیار کے مطابق شرع فیصلہ نہ کرتا ہو وہاں کم از کم تین عادل اور ثقہ لوگونکی پنچایت میں معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرالیا جاوے۔ پنچایت کی شرطیں اور اسکے متعلق ضروری مسائل جو حیلہ ناجزہ کے جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکے ہیں انکو دیکھ لینا ضروری ہے۔

وہ تین صورتیں یہ ہیں۔ حرمت مصاہرت۔ خیار بلوغ۔ خیار کفاءت۔ اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے۔ پورے احکام بوقت ضرورت علما کتب فقہ میں دیکھ لیں۔ اور عوام علمائے کرام سے دریافت کریں۔

حرمت مصاہرت

(۲۶) تحقیق حرمت مصاہرت اسباب اور شرائط

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر بیٹھے یا شہوت کیساتھ اوسکو صرف ہاتھ لگادے یا شہوت سے بوسہ لے لے یا شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو بشہوت دیکھ لے تو ان سب صورتوں میں حرمت مصاہرت قائم ہوجاتی ہے یعنی اس مرد پر اوس عورت کی بیٹی اور ماں وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں اور اوس عورت پر اس مرد کا بیٹا اور باپ، وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگاوے یا شہوت سے اوسکا بوسہ لیلے یا عضو مخصوص پر نظر شہوت ڈالے تب بھی مصاہرت کا علاقہ قائم ہوکر مرد پر عورت کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی اور عورت پر مرد کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتے ہیں۔ اور حرمت مصاہرت کیلئے ان افعال کیلئے قصداً کرنا شرط نہیں بلکہ اگر کسی سے بیخبری میں بھی کوئی فعل سرزد ہوجاوے۔ مثلاً بیوی سمجھکر خوشدامن کو شہوت کی حالت میں ہاتھ لگادیا تب بھی بیوی حرام ہوجاتی ہے اسلئے خاوند کو بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ سے اور عورت کو مرد کے اصول و فروع مذکرہ سے سخت احتیاط[عہ] لازم ہے کہ اونکو بشہوت ہاتھ لگانے وغیرہ میں علاوہ معصیت

[عہ] لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے کیوقت) اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہوگئی تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا ہے یا تقبیل کی ہے تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے۔ البتہ نظر کے موجب حرمت ہونیکے لئے یہ شرط ہی کہ جو دیکھے اوسکو شہوت ہو صرف دوسرے کی طرفسے ہونا موجب حرمت نہیں۔ وینیز لمس اور تقبیل میں ایک شرط یہ بھی ہی کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونیکو روک دے پس اگر کسی نے باوجود ایسا کپڑا حائل ہونے کے کپڑے کے اوپر سے لمس کیا یا بوسہ لیا ہی تو وہ حرمت مصاہرت کا موجب نہیں۔ وینیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کیوجہ سے انزال نہ ہوگیا ہو پس اگر لمس و تقبیل وغیرہ سے انزال ہوجائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی ۱۲ منہ [عہ] یعنی نہ ایسی حرکات شنیعہ کا قصداً ارتکاب کرے نہ ایسا کوئی کام کرے جسمیں احتمال ہو مثلاً بیہی کمرہ میں بیوی لیٹتی ہے اگر وہاں دوسری مستورات بھی ہوں تو جبتک اوسکو جگا کر اور بات چیت کر کے پورا یقین نہو جاے کہ یہ بیوی ہے اوسوقت تک ہاتھ ہرگز نہ لگاوے۔ پلنگ معین ہونے وغیرہ کو ہرگز کافی نہ سمجھ کہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہوجاتی ہے ۱۲ منہ

شدیدہ کے یہ بڑی خرابی ہے کہ میاں بیوی میں حرمت مصاہرت کا علاقہ ہوجاتا ہے۔ یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے اصول یا فروع مؤنثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہوجاوے یا بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ میں سے کسی مرد کیساتھ ایسے افعال میں سے کسی کا ارتکاب کیا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے۔ مثلاً شہوت کیساتھ خوشدامن کو ہاتھ لگ جائے یا بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مذکرہ مثلاً خسر کیساتھ کوئی فعل موجب حرمت مصاہرت کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان سب صورتوں میں یہ بیوی اس خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہوجاتی ہے خواہ کسی نے یہ افعال دانستہ کئے ہوں خواہ بھول چوک سے ہوگئے ہوں ہر حال میں ایک ہی حکم ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہوجائے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو الگ کردے اور زبان سے بھی کہدے کہ میں نے تجھکو چھوڑ دیا یا لفظ طلاق کہدے۔ اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے لیکن اگر خاوند ضد اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جس طرح ممکن ہو عورت کو اس کے پاس سے چلا جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اسکے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہوچکا مگر جب تک خاوند زبان سے نہ کہدے کہ میں نے الگ کردیا ہے یا قاضی تفریق نہ کردے اسوقت تک دوسری جگہ بھی اس عورت کا نکاح درست نہیں ہوسکتا پس عورت اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس نالش کرکے تفریق کا حکم حاصل کرے اور جب علاقہ میں قاضی نہ ہو وہاں اگر کوئی مسلمان حاکم حکومت وقت کی جانب سے ایسے معاملات میں تفریق کا اختیار رکھتا ہے تو اوسکے پاس مقدمہ پیش کرے ورنہ مسلک مالکیہ کے مطابق جماعت[ع] مسلمین سے رجوع کیا جاوے اور جماعت مسلمین کا مفصل بیان اصل رسالہ (یعنی حیلہ ناجزہ) کے جزو دوم میں گذر چکا ہے اور سب کو غور کے ساتھ دیکھ لینا ضروری ہے۔

(٢٧)

ع ہم اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر یہ مضمون واضح کرچکے ہیں کہ جب دو عمل جداگانہ ہوں تو تلفیق جائز ہے مگر ہمنے مزید احتیاط کیلئے اصل رسالہ میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں لیا جسمیں تلفیق خارق اجماع لازم آجاوے اور تتمہ کے تین مسئلوں میں سے بھی دو مسئلوں میں اسکی رعایت موجود ہے مگر صرف ایک مسئلہ یعنی حرمت مصاہرت میں جماعت مسلمین کا فیصلہ ایسا ہے جس میں بظاہر تلفیق خارق اجماع لازم آتی ہے۔ یعنی مذہب حنفیہ میں تو جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور مالکیہ کے مشہور و مختار مذہب کی بناء پر بعض خاص صورتوں میں مس بالشہوت وغیرہ سے حرمت مصاہرت متعلق نہیں ہوتی گو بعض صورتوں میں قول معتمد و مشہور کے موافق اور بعض میں ایک قول پر اونکے مذہب میں بھی اسکا اعتبار کیا گیا ہے۔ مگر ہم انکو عمل واحد خیال نہیں کرتے بلکہ جماعت مسلمین کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمت مصاہرت کو تفریق کا سبب کہنا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جیسے وضو جداگانہ عمل ہے اور نماز جدا اور توضیح اسکی اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر کردی گئی ہے۔ اسلئے تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے تاہم عمل کیوقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنیوالا جواز تلفیق کے بارہ میں کسی اپنے معتقد فیہ عالم محقق سے رجوع کرکے اونکے فتوے پر عمل کرے واللہ اعلم ۱۲ منہ

طریق فیصلہ

جب عورت دعوی کرے کہ میرے اور خاوند کے اصول وفروع میں سے فلاں مرد کے درمیان یا خاوند اور میرے اصول وفروع میں سے فلاں عورت کے درمیان ایسا واقعہ پیش آیا ہے جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے لہذا مجھکو میرے خاوند سے الگ کردیا جاوے تو قاضی یا اوس کا قائم مقام اولاً شوہر سے بیان لیں اگر اوس نے عورت کے بیان کی تصدیق کردی تب تو تفریق کا حکم کردیا جائے اور اگر خاوند نے اس دعوی کی تصدیق نہ کی تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں۔ اگر گواہ پیش نہ ہوں یا اون میں شرائط شہادت موجود نہ ہوں تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کرے تو مقدمہ خارج کردیا جائے یعنی نہ تفریق کیجاوے اور نہ یہ حکم کیا جاوے کہ عورت بدستور شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اوس کی زوجیت میں رہنے کا حکم دیدیا تو اوس کا حکم مسئلہ دوم میں عنقریب آتا ہے۔ اور اگر وہ حلف سے انکار کردے تو تفریق کردیجائے۔

حلف اور تصدیق اور شہادت کے متعلق ضروری توضیح

اگر دعوی خاوند کے فعل پر ہو مثلاً یہ کہ اس نے زوجہ کے اصول وفروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کیساتھ پکڑا ہے تب تو خاوند سے حلف اس بات پر لیا جاوے کہ اوس نے یہ فعل ہرگز نہیں کیا یا بشہوت نہیں کیا اور اگر دوسرے کے فعل پر دعوی تھا مثلاً عورت یوں کہے کہ مجھے خسر نے بشہوت پکڑا ہے تو خاوند سے اسطرح حلف لیا جاویگا کہ خدا کی قسم میرا زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعوی میں سچی نہیں۔ اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کیساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

اور گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ دہن اور رخسار پر بوسہ دینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعوی میں تو صرف ان افعال کی شہادت دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائیگی شہوت کا انکار مسموع نہ ہوگا اور تفریق کا حکم کردینا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کیساتھ ہوئے تھے (اور اس کا علم قرائن سے شاہدین کو ہوسکتا ہے) تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائیگی ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے اوسکی بنا

عہ ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اگر واقعہ زنا کا پیش آیا ہو تو دعوی میں زنا کو صراحۃً ظاہر نہ کیا جاوے کیونکہ زنا کے دعوی پر چار گواہ پیش نہ ہوسکے تو حد قذف کا اندیشہ ہے۔ بلکہ صرف مباشرت فاحشہ وغیرہ بیان کرے یعنی یہ کہے کہ شرمگاہ کو شرمگاہ سے بغیر حائل کے ملایا گیا ہے ۱۲ منہ عہ اور اس صورت میں اس شوہر کیساتھ رہنا اور اپنے نفس پر قدرت دینا جائز ہے یا نہیں اسکا حکم عنقریب مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ عہ ثبوت حرمت کے لئے پکڑنا اور ہاتھ لگانا وہی معتبر ہوگا جسکی صفحہ ۳۶ کے حاشیہ میں گذرچکی ہے مطلقاً پکڑنا یا ہاتھ لگانا معتبر نہیں ۱۲ عہ شامی وغیرہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ غلبۂ ظن اور اکبر رائے کی نفی پر حلف لیا جائے ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ اسکا ترجمہ ہیں اگر کسی جگہ کا عرف اسکے خلاف ہو تو اہل عرف سے تحقیق کرکے وہاں کے مناسب الفاظ تجویز کرلئے جاویں ۱۲ منہ

(۲۸)

پر تفریق کا حکم نہ کیا جاویگا بلکہ خاوند سے حلف لیا جاوے کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے اگر حلف کرلے تو خیر ورنہ تفریق کا حکم کردیں گے۔

ایک ضروری فائدہ

یہ تو ظاہر ہے کہ حرمت مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے اون میں احدالزوجین کیساتھ ایک اور کی بھی شرکت ہوتی ہے اور واقعہ کی صحت اور عدم صحت ونیز شہوت کے وجود وعدم کا اوسکو بھی علم ہوتا ہے لیکن باوجود سعی بسیار کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اوس سے بیان لیا جاویگا یا نہیں۔ اور اگر اوسکا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن قواعد میں غور وخوض کے بعد رجحان اسطرف ہوا ہے کہ وہ مدعا علیہ نہیں۔ اسواسطے اسکو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اوسکو ایک شاہد سمجھا جائے۔ اور اوسکی شہادت معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال واقوال کے اعتبار سے عادل ہو اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو مسقط عدالت ہو (مثلاً وطی بالشبہہ وغیرہ کا بیان دے) تب تو اوسکی شہادت مقبول ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے کہ جس سے اوسکا فسق ثابت ہوتا ہو تو اسکی یہ شہادت معتبر ہوگی یا نہیں۔ اسمیں بعض وجوہ سے تردد ہے بوقت ضرورت کتب مذہب اور علماء سے تحقیق کرلیجاوے ؂

البتہ اگر یہ مرد ہو تو اس نے جو شہادت دی ہے وہ خود اسکے حق میں اقرار ہے اگر آئندہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اس عورت کے اصول وفروع میں سے ہو تو ماخوذ بالاقرار ہوگا۔ کما لا یخفی واللہ اعلم بالصواب۔ **مسئلہ اوّل** اگر خاوند کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمت مصاہرت متحقق ہوگئی تو اوسکو انکار کرنا حرام ہے۔ اگر اوس نے جھوٹا حلف کرلیا اور اس پر قاضی نے فیصلہ کردیا تو اس کی تفصیل ابھی مسئلہ دوم میں آتی ہے ؂

مسئلہ دوم اگر عورت کا دعوی صحیح تھا مگر شہادت معتبرہ پیش نہ ہوسکی اور خاوند نے حلف کرلیا اسواسطے قاضی نے مقدمہ خارج کردیا یعنی نہ تفریق کی نہ زوجیت میں رہنے کا حکم دیا تو اس عورت کیلئے جائز نہیں کہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنے آپکو اوس سے علیحدہ کرنیکی کوشش کرے۔ اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو جب تک اپنا بس چلے اس شوہر کو کبھی پاس نہ آنے دے۔ اور اگر قاضی نے عورت کا دعوی رد کرنے کیساتھ یہ حکم بھی کردیا کہ بدستور شوہر کی زوجیت میں رہے تو اس صورت میں عورت کو تمکین جائز ہے یا نہیں اسکے متعلق نہ تو کوئی جزئیہ ملا اور نہ قواعد سے کچھ احقر کی فہم ناقص میں آیا۔

لیکن حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو تمکین جائز نہیں نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھکو اس میں شرح صدر ہے کچھ تردد نہیں۔ اور مفتی صاحب دار العلوم دیوبند نے بھی اس میں موافقت فرمائی مگر احقر کو ہنوز شرح صدر نہیں ہوا۔

ہاں یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی جزئیہ سے یا قواعد سے شرح صدر کیساتھ جواز تمکین ثابت نہ ہو اوسوقت تک حضرت والا کے ارشاد پر عمل واجب ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ؏

خیار بلوغ

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ ہے اگر باپ نابالغ کا نکاح کردے تو وہ نکاح لازم ہوجاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے لڑکی کو اوسکے فسخ کرانیکا اختیار نہیں رہتا خواہ کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں۔ اور مہر مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا ہو۔ (غبن فاحش لڑکی کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اوسکے مہر مثل سے اتنی کمی کردی ہو جتنی کمی عموماً گوارا نہیں ہوسکتی اور لڑکے کے بارہ میں یہ ہے کہ اوسکا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اوس لڑکی کے مہر مثل سے اتنا زیادہ مہر مقرر کیا کہ اوس زیادتی کو عموماً ناگوار سمجھا جاتا ہو) ؏

نیز باپ دادا کے سوا کسی اور کو صغیر کے نکاح کا اختیار نہیں۔ اور دادا کے علاوہ وغیرہ کا نکاح لازم ہونا ۔ (۳۰)

مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔

اول یہ کہ وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش حواس سالم رکھتا ہو۔ پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اسکے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جسکی بنا پر عموماً خیال ہوجاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کیوجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مد نظر نہیں رکھتا پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بدتدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کردے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے اور جو فاسق ہتک یعنی بیباک

؎ اگر کوئی باولاد عورت یا مرد مجنون ہوجاوے تو اوسکا سب سے مقدم ولی بیٹا ہے اور بیٹے کا کیا ہوا نکاح سب احکام میں اوس نکاح کے برابر ہے جو باپ نے کیا ہو ۱۲ منہ ؎ یہ حکم جب ہے جبکہ نکاح کرنیکے وقت باپ کو غیر کفو ہونیکا علم ہوا اور اگر اوسنے کفو سمجھکر کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اوسکا حکم خیار کفاءت میں معلوم ہوگا ۱۲ منہ ؎ اگر باپ دادا خود نکاح پڑھادیں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر معین کرکے کسی معین شخص سے نکاح پڑھانے کے لئے کسی کو وکیل بنادیا ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کئے بدون ہی وکیل بنادیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کردو تو اوس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنیکا اختیار نہیں اگر کردیا تو باطل ہے ۱۲ منہ ؏

اور بے غیرت ہو وہ بھی سئی الاختیار کے حکم میں ہے - اسکو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں - اور ان دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ جب اوسنے نکاح کیا ہے اوسوقت اوسکی ظاہری حالت سے کم ازکم خیر خواہی کی توقع ہوسکتی ہو - اور جب باپ نہ ہو تو دادا ولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اوسمیں بھی وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہوجاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہے

اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو بترتیبؔ حق ولایت پہنچتا ہے مگر وہ باپ دادا کے برابر نہیں بلکہ اونکا حکم جدا ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اوسنے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

اور اگر کفو کیساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اوسوقت نکاح صحیح تو ہوجاتا ہے ولیکن لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہوتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرالیں جسکی شرط ابھی آتی ہے اور اس اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے۔

اور خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کیلئے قضائے قاضی ہر حال میں شرطؔ ہے بدون قضائے قاضی کسی حال میں نکاح فسخ نہیں ہوسکتا اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں مسلمان حاکم یا پنچایت علی الترتیب فسخ کر سکتی ہے۔

تنبیہ ضروری

بلوغ ہونے پر فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اوسمیں اس امر کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہوکر فسخ کا اختیار باطل ہوجاتا ہے لہذا اوسکی تفصیل بیان کیجاتی ہے تاکہ عمل کے وقت اسکا خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح توڑوانا چاہتی ہے **اگر وہ باکرہؔ ہو تو** اوسکو اختیار فسخ حاصل ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ جسوقت آثار بلوغؔ ظاہر ہوں اوسیوقت فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے ...

۱؎ شریعت نے خاص ترتیب کی ساتھ یکے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے جسکی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہوسکتی ہے ۱۲ منہ ۲؎ یعنی چاہے لڑکا بالغ ہوکر فسخ کا خواہاں ہو یا لڑکی ۱۲ منہ ۳؎ باکرہ ہونیکا یہ مطلب ہے کہ نہ اس خاوند سے ہمبستری کی نوبت آئی ہو نہ اس سے قبل کسی اور خاوند سے ۱۲ منہ ۴؎ یہ جب ہے کہ پندرہ سال سے قبل آثار بلوغ ظاہر ہوجاویں ورنہ جسوقت پورے پندرہ سال کی عمر ہوجاوے اوسوقت کا اعتبار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان ۱۳۴۰ھ کی ۷ تاریخ کو عین طلوع آفتاب کیوقت پیدا ہوئی اور رمضان ۱۳۵۵ھ تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی گئی تو ۷ رمضان ۱۳۵۵ھ کو ٹھیک طلوع آفتاب کیوقت اوسکو شرعاً بالغ سمجھا جائیگا پس اگر اوس باکرہ نے اوسیوقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کر دیا تب تو اوسکا اعتبار ہوگا ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر کی تو خیار بلوغ باطل ہوگیا اور اسیطرح ثیبہ نے یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح لازم ہوجائیگا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب قمری سال سے کیا جاوے انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں ۱۲ منہ

کہدے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں چاہے اوسوقت کوئی اوسکے پاس موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے۔ البتہ اگر کھانسی یا چھینک وغیرہ کیوجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہ ہوئی یا کسی نے جبراً منہ بند کردیا ہو تو اس مجبوری کیوجہ سے جو تاخیر ہوجائے اوسکے باعث خیار باطل نہیں ہوتا اور بدون کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو یہ اختیار باطل ہوگیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا اگر غلط بیانی کرکے نکاح فسخ کرالیگی تو عنداللہ فسخ نہ ہوگا اور سخت گنہگار ہوگی۔ وتیز باکرہ کو اسکی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم ازکم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنائے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام آویں اور گواہ بنانیکا تفصیلی حکم عنقریب بعنوان فائدہ موعودہ آویگا اوسکو ضرور دیکھ لیا جاوے۔

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[1] **ہے** تو پھر اوسکو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جبتک رضامند نہ ہوگی اوسوقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جاوے صرف خاموش رہنے کیوجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے کہدیگی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام[2] ایسا کریگی جس سے رضامندی پائی جاوے تو اختیار باطل ہوجائیگا۔

اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جبتک قولاً یا فعلاً[3] منظور نہ کرے اوسوقت تک اختیار باقی رہتا ہے۔ پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہدیا کہ یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ یہ بالکل تنہائی میں یا آہستہ کہنے کیوجہ سے کسی نے بھی نہ سنا ہو۔ اسیطرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت آئی ہو تب خیار فسخ نہیں رہتا ۔

(۴۲)

اور یہ سب تفصیل جب ہے جبکہ بلوغ سے پیشتر اوسکو نکاح کی اطلاع ہوچکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہوگا اور لڑکی لڑکے کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اوس سب کا لحاظ خبر ملنے کے وقت سے کیا جائیگا۔

فائدہ موعودہ

باکرہ لڑکی بالغ ہونے پر جب نکاح نامنظور کرے تو اوسکو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیساکہ پیشتر گذرچکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اسواسطے تفصیل لکھی جاتی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ اشہاد یعنی گواہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ جسوقت بالغ ہوئی ہے اوسوقت

باکرہ کے خیار بلوغ میں گواہ بنانیکی ضرورت اور اوس کی تفصیل

---

[1] ثیبہ وہ ہے جس سے ہمبستری ہوچکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اس سے پیشتر کسی اور خاوند سے ۱۲ منہ

[2] مثلاً اوس کی رضامندی سے خاوند نے بوسہ وغیرہ لے لیا یا ہمبستری کرلی ۱۲ منہ ۔

[3] فعلاً منظور کرنے سے مراد وطی یا اوسکے دواعی وغیرہ ہیں ۱۲ منہ ۔

اگر اوس کے پاس گواہ موجود ہیں تب تو اوسیوقت اوسکو کہدینا چاہیے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔

دوسری صورت یہ کہ وسوقت گواہ پاس نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظور کرکے گواہونکو بلالیا جاوے یا خود اونکے پاس چلی جاوے اور گواہ چاہیے جلدی ملجاویں یا دیر میں بہردوصورت اونکے سامنے یہی کہنا چاہئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں یہ ہرگز ظاہر نکرے کہ تھوڑی دیر ہوئی بالغ ہوچکی ہوں حتی کہ اگر گواہ صراحتہً بھی دریافت کریں کہ تو کب بالغ ہوئی ہے تب بھی مفصل واقعہ ذکر نہ کرے بلکہ یہی جواب دے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اتنا کہدے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح کو توڑدیا ہے کیونکہ مفصل واقعہ گواہوں سے ظاہر کردیگی تو اونکو گول مول گواہی دینا جائز نہ ہوگا اور تفصیلی شہادت دی تو یہ شہادت اوسکے حق میں مفید نہ ہوگی اور مجمل واقعہ سنکر گواہی دینا جائز ہے اونکو نہ اسکی ضرورت ہے کہ تفصیل دریافت کریں نہ اسکا حق ہے۔

پھر قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین صورتیں ہیں۔

اوّل اگر قاعدہ کے موافق گواہ ہوچکے ہیں تب تو قاضی یا اوسکے قائم مقام کی عدالت میں یوں درخواست پیش کرے کہ میں فلاں روز بالغ ہونے پر نکاح کو نامنظور کرچکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں گواہ ہیں اسواسطے میرا نکاح فسخ کردیا جائے اس درخواست پر شہادت کے بعد تفریق ہوجاویگی۔

دوم۔ اگر کسی کو معتبر گواہ میسر نہ ہوں یا گواہوں سے اس قسم کی تفصیل ظاہر کردی جس سے اونکو مفید گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ حتی الوسع جلد درخواست پیش کرے اور درخواست میں یہ ظاہر نہ کیا جاوے کہ کب بالغ ہوئی ہے بلکہ صرف اتنا کہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کردیا ہے لہذا فسخ کا حکم دیدیا جائے اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہو تب بھی نہ تبلاوے اگر بتلادیا تو پھر تفریق نہوسکیگی۔

سوم۔ ایک صورت درخواست کی یہ ہے کہ صاف یوں کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں اس صورت میں نہ کسی گواہ کی حاجت ہے نہ حلف کی بلکہ بدون شہادت اور حلف ہی قاضی اس درخواست کو قبول کرکے نکاح کو فسخ کردے۔

ف ایک امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں یعنی جب گواہ ہوچکے ہوں تو اس سے ایک ماہ تک درخواست کی مہلت ہے اگر ایک ماہ گذر گیا تو خیار فسخ جاتا رہا اور دوسری صورت میں حتی الوسع جلدی کرنا لازم ہے لیکن اس تعجیل کی کوئی خاص تحدید کتب فقہ میں باوجود تلاش کے نہیں ملی البتہ خلاصۃ الفتاوی کی ایک روایت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ چند روز تک مقدمہ پیش نہوا تو خیار ساقط ہوجاویگا۔ اور تیسری صورت کا حکم بھی قواعد سے وہی معلوم ہوتا ہے جو دوسری صورت کا۔ تنبیہ چونکہ اس حاشیہ کا یہ سب مضمون قواعد سے لکھا گیا ہے۔ اس لئے عمل کیوقت احتیاطاً اپنے کسی معتقد فیہ عالم محقق سے بھی دریافت کرلینا ضروری ہے۔ ١٢ منہ

قاضی کے یہاں درخواست دینے کی صورتیں (٣٣)

(**تنبیہ**) اگر حقیقۃً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہدیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں تب تو اوسکو جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اصل واقعہ چھپا لیوے اور یہ کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور اگر بلوغ کے بعد اس کہنے میں ذرا بھی دیر کردی تھی تو خیار فسخ باطل ہوگیا اب اگر ایسا کرے گی تو یہ حیلہ شہادت اور درخواست کے قبول ہونیکا حیلہ کرے۔ اگر حیلہ کریگی آخرت کنا ہگار ہوگی۔

خیار کفاءت

غیر کفو میں نکاح ہونیکی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح بالکل باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہوجاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہوجاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے یہاں اصل مقصود تو اونہیں صورتوں کا بیان کرنا ہے جنمیں خیار فسخ ہو کیونکہ قضائے قاضی کی ضرورت صرف اونہیں میں پڑتی ہے مگر ہم تتمیم فائدہ کے لیے سب صورتیں درج کرتے ہیں اور ہر ایک کا جدا گانہ حکم لکھتے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے ؛

پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ[1] کے غیر کفو میں نکاح کرلے اس صورت میں فتوی اسپر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتیٰ کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے۔ لہذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے اگر کریگی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہیگی ؛

(**فائدہ**) اسی سے اوس صورت کا بھی حکم معلوم ہوگیا جسمیں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونیکا علم نہ ہو اور کفو ہونیکی شرط کرکے یا بلاشرط نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اوس سے الگ ہوجائے کیونکہ قول مفتی بہ کے موافق غیر کفو سے بدون اذن ولی نکاح درست نہیں ہوتا تو جسوقت اسکا غیر کفو ہونا ظاہر ہوگیا اوسوقت ثابت ہوگیا کہ نکاح اوّل ہی سے باطل تھا ؛

دوسری صورت یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کردیا ہو یا باپ دادا نے کیا مگر وہ معروف[2] بسوء الاختیار یا فاسق متہتک ہو یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں

ف رہا یہ کہ اگر قاضی نے اوسکی دروغ بیانی پر دھوکہ کھاکر نکاح فسخ کردیا تو کیا حکم ہوگا اسکی تحقیق اصل رسالہ میں خیار بلوغ کے ختم پر موجود ہے علماء کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتی ہے ۱۲ منہ

[1] اور اگر عصبہ نہ ہونے کی حالت میں کسی اور کو ولایت نکاح پہنچتی ہو تو بالغہ کو نکاح بغیر الکفو میں اوسکے اذن کی حاجت نہیں ۱۲ منہ ؛

[2] معروف بسوء الاختیار اور فاسق متہتک کے معنی خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گذر چکے ہیں وہاں دیکھ لئے جاویں ۱۲ منہ

بھی نکاح بالکل باطل ہے۔

تیسری صورت یہ کہ باپ یا دادا نے بدرستی ہوش وحواس نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہے اور وہ باپ دادا نہ فاسق متہتک ہو نہ معروف بسوء الاختیار اس صورت میں نکاح لازم ہوجاتا ہے اس نکاح کو فسخ کرانے کا بھی اختیار نہیں ہے۔

اور یہ حکم عام ہے خواہ باپ دادا کو بوقت نکاح عدم کفاءت کا علم تھا یا نہ تھا۔ بہر دو صورت نکاح صحیح اور لازم ہوجاتا ہے البتہ اگر دوسری صورت یعنی عدم علم کی صورت میں کفاءت کی شرط پر نکاح کیا ہو تو اوسکا حکم جدا ہے جو صورت ششم میں آتا ہے ✤

چوتھی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی عدم کفاءت کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہوا حکم اسکا یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہوجاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا یہ حکم سب اولیاء کے لئے عام ہے خواہ باپ دادا ہوں یا اونکے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور باپ دادا کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کیلئے محض اسکا سکوت کافی ہوگا اور اگر لڑکی ثیبہ ہے یا باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازت صریحہ کی ضرورت ہے محض سکوت کافی نہیں۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی کسی ایسے شخص سے ہوا جسکی کفاءت کا حال معلوم نہ تھا لیکن بوقت نکاح کفاءت کی شرط کرلی تھی یا صراحۃً شرط تو نہ کی تھی مگر غاوند کیطرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اسپر اعتماد کرکے نکاح کردیا ہو پھر خلاف ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے حکم اس صورت کا یہ ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اس کے ولی کو بھی۔ **لیکن** اگر یہ عورت ہنوز باکرہ ہو تو اوس کا خیار سکوت سے باطل ہوجاویگا یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہدیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہیگا اور بذریعہ حاکم مسلم فسخ کراسکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو خیار فسخ باقی نہ رہیگا۔

یہ حکم اوسوقت ہے جبکہ لڑکی ہنوز باکرہ ہو اور اگر **ثیبہ** ہوچکی ہے تو اسکے سکوت سے خیار باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ جبتک صراحۃً یا دلالۃً رضا نہ پائی جائے اوسوقت تک اختیار باقی رہیگا ✤

اور یہی حکم ہے ولی کا کہ اوسکا خیار فسخ بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحۃً یا دلالۃً رضا کی ضرورت ہے۔ اور دلالۃً رضا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرلے۔

ــه مثلاً شوہر لمس وتقبیل وغیرہ کرے یا مہر ونفقہ ادا کردے اور زوجہ اوس کو لمس وتقبیل وغیرہ پر قدرت دے یا مہر وغیرہ قبول کرے تو یہ دلالۃً رضا ہے ۱۲ منہ

چھٹی صورت یہ کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اوس کے باپ یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جس کو اوس کے بیان کی بناء پر کفو سمجھا گیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کر لی گئی تھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے تو اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے۔ اگر اوس نے فسخ نکاح کرا دیا تو فسخ ہو جاویگا اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہو جائیگا اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اوس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہیگا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہو جائیگا اس لئے بالغ ہونے کے بعد نکاح لازم ہونے کیواسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے اگرچہ دوسرا ابقائے نکاح پر رضامند ہو جاوے۔

واللہ تعالیٰ علمہ اتم واحکم ؕ

بحمدہ تعالیٰ تتمہ کا خلاصہ ختم ہوا اب ضمیمہ کا خلاصہ آتا ہے ؕ

خلاصۃ (۳۶)

حکم الازدواج

مع

اختلاف دین الازواج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اختلاف نکاح سے پہلے ہی موجود ہو۔ دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہو جائے ؕ

عــه اسی طرح مجنون و مجنونہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ۱۲ منہ ؕ

عــه اگر کفاءت کی شرط نہ کی تھی اور نہ زوج نے اپنا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ دادا نے محض اپنے گمان سے کفو سمجھ کر نکاح کر دیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں تو اس صورت میں خیار کفاءت ہونے یا نہ ہونے میں باوجود تتبع اور مراجعت علماء کے کوئی امر منقح نہ ہو سکا اور ہمیں قواعد سے رجحان اسکو معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں خیار فسخ نہ دیا جاوے مگر عمل کے وقت اہل علم اون جزئیات کو دیکھکر جنکا حوالہ تتمہ کے حاشیہ پر درج ہے کسی جانب کو خود ترجیح دیں ہماری ترجیح پر نہ رہیں ۱۲ منہ ؕ

پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال جائز نہیں خواہ کفر کی کوئی
قسم ہو اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی
یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اوس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کیساتھ ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ عام اقوام یوروپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب دہریہ نہو
بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم ازکم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ یا نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت
اختیار نہ کی ہو۔

جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اوس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے
لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور بہت مفاسد پر مشتمل ہے۔ اسی لئے
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے
منع فرمادیا تھا۔ اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانۂ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آجکل جسقدر
مفاسد ہوں کم ہیں بالخصوص موجودہ اقوام یوروپ کیساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل
ہی اونکے دین اور دنیا کو تباہ کر دینے والے ہیں جنکا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد زوجین کا یا اون میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جائے
اوس کے چار احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہوگئے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہوگئے۔

ان دونوں احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ بعینہٖ قائم رہتا ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پر باقی رہے
اس کے دو جزو ہیں۔

ایک یہ کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے اسکا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح
پر کوئی اثر نہ پڑیگا بحالہ قائم رہیگا گو وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے مثلاً
یہودیہ سے نصرانیہ ہو جائے یا بالعکس۔ اسی طرح اگر ایسا ہوا کہ جسوقت مرد مسلمان ہوا ہے اوسی

عـــه گو ان دو احتمالوں میں اختلاف مذہب صادق نہیں آتا مگر استیعاب احکام کیلئے اونکو بھی بیان کردیا گیا ۱۲ منہ

عـــه بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو پس اگر اسلام سے پھر کر کتابیہ ہوگئی تھی تو بغیر اسلام لائے اس عورت سے

وقت مجوسیہ بیوی نے اہل کتاب کا مذہب قبول کرلیا اس صورت میں بھی نکاح پر کوئی اثر نہ پڑیگا۔
البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلام زوج کے بعد مجوسیت اختیار کرلی تو نکاح ٹوٹ جائیگا۔
اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اسمیں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ دارالاسلام میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کرے تو نکاح بحالہ قائم رہیگا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کردے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کردیا جائے۔ اور اگر واقعہ دارالحرب میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کردینے کے قائم مقام ہوجاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہوا اور تین حیض اسی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہوجائیگا

دوسرے جزو کا حکم

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہوجائے اور خاوند کفر پر باقی رہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اسکا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہوجائے تو نکاح بحالہ قائم رہیگا۔ اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں فوراً تفریق کردے۔
اور اگر واقعہ دارالحرب کا ہے تو عورت کو تین حیض گذر جانا ہی انکار اسلام کے قائم مقام ہوجاویگا اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہوجائیگی۔

(۳۸)

عدت کا حکم

(بصورت اسلام احد الزوجین)

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دارالاسلام میں ہوں اور عرض اسلام کے بعد تفریق کیگئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے اور اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں دارالحرب میں ہیں اور اس لئے عرض اسلام نہ ہوسکا بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اوس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب نہیں۔ اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اوسپر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا

عــه یعنی میاں بیوی دونوں دارالاسلام میں ہوں اور اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں تو تفریق قاضی نہیں ہوسکتی بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہوجاویگی یعنی خود بخود نکاح جاتا رہیگا ۱۲ منہ
عــه یعنی اسکو اسلام کے بعد اوس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کرلینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضائے عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ سے نکاح جائز نہ ہوتا ۱۲ منہ

عــه البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس کو نکاح جائز نہیں

جاوے امام طحاویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوجائے اس کے دو جزو ہیں۔ ایک خاوند کا مرتد ہوجانا۔ دوسرے زوجہ کا مرتد ہوجانا دونوں کے احکام جدا جدا درج ذیل ہیں اور اس چوتھے احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔

ف زوجین کے اختلاف مذہب کی پہلی صورت اور دوسری صورت کے ان چار احتمالوں میں سے اول کے تین احتمالوں کے احکام میں تو کوئی خفا و اختلاف نہ تھا اس لئے اونکا مسودہ سب حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفا کیا گیا اور چوتھے احتمال کی بعض صورتوں کے حکم میں کچھ خفا و اختلاف تھا اس لئے صرف اس احتمال کے احکام کو پیش کر کے سب حضرات کے دستخط حاصل کئے گئے ہیں۔

حکم ارتداد شوہر

اگر کسی عورت کا شوہر معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہوجائے تو باجماع ائمہ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اوس کا نکاح خود بخود فسخ ہوجاتا ہے قضاء قاضی اور حکم حاکم کی بھی کوئی ضرورت نہیں اور یہ ارتداد شوہر خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں۔ اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے نیز اوس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے۔

حکم ارتداد زوجہ

بعض لوگوں نے مسائل نہ جاننے کے سبب یہ سمجھ رکھا ہے کہ اگر کوئی عورت مرتد ہوجائے تب بھی نکاح فسخ ہوجائیگا۔ اور اسی بناء پر محض ناواقفیت سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے کہ اس نالائق کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں تک کہ بعض کمبخت عورتوں نے اسکو خاوند سے رہائی حاصل کرنے کا سہل علاج سمجھ لیا اور ارتداد کی بلاء عظیم میں مبتلا ہو کر اپنی عمر بھر کے اعمال صالحہ برباد کردیئے حالانکہ شرعی طور پر پھر بھی اونکا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ لازم ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح کر کے پہلے ہی خاوند کے ساتھ رہے

چنانچہ تفصیل ذیل سے معلوم ہوگا۔

وہ تفصیل یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں۔

ایک ظاہر الروایۃ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح توفوراً فسخ ہوجائیگا لیکن پھر اسکو حبس وقید کرکے تجدید اسلام پر بھی اور اس پر بھی مجبور کیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے جیساکہ قاضی خان اور عالمگیری اور درمختار و شامی میں اس کی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اوس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اول سے تجدید نکاح پر بزور حکومت مجبور کیا جائیگا خواہ اوس کے مرتد ہونے کی غرض خاوند اول سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً اوس کے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اوس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا (کما صرح بہ الشامی)۔

دوسرا قول مشائخ بلخ وسمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد ابو النصر دبوسی اور ابو القاسم صفار وغیرہم کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح میں رہتی ہے۔

تیسرا قول وہ نوادر کی روایت ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ سے کہ یہ عورت (دار الاسلام میں بھی) کنیز بناکر رکھی جائیگی اور اس کے خاوند کا قبضہ اس پر بدستور سابق باقی رہیگا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہوجائے تو اوس کے نکاح کے بارہ میں حنفیہ کے تین قول ہوئے۔ ایک یہ کہ نکاح فسخ ہوجاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اوس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا اور کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائیگا۔ (وھو ظاہر الروایۃ)۔

دوسرا یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن وشوہی رہینگے۔

تیسرا یہ کہ عورت کو کنیز بناکر رکھا جائے گا۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح

ے تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہوکر دار الحرب میں چلی جاوے یا دار الحرب میں ہی مرتد ہو تو اوسکو کنیز بنانے پر ظاہر الروایۃ بھی متفق ہے نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف اس میں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں ۱۲ منہ ے لیکن اس روایت پر فتوے دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جاوے۔ جیساکہ متن میں بھی تحت عنوان بعض مسائل ضروریہ عنقریب آتا ہے ۱۲ منہ۔

تفصیل روایات

(۴)

تمام روایات کا متفق علیہ حکم

سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ نکاح کرے۔ اس لئے یہ بات متفق علیہ ہوگئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کا ہرگز اختیار نہ ہوگا ؀

اب ہندوستان میں بحالت موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دیدینے کے بعد پھر تجدید نکاح پر مجبور کرنیوالی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اس لئے پہلے قول یعنی ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالت موجودہ غیر ممکن ہوگیا کیونکہ اوس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرے اجزو یعنی تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں۔

اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایۃ سے بھی زیادہ مشکل بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے اس لئے اب بجز اس کے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کو اختیار کرکے اوسی پر فتوے دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا۔

اور صاحب نہر کو اگرچہ اون مشکلات کا سامنا نہ تھا جو آج ہم پر گذر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اسی روایت پر فتوی دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں۔

اور علامہ شامی بھی اس فتوی کی مخالفت نہیں کرتے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایت نوادر پر قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے اور جب اوس پر قدرت نہ ہو تو اونکے نزدیک بھی مشائخ بلخ وسمرقند کے قول پر فتوی دینا متعین ہے اسی طرح دوسرے فقہاء بھی اس قول کو نقل کرکے تردید نہیں کرتے

پس ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کے موافق یوں فتوے دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے۔

بعض مسائل ضروریہ

مسئلہ نمبر ۱ ۔ مشائخ بلخ کے قول کے موافق جبکہ بقاء نکاح کا فتوی دیا جائے تو ساتھ ہی اس

ؐ اسی طرح روایت نوادر یعنی استرقاق کی صورت میں بھی گو قبضہ خاوند کا اسپر ہوجائیگا لیکن استمتاع کو جائز نہ ہوجاویگا جیسا کہ امتہ مشترکہ سے باوجود قبضہ مالکانہ کے استمتاع جائز نہیں ۱۲ منہ ؀

اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ تجدید اسلام کے قبل شوہر کے لئے اس مرتدہ سے استمتاع یعنی جماع اور اوس کے دواعی مثلاً تقبیل ولمس بالشہوۃ وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور کتابیہ کا استثنا جو آیت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب میں وارد ہے۔ اوس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے وہ مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کر لیا ہو۔

اور قول مذکور پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالت کفر میں صحبت وجماع ودواعی جماع بھی جائز رہیں۔ فقہ احناف میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود صحت نکاح وبقاء نکاح کر جماع ودواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے موطوءہ بالشبہتہ کہ اوسکا نکاح بدستور سابق قائم ہے مگر انقضائے عدت تک اوس سے ہمبستری وغیرہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حاملہ من الزنا اگر غیر زانی سے نکاح کرے تو گو نکاح صحیح ہوجاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی ؂

مسئلہ نمبر ۲ ۔ حلت استمتاع کے لئے تجدید اسلام کا شرط ہونا آیت مذکورہ اور اجماع وغیرہ سے مسئلہ اولیٰ میں ثابت ہوچکا ہے پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر الروایۃ کے موافق تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں۔ مگر مشائخ بلخ کے قول پر تجدید نکاح شرط نہیں ؂

لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایت کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں۔ لہذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جاویگا کہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ ۔ صورت مذکورہ میں تجدید نکاح کے لئے انقضائے عدت ضروری نہیں (کما ھو ظاہر) لیکن تھوڑا سا مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم نہ ہو۔ جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے۔ اور مہر سابق کا بدستور واجب فی الذمۃ رہنا ظاہر ہی ہے

خلاصہ فتوےٰ

اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتوے کا یہ حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ اور نکاح میں رہیگی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں۔

لیکن جب تک تجدید اسلام کرکے تجدید نکاح نہ کرے اوس وقت تک اس کی ساتھ

جماع اور دواعی جماع کو جائز نہ کہا جاویگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو المستعان وعلیہ التکلان ؛

خاتمۃ الخلاصہ

یہ رسالہ حیلۂ ناجزہ اور اوس کے تتمہ المختارات اور ضمیمہ حکم الازدواج کا خلاصہ ہے اب اون علماء کرام کی تصدیقات تینوں رسالوں کے متعلق جدا جدا ذیل میں درج کی جاتی ہیں جو اصل رسائل مذکورہ کی ترتیب وتہذیب اور تصحیح وتنقیح میں شریک رہے ہیں ؛

تصدیقات متعلقہ حیلۂ ناجزہ

از امداد العلوم تھانہ بھون

الحمد للہ وکفیٰ۔ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ وبعد فقد طالعت ھذہ الرسالۃ الغریبۃ ؛ وملأت عینی بانوار تلك اللآلی النضیدۃ فوجدتہا فریدۃ فی الباب ؛ ودرۃ یتیمۃ اخرجت من لجۃ العباب ؎

منہا الحیاۃ لکل حی میت	منہا المہمات لکل قول زور
منہا البیاض لکل قلب سوح	منہا السواد لکل عین ضریر

وللہ در شیخنا فقد بالغ فی التحقیق والتنقیر ؛ وبذل جہدہ فی التسہیل علی الامۃ المظلومۃ والتیسیر ؛ جعل اللہ ھذا السعی مشکورا ؛ وھذا العمل مقبولا مبرورا ؛ وصلی اللہ علیٰ سیدنا و

مولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ؁

کتبہ بقلمہ اذل الخدام واحقر الغلمان ظفر احمد
التھانوی تغمدہ اللہ بالغفران والرضوان ؁ ؁

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ گذارش ہے کہ اس رسالہ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے اور اس کا جامع مانع اور بیحد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہیں۔ اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بے ساختہ کہہ اوٹھتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

درحقیقت امت مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے مجمع کمالات کا محتاج تھا آپ نے جس انتہائی غور وخوض کو ایک عرصہ دراز تک اس تحقیق وتصنیف میں مبذول فرمایا ہے اوس کا کچھ اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کو زمانہ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو۔ حضرت والا نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی۔ حق تعالےٰ حضرت والا دامت برکاتہم کے سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے آمین ثم آمین ؁

(۴۴)

اب اہل ضرورت سے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہذا میں جو قیود وشرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت اون کو خوب پیش نظر رکھیں اور پوری طرح اون کی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لیکر اتباع ہوا میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز حضرات ارباب فتوی کی خدمت فیضدرجت میں التماس ہے کہ فتوی کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرماویں۔ وھو الموفق للخیر والعاصم عن کل ضیر۔

الملتمسان

سراج احمد عفی عنہ	کمترین خدام کہترین غلام احقر عبدالکریم عفی عنہ
مدرس خانقاہ امدادیہ	از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۲۶ رمضان مبارک ۵۲ھ	۲۶ رمضان مبارک ۵۲ھ

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اما بعد ہم نے بامعان نظر وخوض تام اس فتوے **الحیلۃ الناجزۃ** کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سُنا ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہہ کو جو علاوہ ظاہری و باطنی علوم کی مہارت تامہ کے احوال زمانہ ومشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں۔ یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لئے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمالیں کیونکہ بوقت ضرورت شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے بناءً علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتوے ہم جیسوں کی تائید وتصحیح کا اصلاً محتاج نہیں لیکن تحصیلاً للخیر والثواب ان مسائل کی تائید و تصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے اس فتوی میں جس تحقیق وتدقیق واحتیاط سے کام لیا ہے وہ منت کش بیان نہیں۔ ہم صمیم قلب سے جناب باری عزاسمہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت اقدس کو بایں فیوض وبرکات تادیر مسترشدین کے رؤس پر سلامت رکھے آمین۔

ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی مساعی جمیلہ تاقیامت امت مرحومہ میں مشکور رہیں گی

فجزاھم اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین

عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۲ سنہ ہجری	بندہ عبد الرحمٰن عفرلہ (مدرس اوّل) مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۲ سنہ ہجری	محمد زکریا (کاندھلوی) عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	محمد اسعد اللہ عفا عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

از دار العلوم دیوبند

ہم سبھوں نے رسالہ (الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ) کو بغور و تدبر سُنا۔ یقیناً ہما۔۔۔ دیار ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اس کے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علماء مذہب حنفی رسالہ ہذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار دیدیں اور اس پر فتوی دیں۔ قرون سابقہ میں بھی علماء حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں ضروریات وقتیہ کی بناء پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور ان کے معاونین کی مذکورہ بالا مسائل میں مساعی بلیغہ اور انتہائی جدوجہد بے شک و بلا شبہ قابل ہزارہا ہزار تشکر و تحسین ہیں۔ اللہ تعالے ان کو ہر دو جہان میں جزاء خیر عطا فرمائے آمین۔

العبد	العبد	العبد	العبد
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ (صدر مدرس)	عبد السمیع غفرلہ (مدرس)	محمد رسول خان عفا اللہ عنہ (مدرس)	بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ (مدرس)
العبد	العبد	العبد	العبد
احقر العباد محمد طیب (مہتمم)	بندہ سید محمد مبارک علی غفرلہ (نائب مہتمم)	ریاض الدین عفی عنہ (مدرس)	بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ (مدرس حدیث)
العبد	العبد	العبد	
مسعود احمد عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند (نائب مفتی)	بندہ محمد شفیع عفرلہ خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند	محمد اعزاز علی امروہی (شیخ الفقہ والادب) ۸ جمادی الاولی سنہ ۱۳۵۲ ہجری	

تصدیقات متعلقۂ المختار

نظرنا فی التتمۃ فوجدناہا صحیحۃ

اشرف علی الحنفی عفی عنہ للحادی عشر من رمضان سنہ ۱۳۵۲ھ

العبد الضعیف	العبد النحیف
محمد شفیع غفرلہ خادم دار الافتاء بدیوبند	سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ

لقد تشرفت بمطالعۃ ہذہ التتمۃ ؛ فوجدتہا درۃ یتیمۃ ؛ وحسناء وسیمۃ ؛ فللّٰہ در من اخرجہا واستخرجہا ؛ وزینہا ووشحہا وبہجہا ؛ جزاہ اللّٰہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء واحسنہ ؛ ورزقنی وایاہ عیشۃ مرضیۃ وعاقبۃ حسنۃ ؛

وانا العبد المنیب ظفر احمد عفا اللّٰہ عنہ ۲۹ رمضان سنہ ۵۲ھ

تصدیقات متعلقۂ حکم الازواج

مہر

مدرسۂ امداد العلوم

تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

از امداد العلوم تھانہ بھون

الاحکام کلہا صحیحۃ

اشرف علی

۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ھ

عورت کے مرتد ہونے سے فسخ نکاح نہ ہونے پر جو کچھ جناب مفتی صاحب مدفیوضہم نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اس تحقیق انیق کی خاص جامعیت اور ضرورت کو دیکھ کر بیساختہ دل سے نکلتا ہے۔ للّٰہ در المجیب حیث اجاد واصاب۔ فیما افاد واجاب۔

کمترین خلائق احقر عبد الکریم گمتھلی عفی عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ ۲۶ رمضان سنہ ۵۲ھ

طالعت ہذہ الضمیمۃ الفخیمۃ وتشرفت بتوسم ہذہ الدر الیتیمۃ فللّٰہ در من اخرجہا من الصدف الانیق ؛ واستخرجہا من البحر العمیق ؛ وانہ موافق لجمیع ما فی الباب وسرکو بضم ہذہ الضمیمۃ باصل الکتاب

واللّٰہ اعلم بالصواب ؛

حررہ بقلمہ العبد المنیب ظفر احمد عفا عنہ

۲۶ رمضان سنہ ۵۲ھ

از دار العلوم دیوبند

بالکل صحیح و درست ہے۔
فقیر سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ (مورخہ ۵ جمادی الاولیٰ ۵۲ھ)

الجواب صحیح
حسین احمد غفرلہ

الجواب صحیح
بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبد السمیع عفی عنہ

الجواب صحیح
مسعود احمد عفا اللہ عنہ

المجیب مصیب
ریاض الدین عفی عنہ

احقر العباد
محمد طیب غفرلہ

بندہ
سید محمد مبارک علی غفرلہ

از مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم
۱۲ رمضان مبارک ۵۲ھ

الجواب صواب
بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
محمد زکریا کاندھلوی مدرس مدرسہ مظاہر علوم

بندہ محمد اسعد اللہ عفا عنہ

الراقم ــــــــــــــــ مؤلف

(وھم الذین لخصوا الرسائل الثلث)

فہرست مضامین المرقومات للمظلومات

جو خلاصہ ہے الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ اور المختارات فی مہمات التفریق والخیارات اور حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج کا

عہ (۴۹) اس فہرست میں مجموعہ کتاب کے سلسلہ کے صفحات نہیں لئے گئے بلکہ جنکی ابتداء المرقومات سے ہوئی ہے اور جو ہر صفحہ کی بازو میں درج ہیں وہ لکھے گئے ہیں ۱۲ منہ

تم الفہرس

۵۱

مختصر فہرست مطبوعات دار الاشاعۃ دیوبند

نفحۃ الیمن مع حاشیہ جدیدہ

از مولانا مولوی محمد شفیع

صاحب مفتی دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور
ادب عربی کی نہایت عمدہ اور دلچسپ کتاب ہے اور عام طور پر داخل درس ہے لیکن اسوقت تک اسپر کوئی مفصل حاشیہ نہیں تھا اس لئے مولانا موصوف نے خصوصیات ذیل کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ حاشیہ لکھا جو انشاء اللہ تعالی مستقل شرح کا کام دیگا اور طلباء کے لئے ادب کی مہارت پیدا کرنے میں کافی مدد دیگا۔ قیمت نادرس (۱۰/) قیمت کامل [illegible]

خصوصیات حاشیہ

(۱) لغات مشکلہ کا نہایت واضح حل کیا گیا ہے (۲) مشتقات کے ماخذ اشتقاق کیساتھ اور ابواب وصلات بیان کرنے کا بھی التزام کیا ہے (۳) حل ترکیب میں مبتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے ہر ایسی ترکیب کو بیان کر دیا ہے جسمیں مبتدی کو اشکال پیدا ہوسکتا تھا (۴) تحقیق لغات وغیرہ میں تمام معتبر و مستند کتب لغت و عربیت سے مدد لیگئی ہے (۵) حکایات و امثال کے مطالب کی پوری توضیح کیگئی ہے شروع میں ایک مقدمہ لغۃ عرب کے فضائل میں لکھا گیا ہے اور جناب محشی کے عربی قصائد اور اشعار جمع کئے گئے باوجود ان تمام اوصاف کے قیمت حسب سابق صرف دو روپیہ [illegible]

توضیح تلویح

بحاشیہ مولانا عبد الحکیم وابنہ مولانا عبد اللہ اللبیب

(مسمی بالتصریح)

حنفیہ کے اصول فقہ کی مستند اور نہایت مشہور کتاب ہے عموماً مدارس اسلامیہ میں داخل درس ہے لیکن قسمت سے ہندوستان میں آجتک صحیح اور عمدہ چھپنے کی نوبت نہیں آئی جتنی مرتبہ طبع ہوئی نہایت مسخ اور غلط چھپی اور ایک مدت سے وہ نایاب ہوگئی اور تعلیم و تعلم میں سخت دشواریاں پیدا ہوگئیں حق تعالی کا شکر ہے کہ اسنے ہمیں اس خدمت کی توفیق دی اور شرح اور متن دونوں کے قدیم نسخے بہم پہنچا کر بصرف کثیر اسکی تصحیح میں پوری کوشش صرف کی نیز مولانا عبد الحکیم اور ان کے صاحبزادے مولانا عبد اللہ اللبیب کا حاشیہ "تصریح"، نامی اسپر درج کیا جو باتفاق علماء تلویح کے تمام حواشی میں بہترین اور بے نظیر ہے جسمیں کتاب کے حل کیساتھ ہر مسئلہ پر ایسی محققانہ مباحث ہیں جو خاص اسی حاشیہ کا حصہ ہیں۔ یہ حاشیہ اسوقت تک بالکل نایاب تھا مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دار العلوم دیوبند نے اس کا ایک نسخہ بہم پہنچایا مگر وہ اسقدر غلط تھا کہ مطلب نکالنا دشوار تھا مولانا موصوف نے علماء راسخین اور کتب فن کی طرف مراجعت کرکے تابمقدور اسکو صحیح کیا۔ اس کی جلد اول تا آخر مقدمات اربعہ طیار ہے لکھائی چھپائی کاغذ نہایت نفیس صفحات ۵۲۸ صفحات کاغذ سفید (للعہ) کاغذ بادامی (للعہ) چونکہ اس سے زائد کسی مدرسہ میں داخل درس نہیں اسلئے دوسری جلد اسوقت طبع کیجائیگی جب اسکی اڑہائی سو (۲۵۰) فرمائشیں آجائیں گی ؎

اسماء رجال طحاوی مصنفہ علامہ عینی

یہ وہ گوہر نایاب ہے جو تمام دنیا میں صرف ایک جگہ قلمی تھا خدا کا شکر ہے کہ ہماری سالہا سال کی کوشش بار آور ہوئی اور یہ نایاب چیز ہمارے ہاتھ آگئی اور اب بعونہ تعالی یہ ہماری عرقریزی اور زرافشانی کا نتیجہ کتابی صورت میں آپ کے ہاتھ میں آتا ہے۔ خدا کرے کہ علماء اسکی قدر کریں مزید نفع کیلئے اوسکے حاشیہ پر تین اور نایاب رسالے چڑھا دئے گئے ہیں ایک الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی المجددی الدہلوی دوسرا رسالہ کتاب الضعفاء الصغیر تیسرا رسالہ تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفۃ قیمت ہرسہ رسائل (سے ر)

تیسیرالمبتدا

مع اربع حواشی غایۃ التحقیق محشی و بحرالعلوم و حاشیہ ملاحسن وحواشی متفرقہ قیمت (۱۰؍)

تیسیرالساری علی اطراف البخاری

امام بخاری ایک ہی حدیث کو مختلف ابواب میں مختلف طرق مختلف الفاظ کیساتھ لاتے ہیں جو تمام کتاب کے وسیع دریا میں پھیلے ہوئے ہیں ان سب کا جمع کرنا متقدمین کیلئے بھی سہل نہ تھا ادہر یہ بھی ظاہر ہے کہ جبتک ایک حدیث کے جمیع طرق جمع نہ کرلئے جائیں حدیث کے صحیح مضمون کا پتہ چلنا دشوار ہوتا ہے اور اکثر شبہات وتعارض وغیرہ جو کسی ایک طرق کے دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں وہ دوسرے طرق سے خود بخود رفع ہوجاتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب نے اس مشکل کو آسان کردیا اور ایک حدیث بخاری میں جس جس جگہ آئی ہے اون سب مواضع کو حوالجات ابواب بقید صفحات دیدیئے ہیں۔ مزید نفع کے لیئے صحیح بخاری کی دوسری شرح فتح الباری اور عمدۃ القاری کے صفحات بھی لکھدیئے۔ ضخامت ۲۸۴ صفحات طباعت و کاغذ عمدہ۔ قیمت صرف تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ؍)

مقامات حریری

بحاشیہ مولانا محمد ادریس صاحب سابق مدرس دارالعلوم

دیوبند یہ حاشیہ درحقیقت ایک مفصل شرح کا کام دیتا ہے جسمیں (۱) کتاب کا نہایت سلیس حل کیا ہے (۲) مفرد کے جمع اور جمع کے مفرد بتلا دیئے گئے ہیں (۳) ابواب مصادر اور صلات افعال اور طریق استعمال بھی بتلایا گیا ہے (۴) معنی حقیقی اور مجازی میں مناسبت اور مترادفات کا باہمی فرق بھی واضح کردیا گیا ہے (۵) ہر لغت کی تحقیق میں آیات قرآنیہ استشہاد کیلئے پیش کی ہیں جس سے طالب کو پورے قرآن مجید کے لغات یاد ہوجاتے ہیں تادرس یعنی تیس مقامے طبع کئے گئے ہیں لیکن ضخامت مکمل مقامات سے بھی ائد ہے۔ قیمت صرف تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ؍)

بہشتی زیور مکمل مدلل

مع عربی عبارات

وحوالجات کتب۔ بہشتی زیور فقہ حنفی کی ایک مشہور جامع کتاب ہے جسکو مسلمانوں کے تمام طبقوں میں وہ قبولیت عامہ نصیب ہوئی ہے کہ آجتک کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے لیکن پہلے اُن کتابوں کے حوالے نہ تھے جنسے اُسکے مسائل لکھے گئے ہیں۔ حال میں نہایت صحت کیساتھ وہ سب حوالے بقید صفحات درج کئے گئے اورحاشیہ پر کتابوں کی اصلی عربی عبارتیں بھی درج کردی گئیں جس سے یہ کتاب ایسی ہوگئی کہ تمام فقہ کی کتابوں سے مستغنی کردیا۔ ضخامت پہلے سے تین گنی ہوگئی باایں ہمہ قیمت صرف پانچروپیہ۔ (صہ؍) علاوہ محصول ڈاک۔

اشاعت اسلام

المعروف بہ

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ تک کے وہ صحیح و مستند نتیجہ خیز وسبق آموز حالات کہ جن سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہوجاتا ہے کہ اسلام دنیا میں اپنی حقانیت وصداقت کے ذریعہ سے ہی عالمگیر ومحیط ہوا اسکی زیادہ تعریف کی حاجت نہیں ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضروری ہے مبلغین وواعظین ومقررین کے واسطے محض یہ کتاب کافی ہے مؤلفہ فخرالہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند ومدیر القاسم کتابت وطباعت نہایت اعلی کاغذ ۲۵ پونڈ ولایتی صفحات ۵۳۵۔ قیمت باایں ہمہ تین روپیہ (۳؍)

الصالحات

یعنی

نیک بیبیاں

اس مجموعہ میں چار رسالے ہیں اول مرضعۃ الرسول جسمیں حضور صلعم کی دایہ حلیمہ سعدیہ رضی کے حالات۔ دوم زوجہ طاہرہ جسمیں حضرت خدیجہ رض کے حالات ہیں۔ سوم صدیقہ جسمیں حضرت عائشہ رض کے حالات ہیں۔ چہارم بضعۃ الرسول جسمیں حضرت فاطمہ رض کے مفصل حالات ہیں۔ قیمت صرف چھ آنہ (۶؍)

ملنے کا پتہ:۔ (مولوی) محمد شفیع ناظم دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔ پی)